تذکرہ

مشائخ نقشبندیہ

مصنف

علامہ محمد نور بخش توکلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

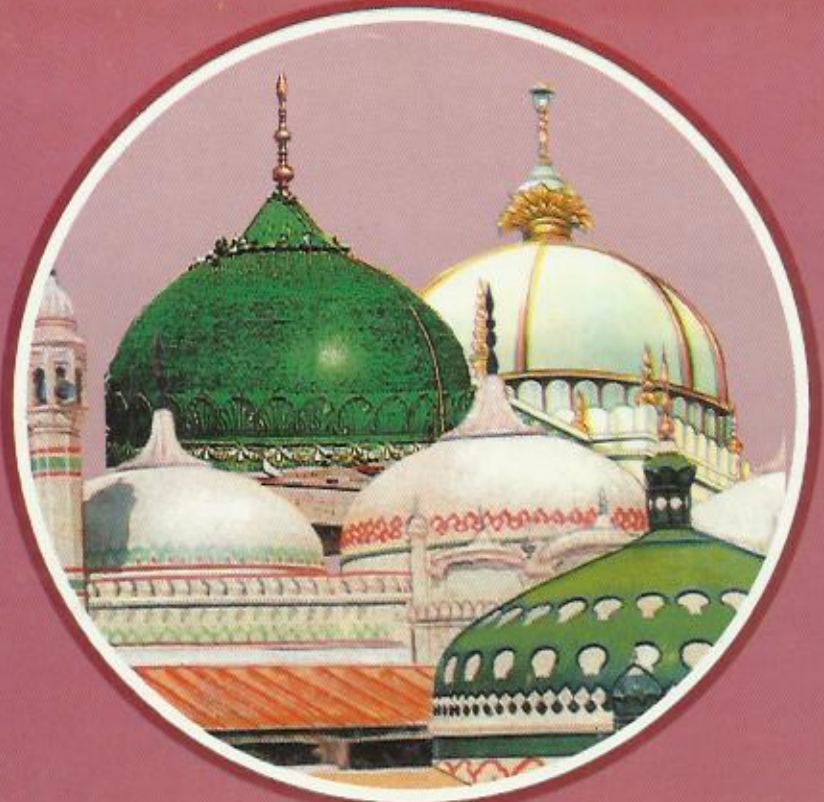

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	*	تذکرہ مشائخ نقشبندیہ
مصنف	*	علامہ نور بخش توکلی۔ایم۔اے
توضیح وتخریج	*	محمد الیاس عادل
ناشر	*	مشتاق احمد
بااہتمام	*	سلمان خالد
عربی پروف خوانی	*	قاری نجم الصبیح
پرنٹرز	*	اسلم عصمت پرنٹرز، لاہور
کمپوزنگ	*	گل گرافکس
قیمت	*	روپے

نوٹ: پروردگار عالم کے فضل، کرم اور مہربانی سے، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو از راہ کرم مطلع فرمادیں۔ان شاء اللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائے گا۔نشاندہی کے لیے ہم آپ کے بے حد مشکور ہوں گے۔

ناشر

فہرست

مضمون	صفحہ
* حضرت مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ (حالات زندگی) ----	7
* سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ----------	16
* حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ----------	24
* حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ----------	51
* حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ -----	55
* حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ----------	57
* سلطان العارفین ابو یزید بسطامی قدس سرہ ----------	64
* شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	74
* شیخ ابوالحسن گرگانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	86
* شیخ ابوعلی فارمدی طوسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	89
* خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----	93
* خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	98
* خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	110
* خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	111
* خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	113
* خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	121
* خواجہ شمس الدین امیر کلال رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----------	124

* خواجہ خواجگاں خواجہ سید بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---- 135
* خواجہ علاء الدین عطار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 178
* مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 185
* مولانا ناصر الدین عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ -------- 190
* مولانا محمد زاہد رخشی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 209
* مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 211
* مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 214
* سراج الملہ مؤید الدین الرضی خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ --- 218
* امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ --- 250
* حضرت شیخ مجدد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اولاد امجاد --------- 332
* خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 344
* حضرت عروۃ الوثقی کی الاد امجاد ---------- 374
* حضرت خواجہ سیف الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 377
* حضرت سید نور محمد بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 385
* حضرت میرزا مظہر جانجاناں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 390
* حضرت غلام علی شاہ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 417
* حضرت شاہ ابو سعید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 438
* حضرت مولانا مولوی محمد شریف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ -------- 443
* حضرت حاجی حافظ محمود رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 448
* خواجہ قادر بخش جہانخیلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 460
* خواجہ عبد الخالق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 477
* سیدنا و مرشدنا خواجہ توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ----- 481

* خلفاء توکلیہ رحمہم اللہ تعالیٰ علیہ ---------- 610
* علم تصوف ---------- 623
* طریقہ نقشبندیہ کے القاب و فضیلت ---------- 635
* طریقہ نقشبندیہ مجددیہ ---------- 640
* نظام اوقات صوفی نقشبندی مجددی ---------- 674
* اربعین صوفیہ ---------- 682
* شجرہ طیبہ خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ توکلیہ ---------- 692

***

فہرست تکملہ

مضمون	صفحہ
* حضرت خواجہ خاوند محمود نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	695
* حضرت شیخ سعدی بلخاری نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	705
* حضرت حاجی محمد سعید نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	711
* حضرت خواجہ غلام مرتضیٰ نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	714
* حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	716
* حضرت بابا فقیر محمد چوراہی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	726
* حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	732
* حضرت سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	747
* حضرت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	758

***

مولانا نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع چک قاضیاں ضلع لدھیانہ (مشرقی پنجاب) میں ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوئے آپ کے والد جہانخیلاں شریف کے ارادت مند تھے۔ بدیں وجہ مولانا کو بچپن سے بزرگانِ دین کی ارادت وعقیدت کی دولت ملی۔ اپنے سکول میں اپنی خداداد ذہانت، محنت اور شریف النفسی کی وجہ سے مقبول تھے۔ اساتذہ شفقت فرماتے، ہم سبق احترام کرتے اور قصبہ کے معززین ناصیہ حال سے آثار کمال کی جھلک پاتے تھے۔

مقامی مدارس میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں داخلہ لیا اور وہاں سے ایم اے عربی کی امتیازی ڈگری حاصل کی۔ آپ ۱۸۹۳ء میں ہندو گرلز سکول چھاؤنی انبالہ میں ہیڈ ماسٹر مقرر ہوئے۔ انبالہ میں ان دنوں حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ روحانیت کی تعلیم کا مرکز تھے۔ مولانا نے حضرت شاہ صاحب کے دستِ حق پر بیعت کی اور اس نسبت سے آپ توکلی کہلائے۔

حضرت توکل شاہؒ نے آپ سے دریافت کیا کہ آپ کے والد کس حلقہ طریقت سے وابستہ ہیں۔ آپ نے جب یہ بتایا کہ حضرت جہانخیلان شریف کے عقیدت مند ہیں تو شاہ صاحب فرمانے لگے: ''آجاؤ! پھر تو یہ تمہارا اپنا گھر ہے۔'' اس طرح انوار و فیضان کے دروازے کھل گئے۔[1]

۱۸۹۶ء میں آپ میونسپل بورڈ کالج امرت سر میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ان دنوں اہلسنت کے مشہور فاضل بزرگ مولانا غلام رسول قاسمی کشمیری امرت سری (المتوفی ۱۹۰۲ء) اقراء حدیث، تفسیر اور معقولات پڑھانے میں مشہور زمانہ ہو چکے تھے۔ آپ نے بھی مزید تعلیم

---

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۴۶۲ مطبوعہ برقی پریس لدھیانہ

حاصل کرنے کے لیے ان کے سامنے زانوے تلمذ تہہ کیا اور علوم دینیہ کی تکمیل سے فاضل اجل بن کر آسمان علم پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔

مولانا توکلی نے حضرت سائیں توکل شاہ انبالوی رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت سے سلسلۂ نقشبندیہ سے فیض و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت توکل شاہ کے وصال کے بعد مولانا مولوی مشتاق احمد محدث انبیٹھوی ثم لدھیانوی سے فیوض سلسلہ صابریہ سے بہرہ ور ہوئے۔ حضرت مولانا مشتاق احمد جلیل القدر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے شیخ طریقت بھی تھے۔ آپ کی وجہ سے سلسلہ صابریہ کے علمی و روحانی کمالات مخلوق خدا تک بڑی عمدگی سے پہنچے اور خرقۂ خلافت بھی حاصل ہوا۔[1]

کچھ عرصہ کے بعد آپ لاہور آئے اور ایک عرصہ تک انجمن نعمانیہ کے دارالعلوم کے اعزازی ناظم تعلیم رہے اور ماہوار رسالہ انجمن نعمانیہ کو ایک عرصہ تک ایڈٹ کرتے رہے۔ اسی دوران میں آپ گورنمنٹ کالج لاہور میں عربی پروفیسر مقرر ہوئے۔ اِس ملازمت کے دوران آپ ہمیشہ دینی اور مجلسی زندگی میں سرگرمی سے حصہ لیتے رہے۔ دینی جلسوں میں آپ کی تقاریر ہوتی تھیں۔ آپ نے اپنی دینی تبلیغ سے عوام الناس کے اذہان و فکر کو اسلامی رنگ بخشا۔

آپ ایک عرصہ تک انجمن نعمانیہ کی دینی درس گاہ کے ناظمِ امور تعلیمات رہے۔ یہ ساری خدمات اعزازی تھیں۔ آپ نے دینی تدریس کے ذوق و اہمیت کے پیش نظر اپنے پیر و مرشد کے نام پر ریٹائر ہونے کے بعد چک قاضیاں میں ''مدرسہ اسلامیہ توکلیہ'' کی بنیاد رکھی جس سے بہت سے طلبہ فیضیاب ہوئے۔

آپ کی دینی خدمات میں یہ نہایت ہی اہم کام ہے کہ آپ نے گورنمنٹ کے گزٹ اور سرکاری کاغذات میں ''بارہ وفات'' کی غلط العوامی اصطلاح کو ''عید میلاد النبی ﷺ'' کے نام سے تبدیل کرانے کی جدوجہد کی اور اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ گورنمنٹ سے اس مقدس دِن کو تعطیل عام منظور کروائی۔ آج یہی تعطیل خدا کے فضل سے ایک اہم تقریب کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ ان لوگوں کی مخلصانہ [illegible]ت نے جس دن کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے کوششیں کیں۔ وہ دن آج جشن عید میلاد النبی کے نظاروں سے ملک کے مسلمانوں کی مقدس

[1] تذکرہ مشائخ نقشبندیہ ص ۴۶۲

تقریب بن گیا ہے۔

مولانا تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بھی خوب واقف تھے۔ چنانچہ آپ کے قلم گوہر بار سے بہت سی تصانیف ہماری علمی دُنیا میں شہرت حاصل کر چکی ہیں۔ مندرجہ ذیل تصانیف میں سے بعض ہمیں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔

1۔ سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم
2۔ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم
3۔ معجزات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
4۔ اعجاز القرآن
5۔ عقائد اہل سنت
6۔ شرح قصیدہ بردہ (اُردو)
7۔ شرح قصیدہ بردہ (عربی)
8۔ تذکرہ مشائخ نقشبند
9۔ حلیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
10۔ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
11۔ سیرت غوث اعظمؒ
12۔ تحفہ شیعہ (دو حصے)
13۔ رسالہ نُور
14۔ مولود برزنجی کی اُردو شرح
15۔ تذکرہ حضرت غوث الاعظمؒ
16۔ ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ
17۔ شرح ہدایہ
18۔ اقوال صحیفہ فی جواب الجرح علی ابی حنیفہ
19۔ کتاب البرزخ
20۔ مقدمہ تفسیر القرآن
21۔ تفسیر سورۃ فاتحہ و بقرہ
22۔ امام بخاری و شافعی
23۔ ترجمہ تحقیق المرام فی منع القراۃ خلف الامام
24۔ ترجمہ اُردو الرسالۃ الجلیہ

(نوٹ: یہ دونوں کتابیں آپ کے استاد مولانا غلام رسول قاسمی امرت سری کی تصانیف ہیں۔ آپ نے صرف ترجمہ کیا۔)

25۔ افضل المقال فی ردّ علی الرافضی الضال

آپ کی تصانیف میں سے ''سیرت رسول عربی'' مشتاق بک کارنر لاہور کے اہتمام میں بڑی خوب صورت چھپی ہے اور مقبول خاص و عام ہوئی ہے۔ آپ کے ایک عزیز چوہدری محمد سلیمان ایڈووکیٹ لائل پور نے اپنے ایک مضمون میں یہ روایت نقل کی ہے کہ مولانا الحاج عبدالحمید

لدھیانوی نے خواب میں آپ کی وفات کے ایک ماہ بعد آپ کو ایک باغ میں سنہری تخت پر بیٹھے دیکھا تو دریافت کیا کہ اس اعزاز کی کیا وجہ ہے؟ مولانا توکلی صاحب نے جواب دیا:

''میرے اللہ کو میری کتاب ''سیرت رسول عربی'' پسند آ گئی اور مجھے یہ انعام ملا ہے''

مندرجہ بالا تصانیف کے علاوہ آپ کے ہزاروں علمی اور اعتقادی مضامین انجمن نعمانیہ کے رسالہ میں چھپ کر اہل سنت کی خدمت کرتے رہے۔ آپ کے مضامین اہل علم کی روحانی غذا تھے۔ آپ نے اپنی ساری آمدنی انجمن نعمانیہ کے دینی مفادات کے لیے وقف کر دی۔

آپ نے تاریخ گبن کا ترجمہ ''سیرت حسن'' کے نام سے شائع کیا۔ اس کتاب کے ''اہل اسلام، فتوح العجم والمصر والشام'' کے حصوں کو ۱۸۹۴ء میں اُردو لباس پہنایا۔ کتاب کے صفحہ ۸۰ پر علامہ شبلی کو ''استاذی مخدومی مولانا شبلی نعمانی'' لکھا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیام دہلی کے دوران آپ نے مولانا شبلی سے بھی علمی استفادہ کیا تھا۔

مولانا توکلی عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے بلند پایہ صوفی اور ولی کامل تھے۔ آپ بیعت بھی کرتے اور صاحب کمالات ظاہریہ و باطنیہ ہونے کے باوجود نہایت سادہ مزاج انسان تھے۔ دیکھنے والے یہ معلوم نہ کر سکتے تھے کہ یہ سادہ لباس اتنا بڑا عالم دین، شیخ طریقت اور پروفیسر ہے۔ علماء و مشائخ وقت آپ کا بیحد احترام کرتے۔ آپ خود بھی اہل اللہ اور اہل علم سے عقیدت و محبت رکھتے تھے۔ علامہ اصغر روحی، مولانا محمد شریف کوٹلی لوہاراں، حضرت پیر عبدالغفار شاہ، حضرت پیر جماعت علی شاہ علی پوری، حضرت مفتی غلام مصطفٰے قاسمی امرت سر رحمۃ اللہ علیہم سے آپ کے گہرے مراسم تھے اور یہ سارے بزرگان اہلسنت آپ کی قابلیت اور فضیلت کے معترف تھے۔

آپ ایک عرصہ تک گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر رہے جہاں آپ نے اپنی علمی اور دینی صلاحیت سے ان اذہان کی تربیت میں بڑا اہم حصہ لیا جو محض مغربی انداز فکر کو سرمایہ حیات خیال کرتے تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور کی تاریخ میں آپ کو شاندار خراج تحسین پیش کیا گیا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ لائلپور (فیصل آباد) میں قیام پذیر ہو گئے۔ آپ نے آخری عمر میں سلسلہ تصنیف کو جاری رکھا اور قرآن پاک کی تفسیر کے تقریباً ۴۰۰ صفحات مکمل کیے۔

۲۴ مارچ ۱۹۴۸ء کو آپ اپنے مکان کی سیڑھی سے پھسل کر زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لا کر واصل حق ہوئے۔

آپ کی وصیت کے مطابق آپ کو نور شاہ ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

چودھری محمد سلیمان بی، اے۔ ایل ایل بی لائل پور نے ایک خوبصورت مقبرہ تعمیر کرا کے زائرین کو بڑی سہولت بخش دی ہے۔

بشکریہ

ابوالمعالی غلام سبحانی قادری

ناظم مکتبہ انوار غوثیہ۔ غوثیہ منزل ۔

857۔ گلی نمبر 106 سیکٹر جی۔ نائن فور

اسلام آباد۔ 051-2261638

❊❊❊

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین. والصلوۃ والسلام علے سیدنا ومولانا ووسیلتنا فی الدارین محمدن الذی بعث رحمۃ اللعلمین. وعلی الہ واصحابہ واولیاء امتہ واتباعہ الی یوم الدین.

امابعد! گونمنٹ کالج لاہور کی ملازمت سے سبکدوش ہوکر کچھ عرصے کے بعد میری طبیعت گوشہ نشینی کی طرف بہت مائل ہوگئی۔ میں خلوت میں حضرات خواجگان نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا تھا۔ اسی اثناء میں یہ خیال آیا کہ اگر ان حالات کو یکجا جمع کیا جائے تو کیا خوب ہو۔ عنایت الٰہی اور مشائخ سلسلہ کی روحانی مدد شامل حال ہوئی اور وہ خیال قوت سے فعل میں آنے لگا۔ رفتہ رفتہ یہ کتاب تیار ہوگئی، جو ناظرین کرام کے پیش نظر ہے۔

مشائخ متقدمین رحمہم اللہ تعالیٰ اپنے اپنے زمانے میں طریقہ صوفیہ کرام کے اندر اس قحط الرجال اور ابنائے روزگار کی غفلت وانہماک فی الدنیا اور احکام شریعت سے بے اعتنائی کی شکایت کرتے چلے آئے ہیں۔ مگر موجودہ زمانہ کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ وہ مادی ترقی جس کا اب دعویٰ کیا جاتا ہے۔ سراسر مخرب اخلاق ہے، جو خرابیاں انفرادی طور پر قرون ماضیہ میں پائی جاتی تھیں، دور حاضرہ کو اگر ان سب کا جامع کہا جائے تو شاید نامناسب نہ ہوگا، نظر بریں اس کتاب میں حضرات خواجگان نقشبندیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ کے آداب واخلاق او رمقامات کو کرامات اور معاملات وعقائد اضافہ عام کے لئے اردو میں جمع کئے گئے ہیں۔ تاکہ ان کے مطالعہ سے قارئین کرام کے دلوں میں طریقت کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو اور وہ اس چندروزہ زندگی میں حیات ابدی کے لئے توشہ تیار کرلیں۔ اور اس امتحان کے

لئے جو ہوائے (۱) من مات فقد قامت قیامتہ (جو شخص مرگیا۔ اس کی قیامت برپا ہوگئی) بہت قریب ہے تیاری کرلیں۔

''امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ تفسیر وحدین کے بعد صوفیہ کرام کے ارشادات بہترین کلام ہیں۔ اور ان کا پڑھنا یا سننا صحبت معنوی کا حکم رکھتا ہے اس لئے ان حالات کے جمع کرنے میں مشائخ کرام کے کلمات قدسیہ کی تدوین کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ تاکہ وہ سالک کے لئے دستور العمل کا کام دیں۔ نظر براختصار ان مشائخ کی اولاد وخلفاء سے تعرض نہیں کیا گیا۔ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کے دوسرے خلیفہ حضرت خواجہ محمد پارس رحمہ اللہ (متوفی ۸۲۲ھ) باوجود کمالات صوری ومعنوی کے حضرات خواجگان قدس اللہ ارواحہم کے رسالوں کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھا کرتے تھے، کیونکہ ان کے کلمات قدسیہ کا ہمیشہ ساتھ رکھنا اور ان کا مطالعہ کرنا ضروری ہے (۱) (رشحات ص ۶۲۸)۔ شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ انصاری ہروی قدس سرہ نے اپنے مریدوں کو وصیت کی (۲) (بہارستان جامی ص ۲) کہ ہر ایک پیر کا کوئی کلام یاد کرلو۔ اگر ایسا نہ کرسکو تو ان کا نام یاد رکھو، تاکہ اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

رباعی

الٰہی تو کہ از نام تو مے بارد عشق وزنامہ و پیغام تو مے بارد عشق
عاشق گردد ہر کو بکویت گزرد آرے در و بام تو مے بارد عشق

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (۳) کہ حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے دن ایک بندہ مفلسی وبدکرداری کے سبب سے ناامید ہوجائے گا۔ حق سبحانہ کہے گا، اے میرے بندے، کیا فلاں محلہ میں فلاں دانشمند یا فلاں عارف کو پہچانتا تھا۔ وہ جواب دے گا ہاں میں پہچانتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا میں نے تجھے اس کے طفیل سے بخش دیا۔ جب محض شناخت ولی وسیلہ نجات ہوتو اولیاء اللہ کی دوستی ومحبت اور ان کی سیرت کا اتباع بطریق اولی ایسا ہوگا۔ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی نسبت کیا فرماتے ہیں جس نے ایک قوم کو دوست رکھا مگر ان کی ملاقات

سے مشرف نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا "المرء مع من احب" یعنی قیامت کے دن انسان اس کے ساتھ ہوگا جس کو وہ دوست رکھتا تھا۔

اولیائے مبارک وہ ہستیاں ہیں کہ جہاں ان کا ذکر ہوتا ہے وہاں فحوائے ناموں رحمہ عندہ ذکر الصالحین رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ ان ہی کے قدموں کی برکت سے آسمان سے مینہ برستا ہے اور زمین سے نباتات اگتی ہے۔

فوائد مذکورہ بالا کے علاوہ مشائخ کرام کے حالات کے مطالعہ میں اور کئی فائدے ہیں۔ مطالعہ کرنے والوں کو ان بزرگوں سے نسبت حاصل ہوجاتی ہے۔ اور وہ منکرین کے مذیانات کے زہریلے اثر سے محفوظ رہتے ہیں۔ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ حکایات مشائخ سے مریدوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ آپ نے جواب دیا:

"الحکایات جند من جنود اللہ یقوی بھا قلوب المریدین" (رسالہ قشیریہ باب الارادہ)

حکایات مشائخ خدا کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جن سے مریدوں کے دل قوی ہوجاتے ہیں۔

اس پر آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ کے اس قول پر کوئی شاہد ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں اور وہ اللہ عزوجل کا یہ ارشاد ہے۔

"وکلا نقص علیک من انباء الرسل مانثبت بہ فوادک (ھود. ع. ۱۰)

اور ہر ایک چیز کو ہم بیان کرتے ہیں، تجھ سے پیغمبروں کی خبروں سے وہ چیز کہ جس سے کہ ہم ثابت رکھتے ہیں تیرا دل۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے کہ ہم پیغمبروں کے قصے تجھ سے اس لئے بیان کرتے ہیں کہ جب تجھ کو کوئی رنج و مصیبت پہنچے تو غور کرے کہ ایسی تکالیف میں ان پیغمبروں نے صبر و توکل سے کام لیا ہے۔ اس سے تیرے دل کو ثبات و عزم و صبر حاصل ہوجائے گا۔ اسی طرح بلا و امتحان کے وقت حکایات مشائخ کے سننے سے

مریدوں کے دل میں ثبات و قوت و عزم پیدا ہوجاتا ہے۔ مولانا جامی قدس اللہ سرہ السامی نے حضرت سید الطائفہ کے ارشاد کو بہارستان میں یوں منظوم کیا ہے:

نجوم نفس و ہوا کز سپاہ شیطانند چوزور بردل مرد خدا پرست آرد
بجز جنود حکایات رہنمایاں را چہ تاب آنکہ براں رہزناں شکست آرد

حکایات مشائخ کا کمترین فائدہ یہ ہے کہ جب مطالعہ کرنے والا دیکھتا ہے کہ میرے اعمال و اقوال و احوال ان بزرگوں جیسے نہیں، تو دید قصور اس پر غالب آجاتی ہے اور وہ عجب و ریاد انسان سے بچ جاتا ہے۔

مرید صادق کو چاہئے کہ مناجات کے وقت حضور قلبی اور نہایت عاجزی سے اپنے سلسلہ کے بزرگوں کو نام بنام یاد کرے۔ اور ہر ایک کو ظاہری و باطنی مشکل میں اپنا شفیع بنائے اور ان کے وسیلہ و واسطہ سے دعا مانگے۔ تاکہ جلدی قبول ہوجائے۔

اس کتاب میں تراجم مشائخ کے ساتھ ساتھ ان کتابوں کے نام بھی دیئے گئے ہیں جن سے وہ حالات ماخوذ ہیں۔ عبارت آرائی کا چنداں خیال نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ کوشش کی گئی ہے کہ وہ حالات معانی کی طرح الفاظ کے لحاظ سے بھی اصل کے عین مطابق ہوں۔ اثنائے مطالعہ میں جہاں کسی صحابی کا نام آئے تو اس نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ ضرور کہنا چاہئے۔ اور جہاں اولیاء اللہ میں سے کسی کا نام آئے تو اس کے ساتھ قدس سرہ یا رحمۃ اللہ علیہ یا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اضافہ لازم ہے۔

اخیر میں یہ عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اس کتاب کی طبع و اشاعت کی سعادت کا قرعہ بھی میرے برادر عزیز عالی جناب فیض مآب چوہدری محمد سلیمان صاحب بی اے ایڈووکیٹ ہائی کورٹ پنجاب کے اسم گرامی پر پڑا۔ اللہ تعالیٰ چوہدری صاحب موصوف کو دنیا و آخرت میں آبرو سے رکھے اور ان کے صاحبزادگان کو صالح اور طویل العمر بنائے۔

۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ — محمد نور بخش
۱۳ مئی ۱۹۳۸ء — حنفی، نقشبندی، مجددی، توکلی
لدھیانہ، نور منزل

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

۱۔ سیدنا ومولانا محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلّم

حضور امام اولیاء سرور انبیاء باعثِ ایجاد عالم۔ فخر موجودات۔ محبوب رب العالمین۔ رحمۃ للعالمین۔ شفیع المذنبین۔ منبع فیض انبیاء ومرسلین۔ معدن علوم اولین وآخرین۔ واسطہ ہر فضل وکمال۔ مظہر ہر حسن وجمال اور خلیفہ مطلق ونائب کل حضرت باری تعالیٰ عزاسمہٗ کے ہیں۔

اول تخلیق:

اللہ تعالےٰ نے سب سے پہلے آپ کے نور کو پیدا کیا۔ پھر اسی نور کو واسطہ خلق عالم ٹھہرایا۔ عالم ارواح ہی میں اس نور کو خلعت نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اسی عالم میں دیگر انبیائے کرام علیہم السلام کی روحوں سے عہد لیا گیا کہ اگر وہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو پائیں تو ان پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔ جیسا کہ وَاِذۡ اَخَذَ اللّٰہُ مِیۡثَاقَ النَّبِیّٖنَ الآیہ میں مذکور ہے۔ اسی واسطے تمام انبیائے کرام علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارت دیتے رہے ہیں۔

نور کی منتقلی:

جب اللہ تعالےٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ان کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے وہ نور حضرت حواء کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ پھر حضرت حواء سے حضرت شیث علیہ السلام کی پشت میں منتقل ہوا۔ اس طرح یہ نور انور پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا ہوا حضور کے والد ماجد

حضرت عبداللہ کی پشت مبارک میں منتقل ہوا۔ اور حضرت عبداللہ سے حضرت آمنہ کے بطن مبارک میں منتقل ہوا۔

نور کی برکت:

اسی نور کی برکت سے حضرت آدم علیہ السلام مسجود ملائک بنے۔ اور اسی نور کے وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت نوح علیہ اسلام کی کشتی غرق ہونے سے بچی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ اسلام پر آتش نمرود گلزار ہوگئی۔ اسی نور کی برکت سے حضرت ایوب علیہ السلام کی مصیبت دور ہوگئی۔ اور اسی نور کی برکت سے حضرات انبیائے سابقین علیہم السلام پر اللہ تعالےٰ کی عنایات بیغایت ہوئیں۔ حضور اپنی والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں ہی تھے کہ آپ کے والد حضرت عبداللہ نے انتقال فرمایا۔

ولادت نبوی:

آپ کا تولد شریف سال فیل میں ۵۷۱ء میں ہوا۔ اصحاب فیل کا قصہ بقول جمہور نصف ماہ محرم میں تولد شریف سے ۵۵ روز پہلے وقوع میں آیا۔ تولد شریف کے وقت آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ مشرفہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آگئے۔ اور دیگر خوارق مثلاً ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگروں کا گر پڑنا۔ آتش فارس کا بجھ جانا۔ بحیرہ ساوہ کا خشک ہو جانا اور وادی ساوہ کی ندی کا لبالب بہنا وغیرہ وقوع میں آئے۔

بچپن کے واقعات:

سب سے پہلے آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا۔ پھر آپ نے چند روز ابولہب کی آزاد کی ہوئی لونڈی ثوبیہ کا دودھ پیا۔ بعد ازاں حلیمہ سعدیہ آپ کو اپنے قبیلے میں لے گئیں۔ وہیں پہلی بار حضور کا شق صدر ہوا۔ دوسرا شق صدر دس برس کی عمر شریف میں اور تیسرا غارِ حراء میں بعثت کے وقت اور چوتھا شب معراج میں ہوا۔ جب آپ کی عمر شریف چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ انتقال فرما گئیں۔ اور آپ کے دادا عبدالمطلب آپ کی پرورش کے کفیل ہوئے۔ جب آٹھ سال کے ہوئے تو عبدالمطلب نے بھی وفات پائی۔ پھر حضور اپنے چچا

ابوطالب کے ہاں پرورش پاتے رہے۔ بارہ سال کی عمر شریف میں آپ ابوطالب کے ساتھ ملک شام کو تشریف لے گئے۔ اس سفر میں بحیرہ راہب نے آپ کو دیکھ کر کہا۔ کہ یہ رسول رب العالمین ہیں۔ چودہ سال کی عمر میں آپ نے اپنے چچاؤں کے ساتھ حرب فجار میں شرکت فرمائی۔ پچیس سال کی عمر شریف میں آپ حضرت خدیجہ کی طرف سے بغرض تجارت شام کو تشریف لے گئے۔ اس سفر میں نسطورا راہب نے آپ کی نسبت کہا کہ یہ آخر الانبیاء ہیں۔ اس سفر سے واپسی کے قریبا تین ماہ بعد حضور کا نکاح حضرت خدیجہ سے ہوگیا۔ جب آپ کی عمر مبارک ۳۵ سال کی ہوئی تو قریش نے عمارت کعبہ کو از سرِ نو بنایا۔ اس تعمیر میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام بھی شریک تھے۔ اور اپنے چچا حضرت عباس کے ساتھ کندے پر پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔

خفیہ دعوت اسلام:

جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منصب نبوت عطا فرمایا۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خفیہ طور پر چند لوگوں کو دعوت اسلام دینے لگے۔ اس دعوت پر کئی مرد و زن آپ پر ایمان لائے۔ چنانچہ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ لڑکوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ۔ عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہ۔ آزاد کئے ہوئے غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور غلاموں میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہیں۔

اعلان نبوت:

خفیہ دعوت کے تین سال بعد اعلان دعوت کا حکم آیا۔ تبلیغ علی الاعلان پر قریش برافروختہ ہوگئے اور آپ کو اور آپ کے اصحاب کو اذیت دیتے رہے۔ نبوت کے پانچویں سال حضور نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ تم میں سے جو چاہیں ہجرت کر کے حبشہ چلے جائیں۔ چنانچہ پہلے پہل گیارہ مردوں اور چار عورتوں نے ہجرت کی۔ نبوت کے چھٹے سال حضرت حمزہ ایمان لائے۔ اور ان کے تین دن بعد حضرت عمر فاروق بھی مشرف باسلام ہوئے۔ اسلام کی ترقی پر قریش مسلمانوں کو اور ایذا دینے لگے۔ اس لئے ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتوں نے دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ قریش نے نجاشی کے پاس اپنی سفارت بھیجی کہ مہاجرین کو واپس کردو۔ مگر وہ

ناکام رہے نیل مرام واپس آئی۔ اس لئے قریش نے اب بالاتفاق یہ قرار دیا کہ (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلانیہ قتل کر دیا جائے۔ بنو ہاشم و بنو مطلب حضور کو بغرض حفاظت شعب ابی طالب میں لے گئے۔ اس پر قریش نے بنو ہاشم و بنو مطلب سے مقاطعہ کر دیا۔ تا کہ تنگ آ کر حضور کو ان کے حوالہ کر دیں۔ اور اس بارے میں ایک تحریری معاہدہ لکھ کر خانہ کعبہ کی چھت میں لٹکا دیا۔ قریش نے نہایت سختی سے اس معاہدہ کی پابندی کی۔ تین سال کے بعد حضور نے خبر دی کہ اس معاہدہ کو دیمک چاٹ گئی ہے اور سوائے اللہ کے نام کے کچھ نہیں چھوڑا۔ جب معاہدہ کو دیکھا گیا تو حضور کا ارشاد صحیح نکلا۔ مگر مخالفین بجائے روبراہ ہونے کے اور درپے ایذا ہو گئے۔ ماہ رمضان سنہ ۱۰ نبوت میں ابوطالب کا انتقال ہوگیا اور اس کے تین دن بعد خدیجۃ الکبریٰ نے بھی انتقال فرمایا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پریشانی کی حالت میں طائف کا سفر کیا۔ مگر اشراف ثقیف نے آپ کی دعوت کا بری طرح سے جواب دیا۔ اور واپسی پر اس قدر پتھر برسائے کہ نعلین شریفین خون آلودہ ہوگئیں۔

واقعہ معراج:

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ ہر سال موسم حج میں تمام قبائل عرب کو جو مکہ اور نواح مکہ میں موجود ہوتے دعوت اسلام دیا کرتے تھے اور میلوں میں بھی اسی غرض سے تشریف لے جایا کرتے تھے۔ نبوت کے گیارہویں سال آپ نے حسب عادت منٰے میں عقبہ کے نزدیک جہاں اب مسجد عقبہ ہے۔ قبیلہ خزرج کے چھ آدمیوں کو دعوت اسلام دی۔ وہ مسلمان ہوگئے۔ انہوں نے مدینہ میں اپنے بھائیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس لئے آئندہ سال بارہ مرد ایام حج میں مکہ میں آئے۔ اور حضور کے دست مبارک پر بیعت ہوئے۔ بقول مشہور اسی سال ماہ رجب کی ستائیسویں رات حضور کو حالت بیداری میں جسد شریف کے ساتھ معراج ہوا اور پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ نبوت کے تیرہویں سال انصار میں سے ۷۳ مرد اور دو عورتوں نے حضور کی بیعت کی۔

ہجرت مدینہ:

قریش کی ایذاء رسانی سے اب مسلمانوں کا قیام مکہ میں دشوار ہوگیا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی اجازت سے صحابہ کرام متفرق طور پر رفتہ رفتہ چوری چھپے ہجرت کر کے مدینہ پہنچ

گئے۔اور مکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرات ابوبکر وعلی اور کچھ بیمار وعاجز رہ گئے۔

قریش نے جب دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار مکہ سے باہر مدینہ میں بھی ہوگئے ہیں۔تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی وہاں چلے جائیں اور اپنے مددگاروں کو ساتھ لے کر مکہ پر حملہ آور ہوں۔اس لئے انہوں نے دارالندوہ میں جمع ہو کر شیخ نجدی کے مشورہ سے یہ قرار دیا کہ رات کو حضور کو قتل کر دیا جائے۔حضور کو بذریعہ وحی خبر ہوگئی۔کفار نے حسب قرار دادرات ہوتے ہی حضور کے دولتخانہ کو گھیر لیا۔آپ نے حضرت علی کو اپنے بستر پر چھوڑا اور ایک مشت خاک لے کر سورہ یٰسین شریف کی شروع کی آیات پڑھ کر کفار پر پھینک دی۔کفار کو کچھ نظر نہ آیا۔اور آپ وہاں سے نکل کر حضرت صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ تین رات غار ثور میں رہے۔قدید کی قریب سراقہ بن جشم آپ کے تعاقب میں آیا۔آپ کی دعاء سے اس کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا۔اور وہ معافی مانگ کر واپس چلا آیا۔قدید ہی میں حضور کا گزر ام معبد کے خیمہ پر ہوا۔

مسجد قباء کی بنیاد:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قباء میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن پہنچے۔یہی تاریخ اسلامی کی ابتداء ہے۔آپ نے قبا میں مسجد قباء کی بنیاد ڈالی۔جس کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے۔ مدینہ میں آپ کی تشریف آوری سے مسلمانوں کو جو خوشی ہوئی وہ بیان نہیں ہو سکتی۔آپ نے حضرت ابوایوب انصاری کے مکان پر قیام فرمایا۔اسی سال مسجد نبوی۔ازواج مطہرات کے لیے حجرے اور مہاجرین کے لئے مکانات بن کر تیار ہو گئے۔اذان مشروع ہوگئی۔حضور نے اپنے اصحاب کے درمیان مواخات کرائی۔

غزوات کا آغاز:

ہجرت کے دوسرے سال قبلہ نماز بجائے بیت المقدس کے کعبہ شریف ہوگیا۔رمضان شریف کے روزے فرض ہوگئے۔اور غزوات وسرایا کا آغاز ہوا۔غزوات تعداد میں ۲۷ ہیں اور سرایا ۴۷۔بڑے بڑے غزوات جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے سات ہیں۔بدر۔احد۔خندق۔

خیبر۔فتح مکہ۔حنین۔تبوک۔جن غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قتال فرمایا وہ یہ ہیں۔بدر۔احد۔خندق۔مصطلق۔خیبر۔فتح مکہ۔حنین۔طائف۔غزوات میں سب سے اخیر غزوہ تبوک ماہ رجب ۹ھ میں تھا۔

حکمرانوں کے نام خطوط:

ہجرت کے ساتویں سال کے شروع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے والیان ملک (قیصر وکسرے ونجاشی وغیرہ) کے نام دعوت اسلام کے خطوط روانہ فرمائے۔اور ۹ھ میں غزوہ تبوک سے واپسی پر مسجد ضرار جو منافقین نے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے کی غرض سے بنائی تھی آپ کے حکم سے جلادی گئی۔

سال وفود:

اسی سال وفود عرب در سالت میں اس کثرت سے حاضر ہوئے کہ اسے سال وفود کہا جاتا ہے۔یہ وفود بالعموم نعمت ایمان سے مالا مال ہو کر واپس گئے۔ ۱۰ھ میں بھی وفود عرب خدمت اقدس میں حاضر ہوتے رہے۔اہل یمن وملوک حمیر ایمان لائے۔اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔

وصال مبارک:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تمام دنیا بالخصوص عرب پر حد سے زیادہ جہالت وگمراہی چھائی ہوئی تھی۔ان کی اخلاقی و مذہبی پستی حد غایت کو پہنچی ہوئی تھی۔موافق و مخالف سب کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے۔امیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرورش پائی۔کسی سے تعلم وتلمذ نہ کیا۔اور نہ لکھنا پڑھنا سیکھا۔مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتعلیم الٰہی اپنے اصحاب کرام کو وہ تعلیم روحانی دی کہ وہ معارف ربانی کے عارف اور اسرار فرقانی کے ماہر بن گئے۔جس کسی نے دولت ایمان سے سرفراز ہو کر کچھ وقت بھی شرف ملازمت حاصل کر لیا۔وہی عالم ربانی اور عارف یزدانی بن گیا۔آپ کی صحبت میں صحابہ کرام میں سے ہر ایک کو نسبت خاصہ اور قوت قدسیہ مبدأ فیاض سے عطا ہوگئی۔قصہ کوتاہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام تمام کو

اسلام وایمان اور احسان سے مالا مال کر کے اور سچے دین کے ظاہری و باطنی علوم سکھا کر ماہ ربیع الاول ۱۱۴۳ھ میں دوشنبہ کے دن الرفیق الاعلیٰ پکارتے ہوئے اعلیٰ علیین قرب العالمین میں جا سدھارے۔ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ افضل الصلوات واکمل التحیات ۔مگر حضور سراپا نور رحمۃ للعالمین اور حیات النبی ہیں۔ قیامت تک حضور کی امت مرحومہ کو حضور سے وہی فیضان بواسطہ خواص امت علمائے کرام وصوفیہ عظام پہنچتا رہے گا جو حضور کی ظاہری زندگی میں پہنچتا تھا۔ حضور کی امت میں وقتاً فوقتاً اولیاء وصلحاء پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور ان اولیائے کرام کے ذریعے حضور ختم المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق ہوتی رہے گی۔ چنانچہ حضرت امام وقت سیدنا مخدوم علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کشف المحجوب میں یوں فرماتے ہیں:۔

خداوند تعالےٰ برہان نبوی را تا امروز باقی گردانیدہ است واولیاء را سبب اظہار آں کردہ۔ تا پیوستہ آیات حق وحجت صدق سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہرے باشند۔ ومرایشاں راوالیان عالم گردانیدہ تا محرم وے گشتہ اند وراہ متابعت نفس رادر نوشتہ از آسمان باراں برکت اقدام ایشاں آید۔ واز زمین نباتات ببرکات صفائی احوال ایشاں روید"۔

میرے پیر دستگیر حضرت خواجہ انبالوی روحی وقلبی فداہ فرماتے ہیں:۔

حقیقت محمدیہ کا تعلق جس طرح ذات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حیات میں تھا بعینہ وہی تعلق اب بعد وصال بھی بدن مبارک کے ساتھ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے دین کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اور جس طرح حضور پرنور کی حیات میں آپ کے تصرفات جاری تھے ویسے ہی اب بھی جاری ہیں۔ یہی معنی ہیں حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے۔ اور اسی وجہ سے قطب وغوث۔ ابدال اوتاد وغیرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں ہوتے رہیں گے۔" (ذکر خیر)۔

فقیر توکلی نے یہاں بطور تبرک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک کے چند بڑے بڑے واقعات کی نہایت مختصر سی فہرست پیش کر دی ہے۔ ان واقعات کی تفصیل اور حضور انور کے خلق عظیم وحلیہ شریف ومعجزات ومناقب وخصائص اور امت پر حضور کے حقوق وغیرہ کے بیان کے لئے ایک علیحدہ کتاب موسوم بہ "سیرت رسول عربی" صلی اللہ علیہ وسلم لکھی ہے۔ جو چھپ چکی ہے۔ اس کا مطالعہ مسلمانوں کے ہر طبقہ کے لئے ضروریات سے ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات قدسیہ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے متعلق آپ کے ارشادات قدسیہ نہ پائے جاتے ہوں۔ نظر بر مضمون کتاب بغرض ترغیب اربعین صوفیہ اس کتاب کے اخیر میں درج ہیں۔ اللھم صل علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ اٰل سیّدنا ومولانا محمد واصحاب سیدنا ومولانا محمد اھل بیت سیدنا ومولانا محمد وازواج سیدنا ومولانا محمد وذریۃ سیدنا ومولانا محمد واتباع سیدنا ومولانا محمد وبارک وسلم.

❊❊❊

۲۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی عبداللہ اور آپ کے بزرگوار کا نام مبارک ابو قحافہ عثمان تھا۔ صدیق اور عتیق آپ کے لقب ہیں۔ آپ کی پیدائش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تولد شریف سے دو سال اور کچھ مہینے بعد ہوئی۔ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان سے مرہ بن کعب میں ملتے ہیں۔ مرہ اور حضرت ابوبکر صدیق میں چھ واسطے ہیں۔ اسی طرہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چھ واسطے ہیں۔ آپ زمانہ جاہلیت میں رؤسائے قریش میں سے تھے اور سب سے بڑھ کر عالم انساب تھے۔ منصب دیات آپ کے متعلق تھا۔

عشرہ مبشرہ:

مردوں میں آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔ اسلام لاتے ہی آپ نے تبلیغ کا کام شروع کر دیا۔ چنانچہ حضرات عشرہ مبشرہ میں سے عبدالرحمٰن بن عوف۔ سعد بن ابی وقاص۔ عثمان بن عفان۔ زبیر بن العوام اور طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ ہی کی دعوت سے مشرف باسلام ہوئے۔

خصوصیت

صحابہ کرام میں آپ کے لئے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے والد اور آپ کی تمام اولاد اور آپ کا پوتا ابوعتیق محمد بن عبدالرحمٰن سب صحابی ہیں۔ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

غیرت ایمانی:

سنہ ۶ نبوت میں آپ ہجرت کے ارادے سے حبشہ کی طرف نکلے۔ برک الغماد تک جو مکہ سے یمن کی جانب پانچ دن کی راہ ہے پہنچے تھے کہ قبیلہ قارہ کا سردار ابن الدغنہ (ربیعہ بن رفیع)

ملا۔ اس نے پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ میری قوم نے مجھے نکلنے پر مجبور کر دیا۔ میں چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جا کر خدا کی عبادت کروں۔ ابن الدغنہ نے کہا "یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ سا فیاض۔ اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا۔ غریب پرور۔ مہمان نواز اور حوادث حق میں لوگوں کا مددگار مکہ سے نکل جائے یا نکالا جائے میں آپ کو اپنی حفاظت (جوار) میں لیتا ہوں۔ آپ واپس چلئے اور اپنے شہر میں اپنے پروردگار کی عبادت کیجئے"۔ چنانچہ آپ واپس آئے اور ابن دغنہ آپ کے ساتھ آیا۔ وہ شام کو سرداران قریش سے ملا اور ان سے کہا کہ ابوبکر سا شخص نکلنے نہ پائے اور نہ نکالا جائے۔ کیا تم ایسے شخص کو نکالتے ہو جو فیاض، اپنوں سے نیک سلوک کرنے والا، غریب پرور، مہمان نواز اور حوادث حق میں لوگوں کا مددگار ہے۔ یہ سن کو قریش نے ابن الدغنہ کی جوار کو رد نہ کیا۔ اور اس سے کہا کہ ابوبکر سے کہہ دو کہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے اور نماز میں چپکے سے جو چاہے پڑھے۔ مگر ہمیں ایذا نہ دے اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ کیونکہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتیں اور بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے یہی آپ سے ذکر کر دیا۔ آپ نے کچھ مدت یہ پابندی اختیار کی کہ اپنے گھر میں خدا کی عبادت کرتے اور چپکے نماز پڑھتے۔ اور گھر کے سوا کسی اور جگہ قرآن نہ پڑھتے۔ بعد ازاں آپ نے اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی جس میں آپ نماز پڑھتے اور قرآن باآواز بلند پڑھتے۔ مشرکین کی عورتیں اور بچے آپ کے گرد جمع ہو جاتے اور تعجب سے آپ کی طرف دیکھتے۔ آپ رقیق القلب تھے۔ قرآن پڑھتے تو بے اختیار روتے۔ آپ کی قرأت اور رقت سے سرداران قریش ڈر گئے۔ انہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا ہم نے ابوبکر کو تمہاری جوار کے سبب بدیں شرط پناہ دی ہے کہ وہ اپنے گھر میں چپکے اپنے رب کی عبادت کرے۔ مگر اس نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے۔ جس میں وہ بہ آواز بلند نماز و قرآن پڑھتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے۔ تم اس کو روک دو۔ ہاں اگر وہ گھر کے اندر چپکے عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے۔ اور اگر باآواز قرآن پڑھنے پر اصرار کرے تو تم اس کی ذمہ داری واپس لے لو۔ کیونکہ ہمیں یہ پسند نہیں کہ ہم تمہارے عہد حفاظت کو توڑ دیں۔ ہم ابوبکر کو قرأت بالجہر کی اجازت نہیں دے سکتے۔ یہ سن کر ابن الدغنہ آپ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا کہ آپ کو میری جوار کی شرط معلوم ہے۔ آپ اس کی پابندی کریں ورنہ میری ذمہ داری واپس کر دیں۔ کیونکہ میں

نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ ڈالا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ میں تمہاری جوار تم کو واپس کرتا ہوں اور خدا کی جوار پر راضی ہوں۔[1]

قصہ مذکورہ بالا سے حضرت ابو بکر صدیق کی بڑی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ ابتدائے بعثت میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جن اوصاف[2] سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یاد کیا تھا ان ہی اوصاف سے ابن الدغنہ نے جو بعد میں ایمان لائے حضرت ابو بکر صدیق کو یاد کیا ہے۔

قرآن حکیم کی روشنی میں:

حضرت ابو بکر صدیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے خلیفہ برحق اور مبشر بالجنۃ اور افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔ آپ کے فضائل میں کئی آیتیں وارد ہوئی ہیں۔

(۱) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا. الآیہ (توبہ . ع ٦)

اگر تم اس کو مدد نہ دو گے۔ پس تحقیق اللہ نے اس کو مدد دی ہے۔ جس وقت اس کو نکال دیا تھا کافروں نے۔ دوسرا دو میں کا جس وقت وہ دونوں غار میں تھے۔ جب وہ اپنے رفیق سے کہتا تھا غم مت کھا۔ تحقیق اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اس آیت میں بالاتفاق صاحب سے مراد حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ یہ وہ منقبت ہے کہ جس میں کوئی دوسرا صحابی آپ کا شریک نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب:

ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شاعر حسان رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ کیا تم نے ابو بکر کی شان میں کچھ کہا ہے۔ حضرت حسان نے عرض کیا کہ ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سناؤ۔ میں سنتا ہوں۔ پس حضرت حسان نے یہ دو شعر پیش کیے۔

---

[1] صحیح بخاری۔ باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ۔

[2] صحیح بخاری۔ کتاب التفسیر۔ تفسیر سورہ علق

وثانی اثنین فی الغار المنیف وقد
طاف العدویہ اذصاعد الجبلا
وکان حِبّ رسول اللہ قد علموا
من البریۃ لم یعدل بہ رجلا

وہ غار شریف میں دو میں کے دوسرے تھے جس حال میں کہ دشمن پہاڑ پر چڑھ کر ان کے گرد پھرا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے۔ لوگوں کو خوب معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلق میں سے کسی کو آپ رضی اللہ عنہ کے برابر نہیں فرمایا۔

یہ شعر سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ آپ کے دندان پیس ظاہر ہو گئے۔ اور فرمایا "حسان! تم نے سچ کہا۔ وہ حقیقت میں ہیں بھی ایسے۔"[1]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شان:

(۲) وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ". (نور ع ۳)

اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں کشایش والے اس سے کہ دیویں ناتے والوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں۔ اور چاہئے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کر دے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

یہ آیت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے۔ موضح القرآن میں ہے کہ "جب طوفان بولنے والے جھوٹے پڑے اور ان کو حد ماری گئی اسی کوڑے۔ جو ان میں دو تین مسلمان تھے۔ ایک شخص تھا مسطح ابو بکر صدیق کا بھانجا مفلس۔ یہ اس کی خبر لیتے تھے۔ اب سے قسم کھائی کہ اس کو کچھ نہ دوں گا۔ اللہ نے اس کی سفارش

---

[1] طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للسبکی۔ جزو اول۔ ص ۱۳۱۔ زرقانی علی المواہب بحوالہ ابن عدی وابن عساکر بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ ہجرۃ المصطفیٰ واصحابہ المدینۃ۔

کر دی کہ وہ تھا مہاجرین سے اہل بدر سے۔ بڑائی والے کہا صدیق اکبر کو۔ جو ان کی بڑائی نہ مانے وہ اللہ سے جھگڑے۔ پھر انہوں نے قسم کھائی کہ جو دیتا تھا وہ کبھی نہ بند کروں گا۔'' حکیم سنائی فرماتے ہیں ؎

بود چنداں کرامت و فضلش — کہ اولوالفضل خواند ذولا فضلش
صورت و سیرتش ہمہ جاں بود — زاں زچشم عواں پنہاں بود
روز و شب سال و ماہ ہمہ درکار — ثانی اثنین اذ ہما فی الغار

سچی بات کی تصدیق کرنے والے:

(۳) وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَ صَدَّقَ بِهٖ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ (زمر۔ع۴)

اور جو لایا سچی بات اور سچ مانا جس نے اس کو وہی لوگ ہیں پرہیزگار۔

اس آیت میں بقول حضرت علی مرتضےٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ جو سچی بات لائے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور جس نے تصدیق کی وہ صدیق اکبر ہیں۔

متقی و پرہیزگار:

(۴) وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَی ۝ اَلَّذِیْ یُؤْتِیْ مَالَهٗ یَتَزَکّٰی ۝ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی ۝ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی ۝ وَلَسَوْفَ یَرْضٰی۔ (سورہ لیل)

اور بچایا جاوے گا اس سے وہ بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا مال پاک ہونے کو اور نہیں کسی کا اس پر احسان کہ بدلہ دیا جائے مگر واسطے چاہنے رضامندی اپنے پروردگار بلند کی۔ اور بے شک وہ آگے راضی ہوگا۔

افضلیت:

یہ آیتیں بالاتفاق حضرت صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ ان میں صراحت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اتقیٰ ہیں۔ جو اتقی ہو۔ وہ اللہ کے نزدیک اکرم ہے۔ چنانچہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰکُمْ. اور جو اکرم ہو۔ وہ افضل ہوتا ہے۔ پس حضرت ابوبکر صدیق باقی امت سے افضل ثابت ہوئے۔ حضرت صدیق اکبر نے جس طرح اپنا مال راہ خدا میں خرچ کیا۔ اس کا بیان عنقریب آتا ہے۔

آیت مذکور بالا کے سوا اور آیتیں بھی ہیں جو حضرت صدیق اکبر کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔ آپ کی خلافت راشدہ کے ثبوت میں جو آیات وارد ہیں وہ علاوہ ہیں۔ نظر بر اختصار ہم ان کو یہاں نقل نہیں کرتے۔

احادیث مبارکہ کی روشنی میں:

آیات قرآن کریم کے علاوہ آپ کے مناقب میں احادیث بکثرت آئی ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ نیز فرمایا کہ ہم نے ہر ایک کے احسان کا بدلہ دیا ہے۔ مگر ابوبکر کا احسان ایسا ہے کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔ اور یہ بھی فرمایا کہ میرے نزدیک ابوبکر مردوں میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ نیز حضرت صدیق سے ارشاد فرمایا۔ انت عتیق اللہ من النار[1]۔ جس کے باعث آپ کا لقب عتیق ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ اے ابوبکر! تم میری امت میں سب سے پہلے بہشت میں داخل ہوگے۔

خصوصی مقام:

آپ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ کو ضمیمت کبریٰ حاصل تھی۔ ضمیمت سے مراد یہ ہے کہ ایک ولی دوسرے کے ضمن میں ہو۔ پس جو کمال پہلے کو حاصل ہوتا ہے۔ دوسرا بے اختیار اس میں شریک ہوتا ہے۔ جس طرح بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو اپنے پیٹ میں لے لیتی ہے۔ جس جگہ وہ سیر کرتی ہے۔ چھوٹی بے اختیار اس سیر میں شریک ہوتی ہے۔ اگر ایک ولی کی ضمیمت دوسرے ولی کو حاصل ہو تو اسے ضمیمت کبریٰ بولتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ضمیمت کبریٰ حاصل تھی۔ اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا صَبَّ

---

[1] تو اللہ کا آتش دوزخ سے آزاد کیا ہوا ہے۔

اللّٰہُ فِیْ صَدْرِیْ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ [1] یعنے حقائق ومعارف میں سے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں ڈالا ہے وہی میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔

آنچہ بوزاز بارگاہِ کبریا ریخت در صدر شریف مصطفا
آن ہمہ در سینہ صدیق ریخت لا جرم تا بود زو تحقیق ریخت

آپ سفر وحضر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہیں۔ اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انور بابی ہووامی کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ ہجرت کے وقت آپ غار میں ثانی اور بدر کے دن عریش میں ثانی اور موت کے بعد قبر میں بھی ثانی ہیں۔

آپ کے اخلاق حمیدہ میں سے بعضے اوصاف کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ نظر بر اختصار صرف چند جزئیات اور پیش کی جاتی ہیں۔

سب سے زیادہ جانثار:

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وفات شریف سے پانچ روز پیشتر جمعرات کے دن نماز ظہر کے بعد) لوگوں میں خطبہ دیا اور فرمایا کہ اللہ نے ایک بندے کو دنیا اور ماعنداللہ (جو کچھ اللہ کے پاس ہے) میں اختیار عطا فرمایا۔ اس بندے نے ماعندا للہ کو اختیار کیا۔ یہ سن کو حضرت ابوبکر رو پڑے۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک بندے کی خبر دے رہے ہیں جس کو اختیار دیا گیا ہے (یہ رونے کی کیا بات ہے)۔ مگر ابوبکر ہم میں اعلم تھے۔ وہ سمجھ گئے کہ وہ بندہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں مجھ پر سب سے زیادہ جان ومال صرف کرنے والوں میں ابوبکر ہیں۔ اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ لیکن اخوت ومحبت اسلام باقی ہے۔ مسجد کے رخ ابوبکر کے دریچہ کے سوا کوئی دریچہ غیر مسدود نہ رہنے پائے۔ [2]

---

[1] مکتوبات قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ۔
[2] صحیح بخاری۔ باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکر۔

آیت کے بھید سے آگاہی:

امام فخر رازی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیہ الیوم اکملت لکم دینکم صحابہ کرام کو سنائی تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اور انہوں نے اظہار مسرت کیا۔ مگر حضرت ابوبکر رو پڑے۔ ان سے رونے کا سبب دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ یہ آیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کے قرب پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ کمال کے بعد زوال ہی ہوا کرتا ہے۔ اس سے حضرت ابوبکر صدیق کا کمال علم معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس آیت کے اس سر پر آپ کے سوا کوئی صحابی واقف نہ ہوا۔ [1]

لشکر اسامہ کی روانگی:

جمادی الاولےٰ ۸ھ میں جنگ موتہ میں مشرکین روم وعرب نے حضرت زید بن حارثہ کو شہید کر دیا تھا۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض موت میں رومیوں سے جہاد کرنے اور حضرت زید کا بدلہ لینے کے لئے ایک لشکر تیار کیا۔ جس میں اعیان مہاجرین وانصار صدیق اکبر۔ فاروق اعظم۔ ابوعبیدہ بن جراح۔ سعد بن ابی وقاص۔ سعید بن زید۔ قتادہ بن النعمان۔ سلمہ بن اسلم وغیرہ شامل تھے۔ اور حضرت اسامہ بن زید کو اس لشکر کا سردار مقرر کیا اور اپنے دست مبارک سے حضرت اسامہ کے لئے جھنڈا تیار فرمایا۔ پنجشنبہ کے دن ۸ ربیع الاول کو آپ نے حضرت ابوبکر صدیق کو بلا کر خلیفہ نماز مقرر فرمایا۔ چنانچہ وفات شریف تک وہی نماز پڑھاتے رہے۔ متعینان لشکر مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر مقام جرف میں جمع ہو رہے اور کوچ کرنے کو ہی تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہو گیا۔ اس لئے لشکر واپس مدینہ منورہ میں آگیا۔ اسی اثناء میں خبر لگی کہ عرب کے کئی قبیلے دین اسلام سے پھر گئے ہیں اور بعضوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ بنابریں بعض اصحاب نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا کہ ایسی حالت میں ایسے لشکر جرار کا دور دراز مہم پر بھیجنا خلاف مصلحت ہے۔ حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے خلاف نہیں کر سکتا۔

---

[1] تفسیر کبیر۔ جزء ثالث۔ تحت الیوم اکملت لکم الآیہ۔
[2] یہ تاریخ بارہ قول جمہور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ۱۲ ربیع الاول کو تھا۔

نہیں کرسکتا۔ آپ نے حضرت اسامہ کی اجازت سے حضرت عمر فاروق کو مشورہ کیلئے اپنے پاس رکھ لیا۔ غرض وہ لشکر بسر کردگی اسامہ ملک شام کو روانہ ہوگیا اور مظفر و منصور واپس آیا۔

مرتدین سے جہاد:

آپ نے لشکر اسامہ کی روانگی کے ساتھ ہی مرتدین سے جہاد کا حکم دیا۔ یہ مرتدین عرب کے مختلف مقامات میں تھے۔ آپ نے سرایا بھیج کر ان سب کو زیر کیا اور ان کے ارتداد کا انسداد کیا۔

منکرین زکوٰۃ سے جہاد:

اسی طرح منکرین زکوٰۃ کے ساتھ بھی جہاد کی تیاری کی گئی۔ حضرت عمر فاروق نے کہا آپ لوگوں سے کیسے قتال کریں گے۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ فمن قال لا الٰہ الا اللہ عصم منی مالہ ونفسہ الا بحقہ و حسابہ علی اللہ. (مشکوٰۃ کتاب الزکوٰۃ)

مجھے حکم دیا گیا کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ کہیں لا الہ الا اللہ۔ جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا۔ اس نے مجھ سے اپنا مال اور جان بچائی۔ مگر بحق اسلام (دیت قصاص وغیرہ) اور اس کا حساب خدا پر ہے۔

یہ سن کر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا ''خدا کی قسم میں ضرور جہاد کروں گا ان لوگوں سے جنہوں نے نماز و زکوٰۃ کے درمیان فرق کیا۔ کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے۔ خدا کی قسم! اگر وہ بزغالہ یک سالہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے مجھے نہ دیں تو میں ان کے منع پر ضرور ان سے قتال کروں گا'' حضرت عمر فاروق نے فرمایا ''خدا کی قسم! اس حجت میں میں نے دیکھ لیا کہ اللہ تعالےٰ نے ابوبکر کو قتال کے لئے شرح صدر عطا فرمایا ہے۔ پس میں نے پہچان لیا کہ قتال ہی حق ہے'' ایک روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق نے کہا۔ اے خلیفۂ رسول اللہ! لوگوں سے

والفت کیجئے۔ یہ سن کر حضرت صدیق اکبر نے جواب دیا:

اجبار فی الجاھلیۃ وخوار فی الاسلام.

کیا آپ امر جاہلیت میں جبار و قہار اور کاروبار اسلام میں سست بنتے ہیں۔[1]

بعض روایت میں وارد ہے کہ دیگر صحابہ کرام حتیٰ کہ حضرت علی مرتضیٰ نے بھی حضرت صدیق اکبر کو جہاد سے منع کیا اور کہا کہ عہد خلافت کا آغاز ہے اور مخالفین کی جماعت کثیر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کارخانہ اسلام میں کوئی خلل و فتور واقع ہو۔ توقف و تاخیر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ مگر صدیق اکبر نے جواب دیا کہ میں جہاد سے رک نہیں سکتا۔ اگر تمام لوگ ایک طرف ہو جائیں تو میں تنہا جہاد کروں گا۔ آخر کار تمام صحابہ کرام نے آپ سے اتفاق کیا اور کامیابی کے ساتھ جہاد کیا۔

روایت مذکورہ بالا سے حضرت صدیق اکبر کا اشجع الاصحابہ اور اعلم الصحابہ ہونا ثابت ہے۔

فیاضی و دریا دلی:

حضرت ابوبکر صدیق نے اسلام لاتے ہی اپنا مال جو چالیس ہزار درہم تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ چنانچہ وہ مال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اور حضور انور کے حکم سے مسلمانوں پر صرف ہوتا رہا۔ آپ نے سات[2] مرد و زن کو جو اسلام کے سبب سے کفار کے ہاتھ سے سخت بدنی تکلیفیں اٹھا رہے تھے بھاری داموں پر خرید کر آزاد کر دیا۔ ہجرت مدینہ تک تیرہ سال میں جو کچھ آپ نے تجارت میں کمایا۔ وہ بھی اعانت اسلام میں کام آیا۔ جب ہجرت کا وقت آیا تو اس وقت پانچ ہزار درہم آپ کے پاس تھے۔ وہ مہم ہجرت اور زمین مسجد کی خرید اور دیگر وجوہ خیرات میں صرف ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

ما نفعنی مال احد قط مانفعنی مال ابی بکر.

مجھے کسی کے مال نے وہ نفع نہیں دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔

---

[1] مشکوٰۃ۔ باب فی مناقب ابی بکر الصدیق۔

[2] یعنی حضرت بلال حبشی۔ عامر بن فہیرہ۔ زنیرہ رومیہ۔ نہدیہ۔ دختر نہدیہ۔ ابو عبیس۔ کنیز بنی مؤمل رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔)

وجہ یہ کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور ابو طالب کا مال جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ میں آیا وہ فقط خوراک و پوشاک اور صلہ رحم و مہمان نوازی اور محتاجوں کی خبر گیری کے لئے تھا۔ اور صدیق اکبر کا مال شوکت اسلام کی زیادتی اور کفار کے ہاتھ سے مسلمانوں کی خلاصی اور ضعفائے اہل اسلام کی اعانت میں کام آیا۔ ان ہر دو مصارف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

حالتِ فقر:

جب حضرت صدیق اکبر کا مال تمام خرچ ہو گیا اور ان پر فقر نے غلبہ پایا تو ایک روز بجائے کرتہ کے کمبل کو ایک خلال سے مربوط کر کے گلے میں ڈال کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور پوچھا کہ یا محمد! باوجود اس قدر مالداری کے ابوبکر کا کیا حال ہو گیا کہ فقیری کا لباس پہنے بیٹھا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا کہ اس نے اپنا تمام مال مجھ پر اور راہ خدا میں خرچ کر دیا اور مفلس ہو گیا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ خدا تعالےٰ نے ابوبکر کو سلام بھیجا ہے۔ اور ان سے دریافت فرماتا ہے کہ بتاؤ اس فقر میں تم مجھ سے راضی ہو یا کچھ کدورت رکھتے ہو؟ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق پر وجد کی حالت طاری ہو گئی اور جواب میں عرض کیا کہ میں اپنے پروردگار سے کس قسم کی کدورت رکھ سکتا ہوں؟ اور بار بار یوں نعرہ مارتے تھے:۔

انا عن ربی راضٍ انا عن ربی راضٍ

میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں[1]

اللہ و رسول کافی ہے:

حضرت عمر فاروق کا بیان ہے کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ راہِ خدا میں صدقہ دو۔ اتفاقاً اس وقت میرے پاس بہت سا مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر ممکن ہو تو میں آج ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا۔ پس میں اپنا آدھا مال لایا۔ رسول اللہ

[1] تفسیر عزیزی وغیرہ۔

صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تم اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر اپنا تمام مال جو ان کے پاس تھا لے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم اپنے اہل و عیال کے لئے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ فقط خدا اور رسول کو چھوڑ آیا ہوں (یعنی فضل خدا و اعانت رسول میرے واسطے کافی ہے) یہ سن کر میں نے کہا کہ میں کبھی ابوبکر سے سبقت نہیں لے جا سکتا[1] القصہ حضرت صدیق اکبر اجواد الصحابہ تھے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

تقویٰ و پرہیز گاری:

حضرت عائشہ صدیقہ کا بیان ہے کہ حضرت ابوبکر کا ایک غلام تھا۔ وہ کما کر لاتا۔ آپ اس میں سے کھالیا کرتے تھے۔ ایک دن وہ کوئی چیز لایا۔ آپ نے اس میں سے کھالیا۔ غلام نے کہا کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کیا کھایا ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے جاہلیت میں ایک شخص کو بطور کاہن غیب کی خبر دی تھی۔ آج وہ مجھے مل گیا تھا۔ اس نے کہانت کے بدلے مجھے کچھ ہدیہ دیا تھا۔ آپ نے اسی میں سے کھایا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر نے اپنا ہاتھ منہ میں ڈال کر جو کچھ کھایا تھا قے کر دیا[2]

قے کر دی:

عبدالرزاق نے بروایت ابن سیرین نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چند اصحاب ایک پانی پر اترے ہوئے تھے۔ حضرت نعیمان بن عمرو انصاری پانی والوں سے کہا کرتے تھے کہ آئندہ ایسا ہوگا۔ وہ حضرت نعیمان کے پاس دودھ اور کھانا لاتے۔ جسے آپ اپنے ساتھیوں کے پاس بھیج دیا کرتے۔ حضرت ابوبکر صدیق کو خبر لگی۔ تو فرمایا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ میں اس دن سے نعیمان کی کہانت سے کھاتا ہوں"۔ یہ فرما کر جو کچھ پیٹ میں تھا قے کر دیا[3]۔

[1] مشکوٰۃ۔ باب فی مناقب ابی بکر الصدیق
[2] صحیح بخاری۔ باب ایام الجاہلیہ۔
[3] اصابہ۔ ترجمہ نعیمان بن عمرو انصاری۔

وصال سے قبل وصیت:

تاریخ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ جب حضرت ابوبکر کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ سے فرمایا کہ جب سے ہم مسلمانوں کے امور کے متکفل ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا درہم و دینار نہیں لیا۔ ہاں ان کا نیم کوفتہ طعام کھایا ہے اور موٹے کپڑے پہنے ہیں۔ اب ہمارے پاس مسلمانوں کے مال میں سے سوائے اس غلام اس اونٹ اور اس چادر کے کچھ نہیں ہے۔ جب میں مرجاؤں تو اس تمام کو حضرت عمر کے پاس بھیج دو۔ جب آپ نے وفات پائی تو حضرت صدیقہ نے وصیت پر عمل کیا۔ حضرت فاروق یہ دیکھ کر رو پڑے یہانتک کہ آپ کے آنسو زمین پر ٹپک پڑے۔ آپ بار بار فرماتے:۔

رحم اللہ ابا بکر لقد اتعب من بعدہ

خدا ابوبکر پر رحم کرے انہوں نے بے شک اپنے جانشینوں کو مشقت میں ڈال دیا ہے۔

پھر حکم دیا کہ یہ سب لے لیا جائے۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف نے حضرت فاروق اعظم سے کہا۔ سبحان اللہ! آپ ابوبکر کے عیال سے غلام اور آبکش اونٹ اور پرانی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہیں چھین رہے ہیں۔ کاش آپ واپس کردیں۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروق نے فرمایا۔ ''قسم ہے اس ذات کی جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا ہے۔ یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔''

تقویٰ کی عظیم مثال:

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ کی بیوی نے حلوہ کھانا چاہا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمارے پاس وہ چیز نہیں جس سے حلوا خریدلیں۔ بیوی نے جواب دیا کہ میں چند روز میں اپنے نفقہ میں سے اس قدر بچالوں گی کہ جس سے حلوا خریدا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ بچالو۔ بیوی نے ایسا ہی کیا اور بہت سے دنوں میں تھوڑی سی بچت ہوئی۔ جب بیوی نے آپ کو بچت کی اطلاع دی تا کہ اس سے حلوہ خریدلیں۔ تو آپ نے اس بچت کو لے کر بیت المال میں داخل کردیا اور فرمایا کہ یہ ہمارے نفقہ سے زائد ہے۔ اور اپنے نفقہ میں سے اتنا ساقط کردیا جتنا کہ بیوی نے روزانہ خرچ میں کمی کی تھی۔ اور مقدار زائد کو بیت المال میں بھیج دیا۔ قسم بخدا کہ یہ غایت درجہ کا تقویٰ ہے جس سے

زیادہ نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام نے بجا کیا کہ آپ کو اپنا سردار و خلیفہ بنایا۔

بکریوں کا دودھ دوہنا:

حضرت صدیق اکبر کا مکان مقام سخ میں[1] میں آپ کی زوجہ حبیبہ بنت خارجہ خزرجیہ کے پاس تھا۔ آپ نے بیعت خلافت کے بعد چھ مہینے وہیں قیام رکھا۔ آپ وہاں سے مدینہ پیدل آتے اور بعض وقت گھوڑے پر سوار ہوتے اور تہ بند اور پھٹی پرانی چادر اوڑھتے۔ اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ آپ تاجر تھے ہر روز خرید و فروخت کیلئے بازار جاتے۔ آپ کے پاس بکریوں کا گلہ تھا۔ جسے بعض وقت آپ خود چراتے اور بعض وقت کوئی اور چراتا۔ آپ اپنے قبیلے کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔ جب آپ کو خلافت مل گئی تو قبیلہ کی ایک لڑکی نے کہا کہ اب ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ نہ دوہے گا۔ آپ نے جو یہ سنا تو فرمایا کہ مجھے اپنی زندگی کی قسم! میں تمہاری بکریوں کا دودھ ضرور دوہ دیا کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ میری خلافت سے میرے خلقِ سابق میں کچھ تغیر پیدا نہ ہوگا۔ چنانچہ آپ بدستور سابق ان کی بکریوں کا دودھ دوہا کرتے تھے۔

بڑھیا کے گھر کا کام:

خلافت صدیقی میں حضرت عمر فاروق رات کو مدینہ منورہ کے بعض اطراف میں ایک اندھی بڑھیا کے ہاں پانی وغیرہ لانے کے خیال سے حاضر ہوتے۔ مگر اس کے سب کام تیار پاتے۔ ان کو تلاش ہوئی کہ اس کا کام مجھ سے پہلے کون کر جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت صدیق اکبر کر جاتے ہیں۔

بیت المال سے نفقہ

بیعت خلافت سے چھ ماہ بعد آپ نے مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کی۔ اور فرمایا کہ میری قوم کو معلوم ہے کہ میں (کپڑے کی) تجارت کیا کرتا تھا۔ جس سے میرے اہل و عیال کا گزارہ ہوتا تھا۔ اب امورِ مسلمین میرے متعلق ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ تجارت کے ساتھ امور

---

[1] یہ مقام مدینہ منورہ کے ایک طرف واقع تھا۔ اور اس کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دولتخانہ کے درمیان ایک میل کا فاصلہ تھا۔

خلافت انجام نہیں پا سکتے۔ ان کے لئے فارغ البالی اور توجہ درکار ہے۔ اس لئے ابوبکر کے اہل و عیال و تابعین بیت المال میں سے کھائیں گے۔[1] اس واسطے آپ نے تجارت کو چھوڑ دیا۔ اور بیت المال سے نفقہ لینے لگے۔ جو آپ کے لئے اور آپ کے اہل و عیال اور حج و عمرہ کے لئے کفایت کرتا۔ صحابہ کرام نے جو آپ کے لئے معین کیا وہ چھ ہزار درہم سالانہ تھے۔ اور کہا گیا ہے کہ آپ کا کفاف معین کیا تھا۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو وصیت کی کہ میری زمین بیچ دی جائے اور اس کی قیمت اس نفقہ کے عوض میں صرف کر دی جائے جو میں نے مسلمانوں کے مال میں سے لیا ہے۔

اولیت:

آپ پہلے حاکم ہیں جن کے لئے رعیت نے نفقہ معین کیا اور پہلے حاکم ہیں جن کو خلیفہ کہا گیا اور پہلے خلیفہ ہیں جن کو ان کے والد بزرگوار کی زندگی میں خلافت ملی اور پہلے شخص ہیں جنہوں نے قرآن کو مصحف قرآن کہا۔

سنت مطہرہ کی پیروی:

حضرت صدیق اکبر کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا کمال شوق تھا۔ اس کا اندازہ اس گفتگو سے لگ سکتا ہے جو وفات شریف سے چند گھنٹے پیشتر آپ کے اور آپ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہ کے درمیان ہوئی۔ اور وہ یہ ہے۔[2]

صدیق اکبر۔ تم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنے کپڑوں میں دفن کیا؟

صدیقہ۔ موضع سحول کے تین سفید کپڑوں میں جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

صدیق اکبر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس دن وفات پائی؟

صدیقہ۔ دوشنبہ کے دن۔

صدیق اکبر۔ آج کونسا دن ہے؟

---

[1] مشکوٰۃ بحوالہ صحیح بخاری۔ باب رزق الولاۃ۔

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الجنائز۔ باب موت یوم الاثنین۔

صدیقہ۔ دوشنبہ۔

صدیق اکبر۔ مجھے توقع ہے کہ میری موت اس وقت اور رات کے درمیان ہوگی (اپنے بدن کے کپڑے پر زعفران کا نشان دیکھ کر) میرے اس کپڑے کو دھو ڈالنا۔ اور اس پر دو نئے کپڑے اور زیادہ کرنا اور مجھے ان دونوں میں کفنا دینا۔

صدیقہ۔ یہ کپڑا تو پرانا ہے۔

صدیق اکبر۔ زندہ مردے کی نسبت نئے کا زیادہ استحقاق رکھتا ہے۔ یہ تو صرف پیپ کے لئے ہے۔

حضرت صدیق اکبر کا سوال حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن و یوم وفات شریف کی نسبت اس واسطے کہ آپ کی آرزو تھی کہ کفن و یوم وفات میں بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی موافقت نصیب ہو۔ حیات میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع تھا ہی۔ وہ ممات میں بھی آپ ہی کا اتباع چاہتے تھے۔ اللہ اللہ یہ اتباع۔ کیوں نہ ہو۔ صدیق اکبر تھے۔ رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔

آپ فرماتے ہیں کہ جس امر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمل کیا کرتے تھے۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑتا۔ اگر میں حضور کے حال سے کسی امر کو چھوڑ دوں تو مجھے ڈر ہے کہ سنت سے منحرف ہو جاؤں گا۔[1]

کرامات کا بیان

آپ کی کرامتوں میں سے جو مجھے معلوم ہوئی وہ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

کھانے میں برکت:

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا بیان ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے ہاں دو شخصوں کا کھانا ہو۔ وہ تیسرے کو اصحاب صفہ میں سے اپنے ساتھ لے جائے۔ اور جس کے ہاں تین کا کھانا ہو وہ چوتھے کو لے جائے۔ اور جس کے ہاں چار کا کھانا ہو وہ پانچویں کو یا چھٹے کو بھی لے جائے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب صفہ میں سے دس کو اپنے ہاں لے گئے اور حضرت ابوبکر تین کو لے گئے اور ان کو گھر چھوڑ آئے۔ آپ

---

[1] نسیم الریاض بحوالہ ابوداؤد بخاری۔

نے شام کا کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں کھایا اور وہیں ٹھہرے رہے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشا پڑھی اور رات کا ایک حصہ گذرنے پر گھر واپس آئے۔ آپ کی بیوی (ام رومان) نے پوچھا کہ آپ نے اپنے مہمانوں کی خبر کیوں نہ لی۔ فرمایا کہ تو نے ان کو کھانا نہیں کھلایا۔ اس نے کہا کہ کھانا ان پر پیش کیا گیا اور ہر چند کہا گیا کہ تناول فرمایئے۔ مگر انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب تک ابو بکر نہ آئیں ہم نہیں کھائیں گے۔ یہ سن کر آپ خفا ہوئے اور مجھے سخت سست کہا۔ اور فرمایا کہ میں اسے نہیں کھانے کا۔ آپ کی بیوی نے کہا میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ مہمانوں نے کہا کہ جب تک گھر والے نہ کھائیں گے ہم بھی نہ کھائیں گے۔ آخر حضرت ابو بکر نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا پھر باقی سب نے پیٹ بھر کر کھایا وہ جو لقمہ اٹھاتے تھے کھانا اس کے نیچے سے اور زیادہ ہو جاتا تھا! اخیر میں حضرت ابو بکر نے جو نگاہ کی تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھانا اتنا ہی ہے جتنا شروع میں تھا یا اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے اپنی بیوی سے کہا۔ اے بنو فراس کی بہن! یہ کیا معاملہ ہے۔ وہ بولی کہ مجھے اپنے قرہ عین کی قسم کہ کھانا اب پہلے سے تگنا ہے۔ بعد ازاں آپ نے وہ کھانا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بھیج دیا اور وہ صبح تک حضور کے ہاں رہا۔ ایک قوم سے ہمارا عہد تھا۔ اس کی میعاد گزر چکی تھی۔ وہ مدینہ میں آ گئے۔ ہم نے ان میں سے بارہ اشخاص کو ان کے عریف بنایا۔ ہر ایک عریف کے ماتحت اشخاص تھے۔ جن کی تعداد خدا کو معلوم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک عریف کے ہاتھ اس کھانے میں سے اس کے اصحاب کا حصہ بھیج دیا۔ اس طرح تمام لشکر نے سیر ہو کر کھایا[1]۔ یہ تکثیر طعام حضرت صدیق اکبر کی کرامت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

بیٹی کی ولادت کی خبر دینا:

حضرت عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے مجھے عوالی مدینہ کے ایک گاؤں میں اپنے مال میں سے کھجور کے درخت عطا کئے

[1] صحیح بخاری کتاب الادب۔ باب قول الضیف لصاحبہ لا آکل حتی تاکل۔ نیز کتاب المناقب۔ باب علامات النبوۃ فی الاسلام اور کتاب مواقیت الصلوۃ۔ باب السمر مع الاہل والضیف۔

ان میں سے ایک فصل میں بیس وسق کھجوریں اترتی تھیں[1]۔ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا۔ اے پیاری بیٹی! اللہ کی قسم مجھے اپنے بعد وارثوں میں تیری نسبت کسی کی دولتمندی پسند نہیں۔ اور نہ تیری نسبت کسی کا فقر مجھے زیادہ ناگوار ہے۔ میں نے تجھے اپنے مال میں سے بیس وسق آمدنی والے کھجور کے درخت ہبہ کئے تھے۔ اگر تو ان پر قبضہ کر لیتی تو وہ تیری ملک ہو جاتے۔ وہ آج وارثوں کا مال ہیں اور وہ وارث (علاوہ تیرے) تیرے دونوں بھائی اور دونوں بہنیں ہیں۔ تم ان کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا۔ یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔ ابا جان۔ اللہ کی قسم اگر وہ مال موہوب اس سے بھی زیادہ ہوتا میں اسے چھوڑ دیتی۔ (آپ نے دو بہنوں کا ذکر کیا) میری بہن تو فقط اسماء ہے۔ دوسری کون ہے؟ فرمایا کہ (حبیبہ) بنت خارجہ کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ میرے گمان میں لڑکی ہے۔ چنانچہ بنت خارجہ لڑکی ہوئی۔ استیعاب ابن عبدالبر میں ہے کہ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میرے دل میں القاء ہوا ہے کہ جو بچہ بنت خارجہ کے شکم میں ہے وہ لڑکی ہے۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد لڑکی ہی پیدا ہوئی۔ جس کا نام حضرت عائشہ صدیقہ نے ام کلثوم رکھا[2]۔ اس روایت میں حضرت ابو بکر صدیق کی دو کرامتیں مذکور ہیں۔ ایک تو یہ کہ آپ نے خبر دے دی کہ میری موت اسی مرض میں ہوگی۔ کیونکہ آپ نے فرمادیا کہ وہ آج وارثوں کا مال ہیں۔ دوسری یہ کہ آپ نے بتا دیا کہ میری اہلیہ حبیبہ کے ہاں سے لڑکی پیدا ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ یہ دونوں کرامتیں از قبیل اخبار بالمغیبات ہیں۔

غیبی آواز:

امام مستغفری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بالاسناد روایت کی کہ حضرت جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے وصیت کی تھی کہ میں جب مر جاؤں تو مجھے اس حجرے کے دروازے میں لے جاؤ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک ہے اور دروازہ کھٹکھٹاؤ اور اگر دروازہ کھل جائے تو مجھے اس میں دفن کر دو۔ حضرت جابر کا قول ہے کہ ہم آپ کا جنازہ وہاں لے گئے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور کہا کہ یہ ابو بکر ہیں ان کی آرزو تھی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

[1] ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ اور ایک صاع تقریباً ساڑھے تین سیر پختہ ہوتا ہے۔
[2] موطا امام محمد۔ باب النحلی۔

کے پاس دفن کئے جائیں۔اس پر دروازہ کھل گیا۔ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے کھولا۔اور آواز آئی کہ اندر لے آؤ اور عزت و تعظیم سے دفن کردو۔ہمیں آواز دینے والا نظر نہیں آیا۔[1]

حبیب کو حبیب کے پاس پہنچادو:

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر نے وفات پائی تو بعضوں نے کہا کہ ہم ان کو شہیدوں میں دفن کریں گے۔دوسروں نے کہا کہ ہم بقیع لے جائیں گے۔میں نے کہا کہ میں ان کو اپنے حبیب کے پاس دفن کردوں گی۔ہم اسی اختلاف میں تھے کہ مجھ پر نیند نے غلبہ کیا۔میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ضموا الحبیب الی الحبیب۔یعنی حبیب کو حبیب کے پاس پہنچادو۔جب میری آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ سب نے اس آواز کو سن لیا۔یہانتک کہ مسجد میں لوگوں نے بھی سنا۔[2]

رہزن کی توبہ:

ابو محمد شبنکی کا بیان ہے کہ شیخنا ابو بکر بن ہوار رضی اللہ عنہ بطائح (واسط و بصرہ کے درمیان) میں رہزنی کیا کرتے تھے۔اس کام میں آپ کے اور رفیق بھی تھے۔مگر آپ سرگروہ تھے۔مسافروں کا مال لوٹ کر باہم تقسیم کرلیا کرتے تھے۔ایک رات آپ نے سنا کہ ایک عورت اپنے شوہر سے کہہ رہی ہے کہ یہیں ٹھہر جاؤ۔مبادا ابن ہوار اور اس کے اصحاب ہمیں پکڑ لیں۔یہ سن کر آپ رو پڑے۔کہنے لگے کہ لوگ مجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اللہ تعالےٰ سے نہیں ڈرتا۔آپ نے اسی وقت توبہ کی۔آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی تائب ہوئے۔بعد ازاں آپ صدق و اخلاص کے ساتھ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے تئیں کسی ایسے شخص کے سپرد کریں جو خدا تک پہنچادے۔ان ایام میں عراق میں اہل طریقت میں سے کوئی مشہور شیخ موجود نہ تھا۔آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے خرقہ پہنایئے۔حضور علیہ الصلوٰۃ

[1] نفحات الانس نولکشوری ص ۱۷۔خطیب بغدادی نے یہی مضمون بروایت حضرت عائشہ صدیقہ نقل کیا ہے۔(خصائص کبریٰ للسیوطی۔جزء ثانی۔ص ۲۸۱)۔

[2] شواہد نبوت۔مولانا جامی۔نولکشوری ص ۱۵۰۔

والسلام نے فرمایا۔اے ابن ہوار! میں تیرا نبی ہوں اور یہ تیرے شیخ ہیں۔اور صدیق اکبر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔اے ابو بکر! اپنے ہم نام ابن ہوار کو خرقہ پہناؤ جیسا کہ میں نے حکم دیا ہے۔پس حضرت صدیق اکبر نے ابن ہوار کو پیراہن اور کلاہ پہنائی اور اپنا مبارک ہاتھ ان کے سر اور پیشانی پر پھیرا اور کہا۔بارک اللہ فیک۔اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ہوار سے یوں فرمایا:۔

''اے ابو بکر! تجھ سے عراق میں میری امت کے اہل طریقت کی مردہ سنتیں زندہ ہوں گی۔اور ارباب حقائق و دوستان خدا کی منزلوں کے مٹے ہوئے نشانات قائم ہو جائیں گے۔اور عراق میں مشیخت قیامت تک تجھ میں رہے گی۔تیرے ظہور سے عنایت باری تعالیٰ کی نرم ہوائیں چلنی شروع ہو گئی ہیں۔اور تیرے قیام سے عنایت ایزدی کی ٹھنڈی ہوائیں چھوڑ دی گئی ہیں۔''

جب ابن ہوار بیدار ہوئے تو وہی پیراہن اور کلاہ اپنے اوپر موجود پائی۔آپ کے سر پر جو پھوڑے تھے وہ سب ناپید ہو گئے تھے۔آفاق میں گویا یہ ندا کر دی گئی۔''ابن ہوار اللہ تک پہنچ گئے'' پس چاروں طرف سے خلق خدا آپ کی طرف متوجہ ہوئی اور قرب الٰہی کی علامتیں ظاہر ہو گئیں۔راوی (ابو محمد) کا قول ہے کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر تا تھا۔آپ بطیحہ میں اکیلے رہتے اور شیر آپ کے گرد ہوتے۔بعضے شیر آپ کے قدموں پر لوٹتے۔[1]

وصال مبارک:

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو صحابہ کرام عیادت کو آئے اور عرض کرنے لگے کہ ہم کسی طبیب کو بلاتے ہیں جو آپ کو دیکھے۔آپ نے فرمایا کہ طبیب نے مجھے دیکھ لیا ہے۔انہوں نے پوچھا کہ اس نے کیا کہا؟ فرمایا کہ اس نے یوں کہا ہے۔انی فعال لما ارید۔(میں کرنے والا ہوں جو چاہتا ہوں)۔

آپ نے سہ شنبہ کی رات مغرب و عشاء کے درمیان ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۳ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔اور صبح ہونے سے پیشتر حضرت عائشہ صدیقہ کے حجرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔آپ کی خلافت دو سال تین مہینے اور آٹھ دن

[1] [illegible] فی مطبوعہ مصر۔ص ۱۳۳۔

رہین۔ اس قلیل عرصہ میں یمامہ۔ اطراف عراق اور ملک شام کے بعض شہر فتح ہوئے۔ مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ اور قرآن مجید کو ایک مصحف میں جمع کیا گیا۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو آپ نے خطبہ دیا۔ جس میں خدا کی مناسب حمد و ثنا کے بعد فرمایا: ''امابعد اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنایا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیکی کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر بدی کروں تو مجھے سیدھا کرو۔ صدق امانت ہے اور کذب خیانت ہے۔ تم میں جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے۔ میں اسے اس سے حق لیکر چھوڑوں گا۔ انشاء اللہ۔ اور تم میں جو قوی ہے وہ میرے نزدیک ضعیف ہے۔ میں اس سے حق لے کر چھوڑوں گا۔ انشاء اللہ۔ جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے۔ خدا اس پر ذلت نازل کرتا ہے۔ اور جس قوم میں کوئی بُرائی شائع ہو جاتی ہے۔ خدا ان سب پر بلا بھیجتا ہے۔ تم میری اطاعت کرو جب تک کہ میں خدا اور رسول کی اطاعت کروں۔ پس جب میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کروں تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔'' (سیرت ابن ہشام)

مرض الموت میں وصیت:

یوسف بن محمد کا بیان ہے کہ مجھے خبر پہنچی کہ حضرت ابوبکر نے مرض موت میں وصیت کی اور حضرت عثمان سے کہا کہ لکھئے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ وہ ہے جس کی وصیت ابوقحافہ کے بیٹے ابوبکر نے دنیا سے جاتے اور آخرت میں داخل ہوتے ہوئے ایسے وقت میں کی جبکہ کافر سچ بولتا ہے اور خائن امانت ادا کرتا ہے۔ اور کافر ایمان لاتا ہے۔ (مضمون وصیت یہ) کہ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب کو خلیفہ بنایا ہے۔ اگر وہ عدل کرے تو یہ میرا اس کی نسبت گمان اور توقع ہے اور اگر وہ جور و ستم کرے تو میں غیب دان نہیں۔ اور ہر شخص کے لئے سزا ہے اس گناہ کی جو اس نے کیا۔ ''اور ظلم کرنے والے عنقریب معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔'' (شعراء۔ اخیر آیت)۔

عاجزی وانکساری:

آپ نے ایک پرندے کو درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھ کر فرمایا۔ اے پرندے! خوش رہو۔ خدا کی قسم کاش میں تیری مانند ہوتا کہ تو درخت پر بیٹھتا ہے۔ پھل کھاتا ہے پھر اڑ جاتا ہے۔ اور تجھ پر کوئی حساب و عذاب نہیں۔ خدا کی قسم کاش میں بجائے انسان ہونے کے راستے کی ایک طرف کا درخت ہوتا کوئی اونٹ میرے پاس سے گزرتا وہ پکڑ کر مجھے اپنے منہ میں ٹھونس لیتا۔ پھر چبا کر نگل جاتا۔ بعد ازاں مینگنیوں کی شکل میں نکال دیتا۔

(۲) جب لوگ آپ کی مدح کرتے تو آپ یوں کہتے ''خدایا۔ تو میرا حال میری نسبت بہتر جانتا ہے اور میں اپنا حال ان کی نسبت بہتر جانتا ہوں۔ خدایا تو مجھے بہتر بنا دے اس سے جو وہ گمان کرتے ہیں۔ اور میرے وہ گناہ بخش دے جو ان کو معلوم نہیں۔ اور جو وہ کہتے ہیں اس پر مجھے گرفت نہ کر۔''

(۵) جب آپ ایسا کھانا کھاتے جس میں شبہ ہوتا اور پھر آپ کو اس کا علم ہو جاتا۔ تو آپ اسے قے کر کے اپنے پیٹ سے نکال دیتے۔ اور یوں دعا کرتے۔ ''خدایا! جو کچھ رگوں نے پی لیا اور انتڑیوں کے ساتھ مل گیا تو اس پر مجھے مواخذہ نہ کرنا۔''

(۶) فرماتے کہ جب بندے میں کسی زینت دنیا پر ناز آجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس بندے کو دشمن رکھتا ہے یہانتک کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔

(۷) فرماتے اے گروہ مردم! خدا سے حیاء کرو۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے جب میں قضائے حاجت کے لئے جنگل میں جاتا ہوں تو خدا سے حیاء کے مارے اپنا سر ڈھانپ لیتا ہوں۔

(۸) امام نسائی نے اسلم (غلام عمر فاروق) سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر کو دیکھا کہ اپنی زبان کو ہاتھ سے پکڑے ہوئے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اسی نے مجھے ہلاکت کی جگہوں میں ڈال دیا ہے۔[1]

(۹) آپ کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اپنے ہمسایہ سے جھگڑ رہے تھے۔ آپ ان کے پاس

[1] الموطا امام مالک۔ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔

سے گزرے تو فرمایا کہ اپنے ہمسایہ سے نہ جھگڑو کیونکہ نیکی رہ جائیگی اور لوگ چلے جائیں گے۔

(۱۰) جب آپ کی اونٹنی کی مہار گر پڑتی تو آپ اسے بٹھا لیتے اور مہار اٹھا لیتے۔ حاضرین عرض کرتے کہ آپ نے ہمیں کیوں نہ حکم دے دیا آپ جواب دیتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہ کرنا۔

(۱۱) آپ جب کسی شخص کو صبر کی نصیحت کرتے تو فرماتے کہ صبر کے ساتھ کوئی مصیبت نہیں اور بے صبری سے کوئی فائدہ نہیں۔ موت اپنے مابعد سے آسان اور ماقبل سے سخت ہے۔

(۱۲) جب آپ نے حضرت خالد بن ولید کو مرتدین کی طرف جہاد کرنے کے لئے بھیجا تو فرمایا کہ موت کا حریص بن۔ تجھے حیات عطا ہوگی۔

(۱۳) جب آپ کو خبر لگی کہ اہل فارس نے پرویز کی لڑکی کو اپنا حکمران بنالیا ہے تو فرمایا کہ وہ لوگ ذلیل ہوگئے جنہوں نے اپنی حکومت ایک عورت کے ہاتھ میں دے دی۔

(۱۴) تجھ پر خدا کی طرف سے جاسوس ہیں جو تجھے دیکھتے ہیں۔

(۱۵) لوگوں میں خدا کا سب سے زیادہ فرمانبردار وہ بندہ ہے جو گناہ کا سب سے زیادہ دشمن ہو۔

(۱۶) قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میرے نزدیک اپنے خویش واقربا کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش واقرباء سے محبت رکھنا پسندیدہ تر ہے۔

(۱۷) اس قول میں کوئی خوبی نہیں جس سے رضائے خدا مراد نہ ہو۔ اور اس مال میں کوئی خوبی نہیں جو راہ خدا میں خرچ نہ کیا جائے۔ اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جس کی جہالت اس کے حلم پر غالب ہو۔ اور اس شخص میں کوئی خوبی نہیں جو ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرتا ہو۔

(۱۸) ابو صالح کا بیان ہے کہ جب حضرت ابو بکر کے عہد میں یمن کے لوگ آئے اور انہوں

نے قرآن شریف سنا تو رونے لگے۔ یہ دیکھ کر حضرت صدیق اکبر نے فرمایا کہ ہم بھی اس طرح رویا کرتے تھے۔ پھر ہمارے دل سخت ہوگئے۔ حافظ ابو نعیم اصفہانی نے کہا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے قوی اور مطمئن ہوگئے۔

(۱۹) ادراک کے حاصل کرنے سے عاجز آنا ادراک ہے۔

(۲۰) اللہ تعالےٰ تیرے باطن کا حال دیکھ رہا ہے جیسا کہ ظاہر کا حال دیکھ رہا ہے۔

(۲۱) اللہ تعالےٰ رحم کرے اس مرد پر جس نے اپنی جان سے اپنے بھائی کی مدد کی۔

(۲۲) تو اپنے تئیں جاہلیت کی غیبت سے دور رکھ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے غیبت کو جاہلیت کو اور اہل غیبت کو دشمن رکھا ہے۔

(۲۳) جب تجھ سے کوئی نیکی فوت ہو جائے تو اس کا تدارک کر۔ اور اگر کوئی بدی تجھے آگھیرے تو اس سے بچ جا۔

(۲۴) ہم ایک حرام میں پڑنے کے خوف سے ستر حلال کو چھوڑ دیا کرتے تھے۔

(۲۵) جو شخص بغیر توشہ کے قبر میں جائے اس نے گویا بغیر کشتی کے سمندر میں سفر کیا۔

(۲۶) آیہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (ظاہر ہوگیا فساد جنگ اور سمند میں۔ روم۔ ع) کی تاویل میں آپ کا قول ہے کہ جنگل سے مراد زبان اور سمندر سے مراد قلب ہے۔ جب زبان خراب ہو جاتی ہے تو انسان اس پر روتے ہیں۔ جب دل خراب ہو جاتا ہے تو اس پر فرشتے روتے ہیں۔

(۲۷) شہوت کے سبب سے بادشاہ غلام بن جاتے ہیں اور صبر سے غلام بادشاہ بن جاتے ہیں۔ حضرت یوسف وزلیخا کے قصہ پر غور کرو۔

(۲۸) جس شخص نے گناہوں کو ترک کیا۔ اس کا دل نرم ہوگیا۔ اور جس نے حرام کو ترک کیا اس کا فکر واندیشہ صاف ہوگیا۔

(۲۹) سب سے کامل عقل اللہ تعالےٰ کی خوشنودی کا اتباع اور اس کے غضب سے بچنا ہے۔

(۳۰) عاقل کے لئے کوئی مسافرت نہیں اور جاہل کے لئے کوئی وطن نہیں۔

(۳۱) تین چیزیں ہیں جس شخص میں وہ ہوں گی اس کو نقصان دیں گی۔ نافرمانی۔ عہد شکنی۔ مکر۔

(۳۲) تین چیزیں تین چیزوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ دولت مندی آرزوؤں سے۔ جوانی خضاب سے۔

(۳۳) جس شخص میں یہ چار خصلتیں ہوں وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے ہے۔ توبہ کرنے سے خوش ہو۔ گنہگار کے لئے مغفرت طلب کرے۔ مصیبت زدہ کے لئے دعا کرے۔ احسان کرنے والے کی مدد کرے۔

(۳۴) چار چیزیں چار چیزوں سے تمام و کامل ہو جاتی ہیں۔ نماز سجدہ سہو سے۔ روزہ صدقہ فطر سے۔ حج فدیہ سے اور ایمان حیاء سے۔

(۳۵) تاریکیاں پانچ ہیں اور ان کے چراغ پانچ ہیں۔ حب دنیا تاریکی ہے۔ اور اس کا چراغ تقویٰ ہے۔ گناہ تاریکی ہے اور اس کا چراغ توبہ ہے۔ قبر تاریکی ہے اور اس کا چراغ لا الہ الا اللہ ہے۔ آخرت تاریکی ہے اور اس کا چراغ نیک عمل ہے۔ پل صراط تاریکی ہے اور اس کا چراغ یقین ہے۔

(۳۶) ابلیس تیرے آگے کھڑا ہے۔ اور نفس تیرے دائیں طرف اور خواہش نفسانی بائیں طرف اور دنیا تیرے پیچھے اور اعضا تیرے گرد اور جبار جل جلالہ تیرے اوپر ہے۔ ابلیس تو تجھے ترکِ دین کی طرف بلا رہا ہے۔ اور نفس معصیت کی طرف اور خواہش نفسانی شہوتوں کی طرف اور دنیا آخرت کو چھوڑ کر اسے اختیار کرنے کی طرف اور اعضاء گناہوں کی طرف اور حضرت جبار جل جلالہ جنت و مغفرت کی طرف بلا رہا ہے۔ پس جس نے ابلیس کی سنی اس کا دین جاتا رہا۔ جس نے نفس کی سنی اس کی روح جاتی رہی۔ جس نے ہوائے نفس کی سنی اس کی عقل جاتی رہی۔ جس نے دنیا کی سنی اس سے آخرت جاتی رہی۔ جس نے اعضاء کی سنی اس سے بہشت جاتا رہا۔ جس نے اللہ تعالیٰ کی سنی اس سے تمام برائی جاتی رہی اور اس نے تمام نیکی کو حاصل کر لیا۔

(۳۷) بخیل کامل سات حالتوں میں سے ایک سے خالی نہیں ہوتا۔ وہ مر جائے گا اور اس کا

وارث ایسا شخص ہوگا جو اس کے مال کو فضول خرچی سے اڑا دے گا۔ اور طاعت خدا کے سوا کسی اور کام میں خرچ کرے گا۔ یا اللہ تعالیٰ اس پر کسی جابر شخص کو مسلط کر دے گا جو اس کا مال بلا اختیار اس سے چھین لے گا۔ یا کوئی شہوت نفسانی اس میں پیدا ہو جائے گی جس سے وہ اپنے مال کو ضائع کر دے گا۔ یا اسے گھر یا عمارت (جس کا انجام خرابی ہے) کے بنانے کا خیال آ جائے گا اور اس کا مال صرف ہو جائے گا۔ یا اس مال کو حوادث دنیا میں سے کوئی حادثہ پیش آئے گا۔ جیسا کہ جل جانا یا غرق ہو جانا یا چوری ہو جانا یا مثل ان کے کوئی اور حادثہ یا اس کو کوئی مرض دائمی عارض ہو جائے گا۔ جس کے سبب سے وہ اپنے مال کو دواؤں میں خرچ کر دے گا۔ یا وہ اپنے مال کو کسی جگہ دفن کر کے بھول جائے گا اور نہ پائے گا۔

(۳۸) آٹھ چیزیں آٹھ چیزوں کی زینت ہیں۔ پرہیزگاری زینت ہے فقر کی۔ شکر زینت ہے دولتمندی کی۔ صبر زینت ہے بلا کی۔ تواضع زینت ہے شرف و بزرگی کی۔ حلم زینت ہے عالم کی۔ فروتنی و عاجزی زینت ہے طالب علم کی۔ احسان نہ جتانا زینت ہے احسان کی۔ اور خشوع زینت ہے نماز کی۔

(۳۹) عابد تین قسم کے ہیں اور ہر قسم کی علامات ہیں جن سے وہ پہچانے جاتے ہیں۔ ایک قسم وہ ہیں جو بر سبیل خوف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو بر سبیل امید اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور تیسرے وہ ہیں جو بر سبیل محبت اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ قسم اول کے لئے تین علامتیں ہیں۔ عابد اپنے نفس کو حقیر سمجھے گا اور اپنی نیکیوں کو قلیل اور اپنی برائیوں کو کثیر خیال کرے گا۔ قسم دوم کے عابد کی تین علامتیں ہیں۔ وہ تمام حالتوں میں لوگوں سے پرہیز کرے گا۔ دنیا میں سب سے زیادہ غنی ہوگا۔ اور تمام خلق میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن رکھنے والا زیادہ ہوگا۔ تیسری قسم کے عابد کی تین علامتیں ہیں۔ وہ عطا کرے گا وہ چیز جسے وہ دوست رکھتا ہے۔ اور بجز رضائے خدا کسی چیز کی پرواہ نہ کرے گا۔ وہ رضائے خدا کے لئے خلاف نفس عمل کرے گا۔ اور تمام حالتوں میں امر و نہی میں اپنے پروردگار کے ساتھ ہوگا۔

(۴۰) امام مالک نے موطا میں بروایت یحییٰ بن سعید نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف فوجیں بھیجیں۔ آپ یزید بن ابی سفیان کو وداع کرنے نکلے تو ان سے فرمایا کہ میں تم کو دس باتوں کی وصیت کرتا ہوں۔ کسی لڑکے کو قتل نہ کرنا۔ کسی عورت کو قتل نہ کرنا۔ کسی بوڑھے کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھل والے درخت کو نہ کاٹنا۔ کسی بکری یا گائے بیل کے پاؤں نہ کاٹنا۔ مگر بغرض خوراک ذبح کر لینا۔ کسی بستی کو نہ جلانا اور نہ ویران کرنا۔ ہراساں نہ ہونا۔ بزدلی نہ کرنا۔ غنیمت میں خیانت نہ کرنا۔

❊❊❊

۳۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالےٰ عنہ

ابتدائی حالات:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ اصل آپ کی فارس سے ہے۔ آپ کا والد آتش پرست تھا۔ پہلے آپ دین مجوس سے بیزار ہو کر دین موسوی میں داخل ہو گئے۔ بعد ازاں دین نصاریٰ اختیار کیا۔ اور شام و روم میں رہبان نصاریٰ کی خدمت میں رہے۔ اور اس راہ میں تکالیف برداشت کیں۔ قریباً دس دفعہ نوبت بنوبت فروخت ہوئے۔ اخیر راہب جس کے پاس آپ تھے مرنے لگا۔ تو اُس نے آپ کو بشارت دی کہ مدینہ میں پیغمبر آخر الزمان کی بعثت کا زمانہ قریب آگیا ہے۔ تو ان کا دین اختیار کرنا۔ اس لئے راہب مذکور کے مرنے پر آپ نے مدینے کی راہ لی۔ راستے میں ایک شخص نے آپ کو غلامی کی تہمت میں گرفتار کر لیا۔ اور آپ بنو قریظہ کے ایک یہودی عثمان بن سہل کے ہاتھ فروخت ہوئے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے میں وارد ہوئے تو ہجرت کے پہلے ہی سال آپ نے دین اسلام اختیار کیا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد سے پانچویں سال ہجرت میں اس یہودی کی غلامی سے آزاد ہو گئے۔ جیسا کہ ''سیرت رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم'' مولفہ خاکسار میں مذکور ہے۔ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ سابقین چار ہیں۔ میں سابق عرب ہوں۔ صہیب سابق روم ہیں۔ سلمان سابق فارس ہیں اور بلال سابق حبشہ ہیں۔

مقام و مرتبہ:

حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ غزوہ خندق اور غزوات مابعد میں شامل ہوئے۔ غزوہ احزاب میں جب خندق کھودنے لگے تو حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام نے خندق مسلمانوں میں

تقسیم فرمادی۔ حضرت سلمان کے بارے میں مہاجرین وانصار میں اختلاف پیدا ہوا ہر ایک فریق کا دعویٰ تھا کہ سلمان ہم میں سے ہیں۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سلمان منا اھل البیت۔ آپ نجبائے صحابہ کرام میں سے اور اصحاب صفہ میں سے ہیں۔ آپ ان تین صحابیوں میں سے ہیں جن کا بہشت مشتاق ہے۔ آپ ان چار صحابیوں میں سے ہیں جن کو خدا دوست رکھتا ہے اور اپنے حبیب پاک کو ان کی دوستی کا ارشاد فرماتا ہے۔ آپ ان چار بزرگوں میں سے ہیں جن کی نسبت حضرت معاذ بن جبل نے اپنی وفات کے وقت وصیت کی کہ ان کے پاس علم تلاش کرنا۔

سادگی وقناعت:

آپ کو حضرت عمر فاروق نے مدائن کا گورنر بنادیا تھا۔ اور پانچ درہم سالانہ آپ کا وظیفہ مقرر کردیا تھا۔ جب آپ کو وظیفہ ملتا تو اسے راہِ خدا میں خرچ کردیتے۔ اور بوریا بافی سے اپنا گذارہ کرتے۔ آپ کا کوئی گھر نہ تھا۔ دیواروں اور درختوں کے سایہ میں رہا کرتے۔ ایک شخص نے عرض کیا۔ کہ میں آپ کی سکونت کے لئے گھر بنادیتا ہوں۔ فرمایا مجھے گھر کی ضرورت نہیں۔ اس نے اصرار کیا اور کہا کہ جس قسم کا گھر آپ کی طبیعت کے موافق ہے وہ مجھے معلوم ہے۔ فرمایا کہ بیان کر۔ اس نے عرض کیا۔ میں آپ کے لئے ایسا گھر بنادیتا ہوں کہ جب آپ اس میں کھڑے ہوں تو سر مبارک اس کی چھت سے لگے۔ اور جب پاؤں پھیلائیں تو پاؤں کی انگلیاں دیوار سے جا لگیں۔ فرمایا کہ درست ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی گھر تیار کردیا۔

آپ کے پاس ایک دھاری دار کملی تھی۔ جس کا کچھ حصہ آپ اوڑھ لیتے اور کچھ نیچے بچھا لیتے۔ گورنری کی حالت میں بھی یہی کملی آپ کے پاس رہتی۔ بعض ناواقف لوگ آپ کی ظاہری حالت دیکھ کر آپ سے بطور مزدور اپنا اسباب اٹھواتے۔ جب راستے میں ان کو معلوم ہوجاتا کہ یہ امیر شہر ہیں تو عذر کرتے کہ ہم خود اٹھا لیتے ہیں مگر آپ فرماتے کہ حسب وعدہ منزل تک پہنچا کر آؤں گا۔

وصال مبارک:

جب آپ کی وفات کا وقت آیا تو اپنی بیوی سے کہا کہ کچھ کستوری جو تمہارے پاس ہے اسے پانی میں گھول کر میرے سر کے گرد چھڑک دو کیونکہ اب ایک قوم آنے والی ہے جو نہ جن ہیں نہ انسان ہیں۔ آپ کی بیوی کا بیان ہے کہ میں آپ کا ارشاد بجالائی اور گھر سے باہر نکلی آواز آئی۔ السلام علیک یا ولی اللہ. السلام علیک یا صاحب رسول اللہ ۔ جب میں اندر آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ آپ کی روح مبارک پرواز کرگئی ہے۔ اور آپ ایسے لیٹے ہوئے ہیں کہ گویا سو رہے ہیں۔ آپ کی وفات ازحائی سو سال کی عمر میں (۱۰ رجب) ۳۳ھ میں شہر مدائن میں واقع ہوئی۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) آپ جب اپنی خادمہ کو کسی کام پر بھیجتے تو بجائے اس کے خود آٹا گوندھتے۔ اور فرماتے کہ ہم اس سے دو کام نہیں لیتے۔

(۲) آپ بوریا بافی (یا زنبیل بافی) کرتے۔ اور فرماتے کہ میں ایک درہم کے برگ خرما خریدتا ہوں۔ اور اس سے بوریا یا زنبیل تیار کرکے تین درہموں پر بیچ دیتا ہوں۔ ان میں سے ایک درہم برگ خرما کے لئے پس انداز کرلیتا ہوں۔ ایک درہم اپنے عیال پر خرچ کرتا ہوں اور ایک درہم خیرات کردیتا ہوں۔

(۳) گورنری کی حالت میں ایک جماعت آپ کے پاس آئی اور آپ بوریا بافی کررہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ یہ کام کیوں کررہے ہیں۔ حالانکہ آپ گورنر ہیں اور آپ کا وظیفہ مقرر ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ اپنے ہاتھ کی کمائی سے کھاؤں۔

(۴) مومن کا حال مثل اس بیمار کے ہے۔ جس کے ساتھ اس کا طبیب ہو۔ جو اس کی بیماری اور دوا کو جانتا ہے۔ جب مریض کسی مضر چیز کو چاہتا ہے تو وہ اسے منع کردیتا ہے اور کہہ دیتا ہے کہ اگر تم اسے کھاؤ گے تو ہلاک ہوجاؤ گے۔ اسی طرح مومن بہت سی چیزوں کو چاہتا ہے پس اللہ عزوجل اس کو ان سے روک دیتا ہے۔ یہانتک کہ وہ مرجاتا ہے اور بہشت میں داخل ہوجاتا ہے۔

(۵) تعجب ہے طالب دنیا پر جس کو موت طلب کر رہی ہے اور تعجب ہے اس غافل پر جس کو فراموش نہیں کیا گیا۔ اور تعجب ہے اس ہنسنے والے پر جو نہیں جانتا کہ اس کا پروردگار اس سے راضی ہے یا ناخوش۔

(۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے یہ عہد لیا کہ تمہارا روزینہ مثل توشۂ سوار کے ہو۔

(۷) سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ حضرت سلمان نے حضرت عبداللہ بن سلام سے کہا پیارے بھائی! ہم میں سے جو پہلے وفات پائے وہ دوسرے کو خواب میں دکھائی دے۔ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے؟ حضرت سلمان نے فرمایا کہ ہاں مومن بندے کی روح آزاد ہوتی ہے۔ زمین میں جہاں چاہتی ہے چلی جاتی ہے۔ اور کافر کی روح قید خانے میں ہوتی ہے۔ پس حضرت سلمان نے پہلے وفات پائی۔ حضرت عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت اپنی چارپائی پر قیلولہ کر رہا تھا میری آنکھ جو لگی تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت سلمان آئے ہیں۔ انہوں نے کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ۔ میں نے جواب میں کہا۔ وعلیک السلام ورحمۃ اللہ۔ اے ابو عبداللہ! تو نے اپنا مقام کیسا پایا؟ حضرت سلمان نے کہا کہ خوب ہے۔ پھر تین بار فرمایا تو توکل اختیار کر کیونکہ توکل اچھا ہے۔

(۸) تو بازار میں سب سے پہلے داخل نہ ہو اور نہ سب سے پیچھے نکل کیونکہ وہ معرکہ شیطان ہے اور وہاں اس کا جھنڈا کھڑا ہوتا ہے۔

(۹) آپ نے ابوالدرداء سے کہا کہ تیرے نفس کا تجھ پر حق ہے۔ اور تیرے رب کا تجھ پر حق ہے اور تیرے مہمان کا تجھ پر حق ہے اور تیرے اہل کا تجھ پر حق ہے۔ پس ہر ایک حق دار کو اس کا حق عطا کر۔ پھر وہ دونوں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ذکر کیا۔ حضور نے فرمایا کہ سلمان نے سچ کہا ہے۔ (جامع ترمذی)۔

(طبقات ابن سعد۔ طبقات کبرے للشعرانی۔ استیعاب لابن عبدالبر۔ مشکوٰۃ المصابیح۔ شواہد النبوت وغیرہ)

۴۔ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالےٰ عنہم

ولادت باسعادت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے عہد میں یزدجرد شاہ فارس کی تین لڑکیاں [illegible] میں آئیں۔ ان کی قیمت ٹھیرائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ تعالےٰ وجہہ نے تینوں کو لے لیا۔ ان میں سے ایک اپنے صاحبزادے امام حسین کو دے دی۔ جس سے امام زین العابدین پیدا ہوئے۔ دوسری حضرت عبداللہ بن عمر کو دی جس سے حضرت سالم پیدا ہوئے۔ اور تیسری حضرت محمد بن ابی بکر صدیق کو دی۔ جس سے حضرت قاسم پیدا ہوئے۔ پس حضرات زین العابدین و سالم و قاسم ایک دوسرے کے خالہ زاد بھائی ہیں۔ حضرت قاسم اپنے والد ماجد کے قتل ہونے کے بعد اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ کے ہاں بطور یتیم پرورش پاتے رہے۔ آپ کا انتساب علم باطن میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ہے۔

مقام و مرتبہ:

حضرت قاسم کبار تابعین اور فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ امام و عالم و فقیہ و پرہیزگار اور کثیر الحدیث تھے۔ یحییٰ بن سعید انصاری کا قول ہے کہ ہم نے مدینہ منورہ میں کسی کو ایسا نہ پایا کہ اسے قاسم پر فضیلت دیں۔ ایوب سختیانی کا بیان ہے کہ میں نے کسی کو قاسم سے افضل نہ دیکھا۔ بقول امام بخاری آپ افضل اہل زمانہ تھے۔ ابوالزناد کہتے ہیں کہ میں نے کسی کو قاسم سے بڑھ کر [illegible] کا عالم نہ پایا اور نہ کسی فقیہ کو آپ سے اعلم دیکھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ میں نے قاسم کہا [illegible] پڑھتے دیکھا۔ ایک اعرابی آیا اس نے آپ سے پوچھا کہ تم اور سالم دونوں میں بڑا عالم کون ہے۔ قاسم نے کہا۔ سبحان اللہ! اعرابی نے پھر وہی سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا۔ سالم وہ ہیں

ان سے پوچھ لے۔ ابن اسحاق نے اس کی توجیہ میں کہا کہ قاسم نے پسند نہ کیا کہ کہہ دیں میں اعلم ہوں کیونکہ یہ تو تزکیہ نفس ہے۔ اور یہ بھی نہ کہا کہ سالم اعلم ہیں کیونکہ یہ جھوٹ ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز فرماتے تھے کہ اگر امر خلافت میرے اختیار میں ہوتا تو میں قاسم کے سپرد کر دیتا۔

وصال مُبارک:

جب وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے وصیت کی کہ مجھے ان کپڑوں میں کفنانا جن میں نماز پڑھا کرتا تھا۔ یعنی قمیص وازار و چادر۔ آپ کے صاحبزادے نے عرض کیا ابا جان کیا ہم دو کپڑے اور زیادہ کر دیں جواب دیا۔ جانِ پدر! حضرت ابو بکر صدیق کا کفن بھی تین ہی کپڑے تھے۔ مردے کی نسبت زندہ کو نئے کپڑوں کی زیادہ ضرورت ہے۔

آپ ستر یا بہتر سال کی عمر میں مکہ و مدینہ کے درمیان مقام قدید میں وفات پائی۔ اور مُشَلَّل میں دفن کیے گئے[1] سنہ وفات میں اختلاف ہے۔ ابن سعد نے طبقات میں ۱۰۸ھ لکھا ہے۔ بقول ابن معین وابن المدینی (۲۴ جمادی الاولےٰ) ۱۰۶ھ ہے

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔ طبقات ابن سعد۔ تہذیب التہذیب للعسقلانی۔ تاریخ ابن خلکان)

***

[1] طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ یہ جگہ قدید سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ یاقوت حموی نے معجم البلدان میں لکھا ہے کہ مشلل ایک پہاڑ ہے جس سے سمندر کی طرف سے قدید کو اترتے ہیں۔

۵۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حالاتِ حالات:

آپ امام زین العابدین کے پوتے اور امام محمد باقر کے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی والدہ ام فروہ حضرت ابو بکر صدیق کے پوتے قاسم کی صاحبزادی ہے۔ اور امام فروہ کی ماں اسماء بنت ابو بکر صدیق کے بیٹے عبدالرحمن کی صاحبزادی ہے۔ اسی واسطے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ولدنی ابو بکر مرتین۔ یعنی میں ابو بکر سے دو مرتبہ پیدا ہوا ہوں۔ مگر حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ حضرت امام کا نسب صوری اور نسب معنوی حضرت صدیق اکبر سے ہے۔ اس واسطے آپ نے ایسا فرمایا ہے۔ علم باطن میں آپ کا انتساب اپنے نانا قاسم سے ہے۔

ولادت باسعادت:

آپ مدینہ منورہ میں ۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ صدق مقال کے سبب سے آپ کو صادق کہتے ہیں۔ آپ کی سیادت و امامت پر سب کا اتفاق ہے۔ عمرو بن ابی المقدام کا قول ہے کہ میں جس وقت امام جعفر کو دیکھتا ہوں معلوم ہو جاتا ہے کہ آپ خاندانِ نبوت سے ہیں۔

علم و فضل:

آپ لطائف تفسیر اور اسرار تنزیل میں بے نظیر تھے۔ علامہ ذہبی نے آپ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ امام ابو حنیفہ مالک۔ شعبہ۔ ہر دو سفیان۔ حاتم بن اسماعیل۔ یحییٰ قطان۔ وہیب بن خالد۔ اسماعیل وغیرہ نے آپ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ حضرت امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے (اپنے وقت میں) امام جعفر بن محمد سے بڑھ کر کسی کو فقیہہ نہیں دیکھا۔ غرض آپ تمام علوم و

[1] مکتوبات احمدیہ دفتر اول۔ مکتوب ۲۹۰۔

اشارات میں کامل اور مشائخ کے پیشرو اور مقتدائے مطلق تھے۔

زہد وسخاوت

ایک روز امام سفیان ثوری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ خز[1] کا جبہ اور خز کا کمبل اوڑھے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر سفیان بولے۔ اے فرزند رسول! یہ آپ کے آباؤ اجداد کا لباس نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تنگدستی کے زمانہ میں تھے۔ اب امارت کا زمانہ ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے خز کا جبہ اٹھا کر اس کے نیچے پشم کا کھردرا جبہ دکھایا۔ اور فرمایا اے ثوری! یہ ہم نے اللہ کے واسطے پہنا ہے۔ اور وہ تمہارے واسطے۔ جو اللہ کے واسطے ہے اسے ہم نے پوشیدہ رکھا ہے اور جو تمہارے واسطے ہے اسے ہم نے ظاہر رکھا ہے۔

آپ کی سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ہیاج بن بسطام فرماتے ہیں کہ امام جعفر صادق اوروں کو یہاں تک کھلاتے کہ اپنے عیال کے لئے کچھ باقی نہ رہتا۔

خشیت الٰہی

منقول ہے کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد طائی نے امام جعفر صادق کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے فرزند رسول! مجھے کوئی نصیحت فرمائیں۔ کیونکہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ فرمایا۔ یا ابا سلیمان! آپ زاہد زمانہ ہیں۔ آپ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ داؤد نے عرض کیا۔ اے فرزند رسول! آپ کو سب پر فضیلت حاصل ہے۔ اس لئے آپ پر واجب ہے کہ سب کو نصیحت کریں۔ فرمایا یا ابا سلیمان! مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں قیامت کے دن میرے جد بزرگوار میرا دامن نہ پکڑیں اور یوں فرماویں کہ میرا حق متابعت کیوں نہ ادا کیا۔ کیونکہ یہ کام نسب کی شرافت پر موقوف نہیں۔ بلکہ درگاہ رب العزت میں عمل کی پسندیدگی معتبر ہے۔ یہ سن کر داؤد بہت روئے۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ پروردگار! جس شخص کی سرشت نبوت کے آب وگل سے ہے اور جس کی طبیعت کی ترکیب آثار رسالت سے ہوئی ہے اور جس کے جد بزرگوار رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور ماں حضرت فاطمہ بتول ہیں جب وہ ایسی حیرانی میں ہے تو داؤد کس شمار میں ہے کہ اپنے

[1] خز ایک قسم کا ابریشمی کپڑا ہے۔ بقول بعض ابریشم وپشم سے تیار ہوتا ہے۔ اور بعضے ایک قسم کی پوستین بتاتے ہیں۔

حال پر نازاں ہو۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ادب:

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں امام جعفر صادق کی زیارت کیا کرتا تھا۔ آپ میں حسن خلق کے سبب سے ان کے مزاج میں مزاح وتبسم زیادہ تھا۔ مگر جس وقت ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو ان کا رنگ زرد ہو جاتا۔ میں نے ان کو حدیث شریف بیان کرتے وقت کبھی بے وضو نہیں دیکھا۔ ان کی خدمت میں میری آمد ورفت دیر تک رہی۔ مگر جب کبھی میں ان سے ملا تو ان کو نماز پڑھتے یا خاموش یا قرآن پڑھتے پایا۔ وہ (خلوت میں) فضول ولغو کلام نہ کیا کرتے تھے۔ اور علوم شرعیہ کے عالم اور خدا ترس تھے۔[1]

کرامات کا بیان

(۱) لیث بن سعد کا بیان ہے کہ میں نے ۱۱۳ھ میں حج کیا۔ جب میں نے مسجد حرام میں عصر کی نماز پڑھی تو میں کوابوقبیس پر چڑھ گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا یوں دعا مانگ رہا ہے۔ یارب یارب۔ پھر خاموش ہو گیا۔ بعد ازاں بولا یا حی یا حی یا حی۔ پھر کچھ دیر کے بعد بولا۔ الٰہی میں انگور چاہتا ہوں۔ خدایا مجھے انگور کھلا دے۔ میری دونوں چادریں پھٹ گئی ہیں۔ مجھے نئی پہنا دے۔ راوی کا قول ہے کہ اس کا کلام تمام نہ ہونے پایا تھا کہ میں نے ایک انگوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا دیکھا حالانکہ اس وقت روئے زمین پر انگور نہ تھے۔ اور دو چادریں دیکھیں کہ جن کی مثل میں نے دنیا میں نہیں دیکھی۔ اس شخص نے چاہا کہ انگور کھالے میں نے کہا میں تیرا شریک ہوں۔ اس نے پوچھا کیونکر؟ میں نے جواب دیا کہ جب تم دعا کر رہے تھے تو میں آمین کہہ رہا تھا۔ یہ سن کر اس نے کہا آگے آیئے کھایئے۔ میں آگے بڑھا اور وہ انگور کھائے کہ ایسے کبھی نہ کھائے تھے۔ ہم نے پیٹ بھر کر کھائے مگر ٹوکرا اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ اس نے فرمایا کہ ان کو ذخیرہ مت کرو اور نہ بچاؤ۔ بعد ازاں اس شخص نے ایک چادر خود لے لی اور دوسری مجھے دے دی۔ میں نے کہا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ اس پر اس نے ایک چادر بطور تہ بند باندھ لی اور دوسری بدن پر اوڑھ لی۔ پھر وہ دونوں پرانی چادریں ہاتھ میں لئے پہاڑ سے اترا۔ صفا ومروہ کے درمیان ایک شخص نے

[1] شفا شریف قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ

اس سے سوال کیا۔ اے فرزند رسول اللہ! میں ننگا ہوں۔ مجھے اوڑھا دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے اوڑھایا ہے۔ پس اس نے وہ دونوں سائل کو دے دیں۔ یہ دیکھ کر میں نے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں۔ جواب ملا کہ جعفر صادق ہیں۔ اس کے بعد میں نے ان کو ڈھونڈا کہ ان سے کچھ سنوں مگر نہ ملے۔

گائے زندہ ہوگئی:

ایک روز حضرت جعفر صادق مکہ میں پھر رہے تھے۔ اچانک آپ کا گزر ایک عورت پر ہوا۔ جس کے آگے ایک گائے مردہ پڑی ہوئی تھی۔ اور وہ اپنے بچوں کے ساتھ رو رہی تھی۔ حضرت امام نے پوچھا کہ کیا حال ہے؟ اس نے عرض کی کہ میرا اور میرے بچوں کا گزارہ اسی گائے کے دودھ سے ہوتا تھا۔ اب جو مر گئی۔ حیران ہوں کہ کیا کروں۔ امام نے فرمایا کیا تو چاہتی ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو زندہ کر دے۔ اس نے جواب دیا مجھ پر تو یہ مصیبت پڑی ہوئی ہے اور آپ ہنسی کرتے ہیں۔ امامؒ نے فرمایا کہ میں ہنسی نہیں کرتا۔ بعد ازاں آپ نے دعا فرمائی اور گائے کے ایک ٹھوکر ماری۔ وہ زندہ ہو کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اور آپ عام لوگوں میں جا ملے۔ اس عورت کو معلوم نہ ہوا کہ کون تھے۔

خلیفہ وقت پر رعب:

منقول ہے کہ منصور نے جو خلیفہ وقت تھا۔ اپنے وزیر سے کہا کہ جعفر صادق کو لاؤ تا کہ میں اسے قتل کر دوں۔ وزیر نے کہا کہ جو شخص گوشہ نشین اور عبادت میں مشغول ہے اور ملک سے قطع تعلق کئے ہوئے ہے اس کے قتل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ خلیفہ نے ناراض ہو کر کہا کہ اسے ضرور لاؤ۔ میں قتل کرنا چاہتا ہوں۔ وزیر نے بہتیرا سمجھایا مگر اس نے ایک نہ سنی۔ آخر کار وزیر تلاش میں نکلا۔ خلیفہ نے غلاموں سے کہا کہ جس وقت صادق آئے اور میں سر سے ٹوپی اتاروں تم اسے قتل کر دینا۔ جب حضرت امام آئے تو منصور استقبال کے لئے آگے بڑھا۔ اور آپ کو تخت پر بٹھا کر خود ادب سے سامنے ہو بیٹھا۔ غلام یہ دیکھ کر حیران ہوئے۔ منصور نے عرض کیا۔ کیا آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہے۔ امام نے فرمایا کہ صرف اس بات کی ضرورت ہے کہ مجھے پھر اپنے پاس نہ بلانا۔ اور اب مجھے اجازت دو کہ جا کر یادِ الٰہی میں مشغول ہو جاؤں۔ یہ سن کر خلیفہ نے آپ کو

اعزاز و اکرام سے رخصت کیا۔ جب آپ رخصت ہوئے تو خلیفہ کانپ کر بیہوش گر پڑا۔ [illegible] بیہوش رہا۔ بعضے کہتے ہیں کہ اس کی تین نمازیں فوت ہو گئیں۔ جب ہوش میں آیا تو [illegible] پوچھا کہ یہ کیا معاملہ تھا۔ خلیفہ بولا کہ جب امام جعفر صادق یہاں آئے تو کیا دیکھتا ہوں [illegible] ہمراہ ایک اژدہا ہے۔ جس کا ایک ہونٹ اس مکان کے نیچے اور دوسرا اوپر ہے۔ اور [illegible] مجھ سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو حضرت امام کو تکلیف دے گا تو میں تجھے اس مکان سمیت نگل جاؤں گا۔ اس لئے میں اس اژدہا کے ڈر کے مارے کچھ نہ کہہ سکا۔ بلکہ اس سے معافی مانگی [illegible] ہو گیا۔

وصال مبارک:

آپ نے مدینہ منورہ میں (۱۵ رجب) ۱۴۸ھ میں اڑسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا اور [illegible] میں قبہ اہلبیت میں مدفون ہوئے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) چار چیزیں ہیں جن سے شریف آدمی کو عار نہ چاہئے۔ اپنے والد کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جانا۔ اپنے مہمان کی خدمت کرنا۔ اپنے چوپایہ کی خبر لینا خواہ اس کے سو غلام ہوں۔ اپنے استاد کی خدمت کرنا۔

(۲) نیکی سوائے تین خصلتوں کے تمام و کامل نہیں ہوتی۔ اسے جلدی کرنا۔ اسے چھوٹا سمجھنا۔ اسے چھپانا۔

(۳) جب دنیا کسی انسان کے پاس آتی ہے اسے غیروں کی خوبیاں دے دیتی ہے اور جب اس سے منہ پھیر لیتی ہے تو اس کی ذاتی خوبیاں بھی اس سے چھین لیتی ہے۔

(۴) جب تجھے اپنے بھائی سے ایسی چیز پہنچے جو تو ناپسند کرتا ہے تو اس کے لئے ایک عذر سے ستر عذر تلاش کر۔ اگر تجھے اس کے لئے کوئی عذر نہ ملے۔ تو یوں کہہ کہ شاید اس کے لئے کوئی عذر ہوگا جو مجھے معلوم نہیں۔

(۵) جب تم کسی مسلمان سے کوئی کلمہ سنو تو اسے اچھے سے اچھے معنی پر حمل کرو۔ یہاں تک کہ اگر تمہیں کوئی محمل نیک نہ ملے تو اپنے تئیں ملامت کرو۔

(۶) تم ایسے ہاتھ کا کھانا نہ کھاؤ جو بھوکا تھا پھر سیر ہو گیا۔

(۷) آپ نے کسی قبیلے کے ایک شخص سے پوچھا کہ اس قبیلے کا سردار کون ہے؟ اس شخص نے جواب دیا کہ میں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو ان کا سردار ہوتا تو جواب میں میں نہ کہتا۔

(۸) جب تو گناہ کرے تو معافی مانگ کیونکہ گناہ مردوں کے گلوں میں ان کی پیدائش سے پہلے ڈالے گئے ہیں۔ اور ان پر اصرار کرنا کمال درجہ کی ہلاکت ہے۔

(۹) جو شخص اپنے رزق میں تاخیر پائے۔ اسے طلب مغفرت زیادہ کرنی چاہئے۔

(۱۰) جو شخص اپنے مالوں میں سے کسی مال پر ناز کرے۔ اور اس مال کا بقاء چاہے۔ اسے یوں کہنا چاہئے۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ۔

(۱۱) اللہ تعالےٰ نے دنیا کی طرف یہ حکم بھیجا کہ جو شخص میری خدمت کرے تو اس کی خدمت کر اور جو تیرا خادم بنے تو اسے تکلیف دے۔

(۱۲) علمائے شریعت پیغمبروں کے امین ہیں جب تک کہ بادشاہوں کے دروازوں پر نہ جائیں۔

(۱۳) یا اللہ! تو مجھے اس شخص کے ساتھ غم خواری عطا فرما۔ جس پر تو نے اپنا رزق تنگ کر دیا ہے۔ اور جس حالت میں میں ہوں وہ تیرے فضل سے ہے۔

(۱۴) آپ کو جب کسی چیز کی حاجت ہوتی تو یوں دعا کرتے۔ پروردگار! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا تمام نہ ہوتی۔ کہ وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہوتی۔

(۱۵) جس نے اللہ کو پہچانا۔ اس نے ماسواء سے منہ پھیر لیا۔

(۱۶) عبادت توبہ کے سوا درست نہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کو عبادت پر مقدم کیا۔ چنانچہ فرمایا۔ التائبون العابدون۔

(۱۷) مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو چار میں مبتلا ہو۔ وہ چار سے کیسے غافل رہتا ہے۔ تعجب

ہے اس پر جو غم میں مبتلا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا (لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین)۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے بعد فرماتا ہے۔ (فاستجبنا لہ و نجیناہ من الغم و کذالک ننجی المومنین) اور تعجب ہے اس پر جو کسی آفت سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا (حسبنا اللہ و نعم الوکیل) کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (فانقلبو بنعمۃ من اللہ و فضل لم یمسسھم سوء) اور تعجب ہے اس پر جو لوگوں کے مکر سے ڈرتا ہو وہ یہ کیوں نہیں کہتا (و افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فوقہ اللہ سیات ما مکروا) اور تعجب ہے اس پر جو جنت میں رغبت کرتا ہے وہ یہ کیوں نہیں کہتا (ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ) کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (فعسی ربی ان یوتین خیرا من جنتک)۔

(تاریخ الاسلام للذہبی۔ تہذیب التہذیب للعسقلانی۔ طبقات کبریٰ للشعرانی۔ صواعق محرقہ للشیخ ابن حجر۔ شواہد النبوۃ للجامی۔ تذکرۃ الاولیاء للشیخ عطار۔ کشف المحجوب للشیخ مخدوم علی ہجویری)۔

❋❋❋

۶۔ سلطان العارفین ابو یزید طیفور بن عیسیٰ بسطامی قدس سرہ

ولادت باسعادت:

آپ کا دادا پہلے مجوسی تھا۔ پھر مسلمان ہوگیا۔ آپ کے دو بھائی آدم وعلی نام تھے۔ جو عابد وزاہد تھے۔ مگر آپ زہد وعبادت میں ان سے بڑھے ہوئے تھے۔ آپ کو علم باطن میں حضرت امام جعفر صادق کی روحانیت سے تربیت ہے۔ کیونکہ آپ کی پیدائش حضرت امام کی وفات شریف کے بعد ہے۔

بچپن کے حالات:

بچپن میں آپ نے مکتب میں پڑھنا شروع کیا۔ جب آپ سورہ لقمان کی اس آیت پر پہنچے۔ ان اشکرلی ولوالدیک ۔یعنی شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا۔ تو آپ استاد سے رخصت لے کر گھر آئے اور اپنی والدہ ماجدہ سے کہا کہ میں اس آیت تک پہنچا ہوں جس میں باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ شکر کر میرا اور اپنے والدین کا۔ اب میری عرض یہ ہے۔ کہ میں دو گھروں سے تعلق نباہ نہیں سکتا۔ یا تو آپ مجھے خدا تعالےٰ سے مانگ لیجئے کہ بالکل آپ ہی کا ہو رہوں۔ یا خدا تعالیٰ ہی کو سونپ دیجئے کہ اسی کا ہو رہوں۔ والدہ نے جواب دیا کہ میں نے تجھے اپنا حق بخش دیا۔ اور راہِ خدا کے لئے چھوڑ دیا۔

ریاضت ومجاہدہ:

یہ سن کر آپ بسطام نے نکلے اور تیس سال تک بادیہ شام میں ریاضت ومجاہدہ کرتے رہے۔ کسی نے آپ سے دریافت کیا کہ سخت سے سخت مجاہدہ کونسا ہے جو آپ نے راہِ خدا میں کیا ہے۔ فرمایا کہ اس کا بیان ممکن نہیں۔ اس نے عرض کیا کہ آسان سے آسان تکلیف تو بتا دیجئے جو

آپ کے نفس نے اٹھائی ہے۔ فرمایا۔ ہاں یہ تو سن لو۔ ایک دفعہ میں نے اپنے نفس کو کسی طاعت [illegible] فرمایا۔ اس نے میرا کہنا نہ مانا۔ اس پر میں نے اسے ایک سال پیاسا رکھا۔

[illegible]

کہتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ حج کے لئے روانہ ہوئے اور بارہ سال میں کعبہ میں پہنچے۔ [illegible] چند قدم چلتے اور جانماز بچھا کر دو رکعت نماز پڑھتے۔ فرماتے کہ یہ دنیا کے بادشاہوں کا [illegible] کہ یکبارگی وہاں پہنچ سکیں۔ اس دفعہ آپ حج سے فارغ ہو کر واپس آ گئے اور مدینہ منورہ [illegible] حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ زیارتِ روضہ منورہ کو حج کے تابع بنانا خلافِ ادب ہے۔ اس لئے [illegible] سال آپ نے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے علیحدہ احرام باندھا۔ راستے میں آپ ایک [illegible] داخل ہوئے۔ لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ جب وہاں سے نکلے تو اپنے پیچھے ہجوم دیکھ کر [illegible] کہ یہ کون ہیں؟ جواب ملا کہ یہ لوگ آپ کے ساتھ ہی رہیں گے۔ آپ نے چاہا کہ کسی طرح [illegible] سے دور ہو جائیں۔ اس لئے نماز فجر کے بعد آپ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر یہ آیت [illegible] انی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدون (بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود [illegible] پس میری عبادت کرو) یہ سن کر انہوں نے کہا کہ یہ تو دیوانہ ہے اور آپ کو چھوڑ کر چلے گئے۔

نماز کی کیفیت:

جب آپ نماز پڑھتے تو ہیبت حق اور تعظیم شریعت کے سبب سے آپ کے سینہ کی [illegible] سے اس قدر چرچراہٹ کی آواز نکلتی کہ لوگ سن لیتے۔ ایک روز آپ ایک امام کے پیچھے [illegible] پڑھ رہے تھے۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو امام نے آپ سے پوچھا اے شیخ! آپ کوئی [illegible] کیوں کرتے اور نہ کسی سے سوال کرتے ہیں۔ آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ [illegible] میں نماز کا اعادہ کرلوں۔ کیونکہ جو شخص روزی دینے والے کو نہیں جانتا اس کے پیچھے نماز جائز [illegible]

ابو علی جوزجانی سے ان الفاظ کی نسبت سوال کیا گیا جو بایزید سے منقول ہیں۔ [illegible] نے جواب دیا کہ ہم بایزید کے حال کو تسلیم کرتے ہیں۔ شاید وہ الفاظ ان سے غلبۂ حال یا

حالت سکر میں صادر ہوئے ہیں۔ جو شخص بایزید کا مقام حاصل کرنا چاہے اسے بایزید کی طرح مجاہدہ نفس کرنا چاہئے۔ تب وہ بایزید کے کلام کو سمجھے گا۔

والدہ کی رضا:

نقل ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس کام کو میں سب سے موخر سمجھتا تھا۔ وہ سب سے مقدم نکلا۔ اور وہ والدہ کی رضا تھی۔ نیز فرمایا کہ جو کچھ میں ریاضات و مجاہدات اور مسافرت میں ڈھونڈتا رہا وہ اسی میں پایا۔ ایک رات میری ماں نے مجھ سے پانی مانگا میں پانی لینے گیا۔ کوزہ میں پانی نہ تھا۔ میں نے گھڑی میں دیکھا۔ وہاں بھی نہ ملا۔ میں ندی پر گیا وہاں سے پانی لایا۔ اتنے میں والدہ سو گئی تھیں اور رات جاڑے کی تھی۔ میں نے کوزہ ہاتھ میں اٹھائے رکھا۔ جب ان کی آنکھ کھلی تو پانی پیا اور مجھے دعا دی۔ کوزہ اسی طرح میرے ہاتھ میں جم گیا تھا۔ فرمایا نیچے کیوں نہ رکھ دیا۔ میں نے عرض کی کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں آپ جاگ اٹھیں اور میں حاضر نہ ہوں۔ ایک اور موقع پر میری والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ آدھا دروازہ بند کر دو۔ میں صبح تک یہی سوچتا رہا۔ کہ کونسا آدھا بند کروں دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا تا کہ والدہ کے حکم کے خلاف نہ ہو جائے۔ صبح کے وقت مجھے مل گیا جو میں ڈھونڈتا تھا۔

مقام و مرتبہ:

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بایزید ہماری جماعت میں ایسے ہیں جیسا کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام فرشتوں میں۔ دیگر سالکین کے میدان کی نہایت بایزید کے میدان کی بدایت ہے۔

جذبہ ہمدردی:

نقل ہے کہ آپ مکہ مشرفہ سے آرہے تھے۔ جب ہمدان میں پہنچے تو آپ نے کسم کا بیج خرید کر خرقہ میں باندھ لیا۔ بسطام میں آکر جو کھولا تو اس میں چند کیڑے نظر آئے۔ فرمایا۔ میں نے ان کو بے وطن کیا ہے۔ اٹھ کر پھر ہمدان واپس گئے اور ان کیڑوں کو ان کے ٹھکانے پر پہنچا دیا۔

کسر نفسی:

ایک روز آپ نے صحرا میں اپنا کپڑا دھویا۔ ایک ارادتمند ساتھ تھا۔ وہ بولا۔ ہم اسے انگوروں کی دیوار پر لٹکا دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ لوگوں کی دیوار میں میخ نہ گاڑو۔ اس نے عرض کیا کہ درخت پر لٹکا دیتے ہیں۔ فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ درخت کی شاخیں ٹوٹ جائیں گی۔ عرض کیا کہ گھاس پر پھیلا دیتے ہیں۔ فرمایا۔ ایسا نہ کرنا۔ گھاس چوپایوں کا چارہ ہے۔ ہم اسے ان سے نہیں چھپاتے۔ پس آپ کپڑے کو پشت مبارک پر رکھ کر دھوپ میں کھڑے ہو گئے۔ جب ایک طرف سوکھ گئی تو دوسری طرف الٹا دی۔

حسن سلوک:

ایک دفعہ آپ جامع مسجد میں تشریف لے گئے۔ اور اپنا عصا زمین میں گاڑ دیا۔ آپ کے پہلو میں ایک شیخ نے اپنا عصا زمین میں گاڑا ہوا تھا۔ ایسا اتفاق ہوا کہ آپ کا عصا اس شیخ کے عصا پر گرا جس سے وہ بھی گر پڑا۔ شیخ نے جھک کر اپنا عصا اٹھایا اور گھر کو چل دیا۔ آپ بھی اس کے گھر پہنچے اور معافی مانگی۔ فرمایا کہ تم کو جھکنے کی تکلیف اس واسطے اٹھانی پڑی کہ میں نے اپنا عصا اچھی طرح نہ گاڑا تھا۔ ورنہ تمہیں جھکنے کی حاجت نہ پڑتی۔

تقویٰ:

ایک رات آپ کو عبادت کا ذوق نہ آتا تھا۔ خادم سے فرمایا کہ دیکھو گھر میں کیا ہے۔ دیکھ بھال کی گئی تو انگور کا ایک خوشہ نکلا۔ آپ نے فرمایا کسی کو دے دو۔ ہمارا گھر میوہ فروش کی دکان نہیں۔ پھر آپ خوش وقت ہوئے۔

استغراق کی کیفیت:

آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ ایک مرید بیس سال تک لگاتار آپ کی خدمت میں رہا۔ آپ ہر روز اس کو بلاتے۔ تو اس کا نام پوچھ لیتے۔ آخر ایک دن اس نے عرض کیا۔ کہ میں بیس سال سے آپ کی خدمت میں ہوں۔ آپ ہر روز میرا نام دریافت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں ہنسی نہیں کرتا۔ جب سے اس کا نام دل میں آیا ہے۔ تمام نام بھول گئے ہیں۔ اس لئے

میں ہر روز تجھ سے تیرا نام پوچھ لیتا ہوں۔ اور بھول جاتا ہوں۔

ہمسایہ سے سلوک:

نقل ہے کہ آپ کا ہمسایہ آتش پرست تھا۔ جس کے ہاں ایک دودھ پیتا بچہ تھا۔ وہ سفر کو گیا۔ اس کا بچہ رات کو تاریکی کے سبب سے روتا۔ آپ ہر روز اس کے گھر میں چراغ رکھ آتے۔ جس کی روشنی میں بچہ کھیلتا رہتا۔ جب آتش پرست سفر سے واپس آیا تو اس کی بیوی نے شیخ کا سلوک بیان کیا۔ آتش پرست نے کہا۔ افسوس! شیخ کی روشنی ہمارے گھر آئے اور ہم تاریکی میں رہیں۔ اسی وقت آکر مسلمان ہو گیا۔

مرد کامل کی نشانی:

ایک روز ذوالنون مصری نے ایک مرید کے ہاتھ آپ کو کہلا بھیجا۔ اے بایزید! تم رات کو جنگل میں آرام سے سوتے ہو۔ قافلہ چلا گیا۔ آپ نے جواب دیا کہ مرد کامل تو وہ ہے جو رات کو سو جائے اور صبح کو قافلہ کے اترنے سے پہلے منزل پر پہنچ جائے۔ ذوالنون یہ سن کر رو ئے۔ اور کہا کہ بایزید کو مبارک ہو۔ ہم اس مرتبے کو نہیں پہنچے ہیں۔ مولانا جامی نے سلسلۃ الذہب میں اس حکایت کو نظم میں بیان کیا ہے۔

کرامات کا بیان:

(۱) آپ کی والدہ محترمہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے۔ تو جب کبھی میں مشتبہ لقمہ کھا بیٹھتی۔ آپ پیٹ میں تڑپنا شروع کرتے۔ جب تک قے نہ کرتی اور وہ لقمہ دور نہ ہو جاتا۔ آرام نہ کرتے۔ اس کا مصداق یہ ہے کہ آپ سے لوگوں نے پوچھا۔ کہ انسان کے لئے اس راہ میں کونسی بات سب سے اچھی ہے۔ فرمایا۔ مادرزاد نعمت۔ کہا اگر یہ نہ ہو۔ فرمایا۔ دیکھنے والی آنکھ۔ کہا اگر یہ بھی نہ ہو۔ فرمایا سننے والا کان۔ کہا اگر یہ بھی نہ ہو۔ فرمایا۔ ناگہانی موت۔

ظاہر و باطن کا حال:

ایک دفعہ آپ حج کو جا رہے تھے۔ اپنا اور مریدوں کا سارا اسباب ایک اونٹ پر لدا ہوا

تھا۔ کسی نے کہا کہ اس بیچارے اونٹ پر بوجھ زیادہ ہے۔ اور یہ بڑا ظلم ہے۔ حضرت بایزید نے جواب دیا۔ اے جوانمرد! بوجھ کا اٹھانے والا اونٹ نہیں ہے۔ غور سے دیکھ کہ اونٹ کی پیٹھ پر کچھ بوجھ ہے یا نہیں۔ اس نے جو دیکھا تو بوجھ اونٹ کی پیٹھ سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ کہنے لگا یہ عجیب معاملہ ہے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ اگر میں اپنا حال تم سے پوشیدہ رکھتا ہوں تو تم مجھے ملامت کرنے لگتے ہو۔ اور اگر ظاہر کر دیتا ہوں تو اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا کیا جائے۔

بارش کی دعا:

نقل ہے کہ ایک جماعت نے آپ کی خدمت میں قحط کی شکایت کی۔ اور عرض کیا کہ دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ بارش بھیجے۔ یہ سن کر آپ نے سر جھکا لیا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا۔ جاؤ۔ اپنے پالوں کو درست کر لو۔ بارش آ گئی۔ اسی وقت مینہ برسنا شروع ہوا۔ ایک دن رات برستا رہا۔

تازہ انگور:

شیخ ابوسعید میخورانی حضرت بایزید کی خدمت میں بغرض امتحان آئے۔ آپ نے فرمایا تم میرے مرید ابوسعید راعی کے پاس جاؤ۔ کیونکہ ولایت و کرامت ہم نے اسے بخش دی ہے۔ جب ابوسعید وہاں پہنچے۔ راعی کو دیکھا کہ صحرا میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ اور بھیڑیئے آپ کی بھیڑوں کی نگہبانی کر رہے ہیں۔ جب نماز سے فارغ ہوئے پوچھا کیا چاہتے ہو۔ کہا گرم روٹی اور انگور۔ راعی نے ہاتھ کی لکڑی کے دو ٹکڑے کر کے ایک اپنے آگے اور دوسرا اس کے آگے گاڑ دیا۔ فوراً انگور لگے۔ گھر راعی کی طرف کے سفید اور اس کی طرف کے سیاہ تھے۔ اس نے راعی سے سبب پوچھا۔ راعی نے جواب دیا کہ میری طلب بطور یقین اور تیری طلب بطور امتحان تھی۔ ہر چیز کا رنگ اس کے حال کے موافق ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد راعی نے ابوسعید میخورانی کو اپنی گدڑی دی اور فرمایا کہ اسے سنبھال کر رکھنا۔ مگر جب وہ حج کو گئے تو عرفات میں وہ گدڑی غائب ہو گئی۔ جب بسطام میں آئے تو راعی کے پاس دیکھی۔

مسلمانوں کو فتح:

ایک دفعہ ملک روم میں لشکر اسلام کا کفار سے مقابلہ ہوا۔ مسلمانوں کو شکست ہونے والی تھی کہ

حضرت شیخ نے یہ آواز سنی۔ بایزید دریاب (اے بایزید خبر لیجو) اسی وقت خراسان کی طرف سے آگ نمودار ہوئی۔ جس کی دہشت سے لشکر کفار میں تہلکہ مچ گیا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

بڑھیا کی بات:

حضرت بایزید سے پوچھا گیا کہ آپ کا پیر کون ہے۔ جواب دیا کہ ایک بڑھیا۔ میں ایک روز ایسے غلبہ شوق و جوش توحید میں تھا کہ بال برابر بھی کسی اور چیز کی گنجائش نہ تھی۔ میں بیخودی کی حالت میں صحرا میں چلا گیا۔ وہاں ایک بڑھیا آٹے کی تھیلی لے کر آئی۔ اور مجھ سے کہا کہ اسے اٹھالو۔ میری یہ کیفیت تھی کہ اپنے تئیں بھی سنبھال نہ سکتا تھا۔ میں نے ایک شیر کو اشارہ کیا۔ وہ آیا۔ میں نے تھیلی اس کی پیٹھ پر رکھ دی۔ اور بڑھیا سے کہا۔ کہ جب تو شہر میں جائے گی تو کیا کہے گی کہ میں نے کس کو دیکھا۔ اس نے جواب دیا کہ میں کہوں گی کہ میں نے ایک ظالم اور متکبر کو دیکھا۔ میں نے کہا۔ ذرا ہوش کر۔ بڑھیا بولی۔ شیر مکلف ہے یا نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا جس کو خدا تعالےٰ نے مکلف نہیں بنایا۔ اسے تکلیف دینا ظلم ہے یا نہیں۔ میں نے کہا ہاں۔ پھر بڑھیا نے کہا کہ تو باوجود اس بات کے چاہتا ہے کہ اہل شہر جانیں کہ شیر تیرا مطیع ہے۔ اور تو صاحب کرامات ہے۔ یہ رعنائی ہے۔ یہ سن کر میں نے توبہ کی اور اعلیٰ سے اسفل کی طرف آیا۔ بڑھیا کی یہ بات میرا پیر ہے۔

وصال مُبارک:

آپ نے (۱۵ شعبان) ۲۶۱ھ میں بسطام[1] انتقال فرمایا۔ وصال کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور آپ کا حال دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا۔ بوڑھے! تو میرے واسطے کیا لایا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خداوندا جب کوئی فقیر بادشاہ کی درگاہ میں آتا ہے اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ تو ہمارے واسطے کیا لایا۔ بلکہ یہ پوچھتے ہیں کہ تو کیا مانگتا ہے۔

[1] یہ شہر علاقہ قومس میں اس راستے پر جو نیشاپور کو جاتا ہے دامغان کے بعد دو منزل پر واقع ہے۔ یاقوت حموی نے اس کو با کے کسرہ کے ساتھ اور ابن خلکان نے با کے فتحہ کے ساتھ لکھا ہے۔ یاقوت نے اس شہر کو دیکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت بایزید کا مقبرہ اس شہر کے وسط میں بازار کی طرف واقع ہے۔

جب آپ کو دفن کیا گیا تو علی کی والدہ جو احمد خضرویہ کی بیوی تھی زیارت کو آئی۔ جب زیارت سے فارغ ہوئی تو کہنے لگی۔ تم جانتے ہو کہ شیخ بایزید کون تھے۔ اور سو گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے آسمان پر لے گئے۔ میں نے عرش کے نیچے ایک بیابان دیکھا۔ جس کی لمبائی اور چوڑائی کی کوئی حد نہ تھی۔ وہ تمام بیابان گل و ریاحین تھا۔ جس کے پھولوں کی ہر پتی پر لکھا تھا۔ کہ یہ اللہ کا ولی ہے۔ شیخ ابوسعید ابوالخیر آپ کی زیارت کو آئے تو فرمانے لگے۔ یہ وہ جگہ ہے۔ کہ دنیا میں کسی شخص کی کوئی چیز گم ہوئی ہو۔ وہ یہاں ڈھونڈے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے یہ معرفت کس طرح حاصل کی؟ جواب دیا کہ بھوکے پیٹ اور ننگے بدن سے۔

(۲) میں نے تیس سال مجاہدے میں گذارے۔ اس عرصہ میں کسی چیز کو اپنے اوپر ایسا سخت نہ پایا جیسا کہ علم اور اس پر عمل۔ اگر علماء کا اختلاف نہ ہوتا۔ تو میں ایک[1] اجتہاد پر رہتا۔ علماء کا اختلاف سوائے تجرید توحید کے رحمت ہے۔

(۳) عمی[2] بسطامی کا بیان ہے کہ میں نے اپنے باپ کو یہ کہتے سنا۔ کہ ابویزید نے مجھ سے کہا کہ ہمارے ساتھ چلو تا کہ اس شخص کو دیکھیں جس نے اپنے تئیں ولی مشہور کر رکھا ہے اور وہ زہد میں مشہور و معروف تھا۔ پس ہم اس کی طرف گئے۔ جب وہ اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے اپنا لعاب دہن قبلہ کی طرف پھینکا۔ یہ دیکھ کر ابو یزید واپس آ گئے اور اسے سلام نہ کہا۔ فرمایا کہ یہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آداب میں سے ایک ادب میں معتمد علیہ وامین نہیں۔ جس بات کا یہ دعویٰ کرتا ہے اس میں کس طرح معتمد علیہ ہوگا۔

(۴) میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے سوال کروں کہ مجھے کھانے کی تکلیف اور عورتوں کی

[1] یعنی قول متفق علیہ پر میرا عمل ہوتا۔ اور ایک ہی نوع کی ملازمت کے سبب سے زیادہ مشقت میں ہوتا۔

[2] شیخ عمی بسطامی سلطان العارفین کے برادر زادہ اور مرید ہیں۔

تکلیف سے بچائے۔ پھر خیال آیا کہ یہ سوال میرے واسطے کس طرح جائز ہے
حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سوال نہیں کیا۔ اس لئے میں اس سوال سے
رہا۔ بعدازاں اللہ سبحانہٗ وتعالےٰ نے مجھے عورتوں کی تکلیف سے ایسا بچایا کہ مجھے پر
نہیں۔ میرے آگے عورت ہو یا دیوار۔

(۵) اگر تم کسی شخص میں کرامات دیکھو یہانتک کہ ہوا میں اڑتا ہو۔ تو اس پر فریفتہ نہ ہو جاؤ
جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ امر و نہی۔ حفظ حدود اور آداب شریعت میں کیسا ہے۔

(۶) اپنی موت کے وقت فرمایا: خدایا میں نے تجھ کو یاد نہ کیا مگر غفلت سے۔ اور تیری عبادت
نہ کی مگر سستی سے۔

(۷) میں نے ایک رات اپنی محراب میں پاؤں پھیلایا۔ ہاتف نے مجھے آواز دی کہ جو شخص
بادشاہوں کی صحبت میں بیٹھتا ہے اسے چاہئے کہ حسن ادب سے بیٹھے۔

(۸) میں نے اللہ کو اللہ کے ساتھ پہچانا۔ اور اللہ کے ماسوا کو اللہ کے نور کے ساتھ پہچانا۔

(۹) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو نعمتیں دیں تا کہ ان کے سبب سے اللہ کی طرف رجوع
کریں۔ مگر وہ ان کے سبب سے اس سے غافل ہو گئے۔

(۱۰) اے خدا! تو نے خلق کو ان کے علم کے بغیر پیدا کیا۔ اور ان کے ارادہ کے بغیر امانت ان
کے گلے میں ڈال دی۔ پس اگر تو ان کی مدد نہ کرے گا تو اور کون کرے گا؟

(۱۱) آپ سے دریافت کیا گیا کہ سنت و فریضہ کیا ہے؟ فرمایا کہ سنت تمام دنیا کا ترک کرنا
اور فریضہ اللہ کے ساتھ صحبت ہے۔ وجہ یہ کہ سنت تمام ترک دنیا پر دلالت کرتی ہے۔
اور کتاب تمام صحبت مولےٰ پر دلالت کرتی ہے۔ کیونکہ خدا تعالےٰ کا کلام اس کی ایک
صفت ہے۔ اور نعمتیں ازلی ہیں۔ پس واجب ہے کہ ان کا شکر ازلی ہو۔

(۱۲) میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اے میرے پروردگار! میں تجھے
کس طرح پاؤں؟ ارشاد ہوا کہ اپنے نفس (یعنے خودی کو چھوڑ دو تو ہم کو پالو گے) کو
چھوڑ اور میری طرف آ۔

(۱۳) آپ سے دریافت کیا گیا کہ انسان متواضع کب ہوتا ہے۔ فرمایا جب اپنی ذات کے

لئے کوئی مقام و حال نہ دیکھے۔ اور نہ لوگوں میں سے اپنے سے بدتر کسی کو سمجھے۔

(۱۴) عامہ مومنین کے مقام کی غایت اولیاء کے مقام کی ابتداء ہے۔ اور اولیاء کے مقام کی
نہایت شہیدوں کے مقام کی ابتداء ہے۔ اور شہیدوں کے مقام کی غایت صدیقوں کے
مقام کی ابتدا ہے۔ اور صدیقوں کے مقام کی غایت نبیوں کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور
نبیوں کے مقام کی غایت رسولوں کے مقام کی ابتدا ہے اور رسولوں کے مقام کی غایت
اولوالعزم کے مقام کی ابتدا ہے۔ اور اولوالعزم کے مقام کی نہایت حضرت مصطفےٰ کے
مقام کی ابتدا ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور حضرت مصطفےٰ کے مقام کی نہایت معلوم نہیں۔
سوائے حق جل وعلا کے کوئی آپ کے مقام کی نہایت نہیں جانتا۔ روز ازل میں اور
میثاق کے دن روحوں کا مقام ان ہی مراتب پر تھا جو مذکور ہوئے۔ اور قیامت کے دن
بھی ان ہی مراتب پر ہوگا۔ اور ان کے اسرار حق تعالےٰ کی محبت میں ان ہی مراتب پر
ہوں گے۔

(تذکرہ اولیاء۔ رسالہ قشیریہ۔ طبقات کبرےٰ للشعرانی۔ نفحات الانس۔ انیس الطالبین مولفہ خواجہ صالح
[illegible] مبارک بخاری)۔

❋❋❋

۷۔ شیخ ابوالحسن خرقانی قدس سرہٗ

نام وکنیت:

آپ کا اسم گرامی علی بن احمد اور کنیت ابوالحسن ہے۔ سلوک میں آپ کی تربیت حضرت بایزید بسطامی کی روحانیت سے ہوئی۔ کیونکہ آپ کی ولادت سلطان العارفین کی وفات کے بعد ہے۔

مقام ومرتبہ:

شیخ ابوالحسن سلطان مشائخ اور اوتاد وابدال کے قطب اور اہل طریقت وحقیقت کے پیشوا تھے۔ معرفت وتوحید میں درجہ کمال پر پہنچے ہوئے تھے۔ ہمیشہ ریاضت ومجاہدہ میں مشغول اور حضور ومشاہدہ میں مستغرق رہتے تھے۔ شیخ ابوالعباس قصاب نے فرمایا تھا کہ ہمارے بعد ہمارا بازار خرقانی سنبھالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی وقوع میں آیا۔ استاد ابوالقاسم قشیری کا بیان ہے کہ میں جب ولایت خرقان میں داخل ہوا تو پیر خرقانی کی دہشت سے میری فصاحت وعبارت جاتی رہی۔ میں نے خیال کیا کہ میں اپنی ولایت سے معزول ہوگیا۔

عبادت وریاضت:

ابتدا میں آپ کا یہ معمول تھا کہ عشاء کی نماز خرقان میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے۔ پھر حضرت بایزید کے مزار شریف کی زیارت کے لئے روانہ ہو جاتے۔ وہاں پہنچ کر یوں دعا کرتے۔ خدایا! جو خلعت تو نے بایزید کو عطا کیا ہے وہ ابوالحسن کو بھی عنایت فرما۔ پھر زیارت سے فارغ ہو کر خرقان کو آتے تو تمام راستے میں مزار مبارک سے آواز آئی۔ اے ابوالحسن اب تمہارے بیٹھنے کا وقت آگیا ہے۔ یہ سن کر عرض کیا کہ میں ان پڑھ ہوں۔ رموز شریعت سے چنداں واقف

نہیں۔ آواز آئی کہ تم نے جو کچھ خدا سے مانگا وہ تمہیں مل گیا۔ فاتحہ شروع کیجئے۔ جب آپ خرقان میں پہنچے تو قرآن ختم کرلیا۔ اور علوم ظاہری وباطنی آپ پر منکشف ہوگئے۔

کرامات:

ایک روز آپ بہت سے درویشوں کے ساتھ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور سات روٹیوں پر کچھ کھایا تھا۔ ایک شخص آٹے کی بوری اور ایک بکری لے کر حاضر خدمت ہوا۔ اس نے عرض کی کہ میں یہ صوفیوں کے لئے لایا ہوں۔ آپ نے درویشوں سے فرمایا کہ تم میں سے جو روٹی وہ لے لے مجھ میں تو جرأت نہیں کہ تصوف کا دعویٰ کروں۔ یہ سن کر کسی نے نہ لیا اور وہ شخص واپس لے گیا۔

حضرت بایزید کی پیش گوئی

کہتے ہیں کہ سلطان العارفین ہر سال ایک مرتبہ دہستان میں قبور شہداء کی زیارت کے لئے جایا کرتے تھے۔ جب آپ موضع خرقان[1] سے گزرتے تو ٹھیر جاتے اور اس طرح سے سانس لیتے جیسا کوئی کچھ سونگھتا ہے۔ مریدوں نے پوچھا کہ آپ کس چیز کی بو سونگھتے ہیں ہم کو تو یہاں کچھ خوشبو نہیں آتی۔ آپ نے فرمایا کہ اس چوروں کے گاؤں سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے۔ اس کا نام علی اور کنیت ابوالحسن ہے۔ اس میں تین باتیں مجھ سے زیادہ ہوں گی۔ وہ اہل وعیال کا بوجھ اٹھائے گا۔ کھیتی کرے گا۔ اور درخت لگایا کرے گا۔ سلطان العارفین کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ مولانا جلال الدین رومی قدس سرہ نے اس قصہ کو اپنی مثنوی میں نہایت دلچسپ پیرایہ میں بیان فرمایا ہے۔

ایں طویلان بدن دانشورند — بر مقام تو زتو واقف ترند
ہم زاہل و ہم زرنگ و ہم زدم — بو برنداز تو بصد کونہ سقم
ایں طویلان نو آموزند خود — کہ بدیں آیات شاں حاجت بود
ویں از زادنِ تو سالہا — دیدہ باشندت بچندیں حالہا

---

[1] خرقان ایک محلہ استر آباد کے راستے پر بسطام کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ معجم البلدان یاقوت الحموی۔

آں شنیدی داستانِ بایزید
کہ زحال بو الحسن از پیش دید

بوئے خوش آمد مرا در اناگہاں
در سوا درے زحدِ خرقاں

تازقارورہ ہمے بینند حال
کہ ندانی تو اسرارِ جہاں

کاملاں از دور نامت بشنوند
تابقعر تاروپودت در روند

حال تو دانند یک یک موبمو
زانکہ پر ہستند از اسرار ہو

روزے آں سلطانِ تقوے میگزشت
بامریداں جانب صحرا و دشت

ہم در آنجا نالہ مشتاق کرد
بوے را از باد استنشاق کرد

بوئے خوش را عاشقانہ میکشید
جانِ او از بادہ بادہ مے چشید

پس پر سیدش کہ ایں احوال خوش
کہ برونست از حجاب پنج و شش

مے کشی بوے بظاہر نیست گل
بے شک از غیب است او از گلزار گل

گفت زیں سوے بویارے میرسد
کاندریں دہ شہر یارے میرسد

رویش از گلزار حق گلگوں بود
از من او اندر مقام افزوں بود

قدا دورنگ او و شکل او
یک بیک واگفت از گیسو رو

زادہ شد آں شاہ نرد ملک باخت
از عدم پیدا شد و مرکب بتاخت

جملہ خوہاے او زامساک و جود
آنچناں آمد کہ اں شہ گفتہ بود

نے نجومست و نہ رملست ونہ خواب
وحی حق واللہ اعلم بالصواب

وحی دل گیرش کہ منظر گاہ اوست
چوں خطا باشد چس چل آگاہ اوست

چوں درد آثار مستی شدید
یک مرید اور ادر آندم در رسید

گاہ سرخ و گاہ زرد وو گہ سفید
مے شود رویت چہ حالست و نوید

قطرۂ بر ریز بر ما زاں سبو
شمہ زاں گلستاں با ما بگو

بعد چندیں سال میزاید شہی
میزند بر آسمانہا خر گہے

چیست نامش گفت نامش بو الحسن
علیہ اش و ا گفت زا برود زقن

از کباب آراستند اں آں سیخ را
از چہ محفوظست محفوظ از خطا

بوالحسن بعد از وفات با یزید
وحی دل گویندا درا صوفیاں

از خطا وہ سہو بیروں آمدی

حضرت شیخ کو غزنی سے حضرت شیخ کی زیارت کے ارادہ سے روانہ ہوا۔ جب خرقان میں پہنچا تو شیخ کی زبانی یہ پیغام بھیجا کہ سلطان آپ کی زیارت کے لئے غزنی سے آیا ہے۔ اگر آپ خانقاہ سے اس کی بارگاہ میں قدم رنجہ فرمائیں۔ تو آپ کی عنایت سے بعید نہ ہوگا۔ اور قاصد سے کہا کہ اگر شیخ انکار کریں تو ان کے سامنے یہ آیت پڑھ دینا۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (نساء. ع ۸)

اے ایمان والوں! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو اس کے رسول کا اور جو اختیار والے ہیں تم میں سے۔

قاصد نے شیخ کو یہ پیغام دیا۔ تو شیخ نے انکار کیا۔ اس پر قاصد نے مذکورہ آیت پڑھ کر شیخ کو جواب دیا۔ کہ مجھے معذور رکھئے اور محمود سے کہہ دیجئے کہ میں اطیعواللہ میں ایسا غرق ہوں کہ اطیعوالرسول[1] سے بھی شرمندہ ہوں۔ اولی الامر تو بجائے خود رہے۔ جب قاصد

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت شیخ نے حق سبحانہ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت کے مغائر جانا۔ یہ بات استقامت سے دور ہے۔ مستقیم الاحوال مشائخ اس قسم کی باتوں سے پرہیز کرتے ہیں۔ اور شریعت وطریقت وحقیقت کے تمام مراتب میں حق سبحانہ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت میں جانتے ہیں۔ اور حق سبحانہ کی اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے مغائر ہو عین گمراہی خیال کرتے ہیں"۔ خلاصہ یہ کہ حضرت شیخ کا یہ کلام حالت سکر وغلبہ حال میں صادر ہوا ہے۔ ورنہ اطاعت رسول عین اطاعت حق سبحانہ ہے۔ (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۱۵۲)

نے سلطان سے یہ جواب عرض کیا تو سلطان آبدیدہ ہوا۔ کہنے لگا۔ اٹھو چلو۔ یہ مرد ایسا نہیں جیسا م نے گمان کیا ہے۔ پس اپنے کپڑے اپنے غلام ایاز کو پہنائے۔ اور دس لونڈیوں کو غلاموں کا لباس پہنا کر خود بجائے ایاز ہو گیا۔ اور امتحان کے لئے شیخ کی خانقاہ کا قصد کیا۔ جب سب نے حاضر خدمت ہو کر سلام کہا۔ تو شیخ نے سلام کا جواب دیا۔ مگر تعظیم کے لئے نہ اٹھے۔ پھر سلطان محمود کی طرف متوجہ ہوئے اور ایاز کی طرف نگاہ نہ کی۔ محمود نے کہا کہ آپ سلطان کی تعظیم کے لئے نہیں اٹھے۔ شیخ نے فرمایا۔ کہ یہ تمام جال ہے۔ محمود نے کہا۔ ہاں جال ہے۔ مگر اس کا پرندہ تم نہیں ہو۔ پھر شیخ نے محمود کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ آگے آؤ تم مقدم ہو۔ پس سلطان محمود بیٹھ گیا۔ اور عرض کی کہ مجھے کچھ ارشاد فرمایئے۔ شیخ نے فرمایا کہ نامحرموں کو نکال دو۔ محمود نے اشارہ کیا اور وہ لونڈیاں باہر چلی گئیں۔ بعد ازاں عرض کیا کہ مجھے بایزید کی کوئی حکایت سنایئے۔ شیخ نے فرمایا کہ بایز نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ جس نے مجھے دیکھا وہ رقم شقاوت سے محفوظ ہو گیا۔ محمود نے کہا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ تو بایزید سے زیادہ ہے۔ پھر ابوجہل و ابولہب جنہوں نے حضر کو دیکھا کس واسطے شقی ہی رہے۔ شیخ نے فرمایا۔ اے محمود ادب کو ملحوظ رکھ اور اپنی بساط سے پا باہر نہ رکھ۔ حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سوائے صحابہ کرام کے کسی نے نہیں دیکھا اور اس دلیل باری تعالےٰ کا یہ قول ہے۔

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (اعراف. ع ۲۴)

اور تو ان کو دیکھتا ہے کہ وہ چشم ظاہر سے تیری طرف دیکھتے ہیں۔ حالانکہ چشم بصیرت سے تجھے نہیں دیکھتے۔

یہ بات محمود کو اچھی لگی۔ عرض کیا کہ مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ شیخ نے فرمایا کہ چیزیں اختیار کیجئے۔ اول پرہیزگاری۔ دوم نماز باجماعت۔ سوم سخاوت۔ چہارم خلق خدا شفقت۔ سلطان نے التجا کی کہ میرے واسطے دعا فرمائیں۔ شیخ نے فرمایا۔ میں پانچوں نماز میں دعا کرتا ہوں۔ اللھم اغفر للمؤمنین و المؤمنات (یا اللہ! مومنین و مومنات کے بخش دے)۔ سلطان نے کہا۔ کہ خاص دعا کیجئے۔ فرمایا۔ اے محمود! تیری عاقبت محمود ہو۔ اس بعد سلطان نے اشرفیوں کی تھیلی پیش کی۔ شیخ نے ایک جو کی روٹی اس کے آگے رکھ دی۔ اور کہا کھایئے۔ سلطان چباتا تھا مگر حلق سے نیچے نہ اترتی تھی۔ شیخ نے فرمایا۔ کیا تمہارا گلا پکڑتی ہے

سلطان نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ تمہاری اشرفیوں کی تھیلی اسی طرح میرا گلا پکڑتی ہے۔ اسے لے [illegible] نے اسے طلاق دے دی ہے۔ سلطان نے کہا مجھے اپنی کوئی یادگار عطا کیجئے۔ شیخ نے اپنا [illegible] عطا فرمایا۔ جب محمود واپس ہوا تو شیخ اس کی تعظیم کو اٹھے۔ سلطان نے کہا کہ جس وقت میں آیا تھا آپ نے کچھ التفات نہ کی تھی۔ اور اب تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے ہیں۔ فرمایا کہ تو [illegible] کی رعونت اور امتحان کی نخوت میں آیا تھا۔ اور اب افکسار درویشی میں جاتا ہے۔ اس لئے [illegible] تیری بادشاہی کے لئے نہ اٹھا اور اب تیری درویشی کے لئے کھڑا ہو گیا۔ غرض سلطان [illegible] سے چلا آیا۔

[illegible] کی فتح:

جب سومنات پر چڑھائی کی اور شکست کھانے لگا تو اضطراب کی حالت میں ایک گوشہ [illegible] اور برہمن شیخ کو ہاتھ میں لے کر اور پیشانی زمین پر رکھ کر یوں دعا کی۔

الٰہی بآبروئے ایں خرقہ مرا بریں کفار ظفر دہ کہ ہر چہ از بنجا غنیمت بگیرم بدرویشان بدہم۔

خدایا اس خرقہ کی آبرو کے صدقہ مجھے ان کافروں پر فتح دے۔ میں یہاں سے جو غنیمت لوں درویشوں کو دے دوں گا۔

ناگاہ کفار کی طرف سے رعد و ظلمت ایسی نمودار ہوئی کہ انہوں نے ایک دوسرے کو تہ تیغ کیا اور [illegible] سے پراگندہ ہو گئے۔ اس طرح لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی رات محمود نے [illegible] میں دیکھا کہ حضرت شیخ فرما رہے ہیں۔ اے محمود! تو نے ہمارے خرقہ کی آبرو ضائع [illegible] اگر تو اس وقت دعا کرتا کہ تمام کفار مسلمان ہو جائیں۔ تو سب مسلمان ہو جاتے۔

[illegible] سے مچھلی نکالنا:

ایک روز شیخ المشائخ[1] آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے آگے ایک تھال [illegible] رکھا ہوا رکھا تھا۔ شیخ المشائخ نے تھال میں ہاتھ ڈال کر ایک زندہ مچھلی نکال کر آپ کے [illegible] دی۔ آپ نے نگاہ کی۔ تو ایک گرم تنور نظر پڑا۔ آپ نے اس میں ہاتھ ڈال کر مچھلی نکال

---

[1] عبداللہ داستانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام مبارک محمد بن علی داستانی اور لقب شیخ المشائخ ہے جن کی وفات [illegible] ھ میں ہوئی۔ دیکھو نفحات الانس۔

لی اور فرمایا کہ پانی میں سے زندہ مچھلی نکالنا آسان ہے۔ آگ میں سے نکالنی چاہئے۔ شیخ المشائخ نے کہا۔ آؤ ہم دونوں اس تنور میں کود پڑیں۔ دیکھیں کون زندہ نکل آتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے عبداللہ۔ آتا کہ ہم اپنی نیستی میں چلے جائیں اور دیکھیں کہ اس کی ہستی کے ساتھ کون نکلتا ہے۔ شیخ المشائخ نے پھر کچھ نہ کہا۔

قطب عالم:

نقل ہے کہ ایک مرید نے شیخ ابوالحسن سے درخواست کی کہ مجھے اجازت دیجئے کہ کوہ لبنان میں جا کر قطب عالم کی زیارت کروں۔ شیخ نے اجازت دے دی۔ جب وہ لبنان میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ بہت سے لوگ ایک جنازہ سامنے رکھے روبقبلہ بیٹھے ہیں اور نماز جنازہ نہیں پڑھتے۔ مرید نے پوچھا کہ نماز جنازہ کیوں نہیں پڑھتے۔ انہوں نے کہا کہ قطب عالم کی انتظار ہے۔ کیونکہ وہ ہر روز یہاں پانچوں وقت امامت کرتے ہیں۔ یہ سن کر مرید خوش ہوا۔ کچھ دیر کے بعد سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ مرید کا بیان ہے کہ میں نے شیخ کو دیکھا کہ امام بن کر نماز ادا کی۔ مجھ پر دہشت طاری ہوئی۔ جب ہوش آیا تو لوگ مردہ کو دفن کر چکے تھے۔ اور شیخ تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ شخص کون تھا۔ انہوں نے کہا کہ ابوالحسن خرقانی۔ میں نے پوچھا کہ پھر کب تشریف لائیں گے؟ وہ بولے کہ نماز دیگر کے وقت آئیں گے۔ میں رو پڑا کہ میں ان کا مرید ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ قطب عالم وہی ہیں۔ ورنہ یہ دور دراز سفر نہ کرتا۔ تم میری سفارش کرنا تا کہ وہ مجھے خرقان لے جائیں۔ جب نماز کا وقت آیا۔ میں نے دوبارہ شیخ کو دیکھا کہ امام بنے۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا۔ اور عرض کیا کہ میں پشیمان ہوں۔ مجھے بھی خرقان لے چلیں۔ آپ نے فرمایا کہ تجھے اس شرط پر خرقان لے چلتا ہوں کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے کسی پر ظاہر نہ کرے۔ کیونکہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ اس جہان میں مجھے خلقت سے پوشیدہ رکھے۔ چنانچہ مجھے سوائے بایزید بسطامی کے کسی مخلوق نے نہیں دیکھا۔

سماع کی کیفیت:

حضرت شیخ سماع نہ سنتے تھے۔ جب شیخ ابوسعید خرقان میں آپ کی زیارت کے لئے

کھانا کھانے کے بعد آپ سے کہا کہ اجازت ہے کہ قوال کچھ گائیں۔ آپ نے فرمایا ہمیں [illegible] نہیں۔ مگر آپ کی موافقت سے سن لیتے ہیں۔ پس قوالوں نے ایک شعر پڑھا۔ ابو [illegible] کہا۔ اے شیخ! اب وقت ہے کہ آپ اٹھیں۔ حضرت شیخ اٹھے۔ اور تین بار آستین کو حرکت [illegible] اور سات مرتبہ قدم زمین پر مارا۔ خانقاہ کی تمام دیواریں آپ کی موافقت میں ہلنے لگیں۔ ابو [illegible] کہا۔ یا شیخ! بس کیجئے کہ عمارتیں خراب ہو جائیں گی۔ پھر کہا کہ قسم ہے خدا تعالیٰ کی [illegible] کی کہ آسمان و زمین آپ کو موافقت میں رقص کرنے لگیں گے۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے [illegible] کہ سماع اس شخص کے لئے جائز ہے جو اوپر عرش تک اور نیچے تحت الثرے تک سب کچھ [illegible] اور اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا کہ اگر تم سے پوچھا جائے کہ رقص کیوں کرتے ہو تو [illegible] کہ ان لوگوں کی موافقت سے جو ہو گزرے ہیں اور وہ ایسے ہوا کرتے ہیں۔

روٹیوں میں برکت:

ایک روز شیخ ابوسعید آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ہاں چند جو کی روٹیاں [illegible] جو بیوی نے پکائی تھیں آپ نے بیوی سے فرمایا کہ ان پر چادر ڈال دو اور جتنی چاہو [illegible] بیوی نے ایسا ہی کیا۔ لوگوں کا خاصہ مجمع ہو گیا۔ خادم روٹیاں لا رہا تھا۔ مگر وہ اسی طرح [illegible] کہ اتنے میں بیوی نے چادر اٹھا دی۔ کوئی روٹی نہ رہی۔ آپ نے بیوی سے کہا کہ تو نے [illegible] کی۔ اگر تو چادر نہ اٹھاتی تو قیامت تک اسی طرح اس کے نیچے سے روٹیاں نکلتی رہتیں۔

شیخ کا تابعداری کرنا:

نقل ہے کہ بوعلی سینا آپ کی شہرت سن کر خرقان کو آئے۔ جب آپ کے دولتخانہ پر [illegible] ابوسعید کے لئے جنگل گئے ہوئے تھے۔ پوچھا کہ کہاں ہیں۔ بیوی نے جواب دیا کہ تم [illegible] کذاب کو کیا کرو گے۔ اور بہت کچھ سخت سست کہا۔ بوعلی کے دل میں آیا۔ کہ جب [illegible] تو شیخ کا کیا حال ہوگا۔ پھر شیخ کی زیارت کے لئے جنگل کو چلے گئے۔ کیا دیکھتے [illegible] آ رہے ہیں اور درمنہ[1] کا گٹھا شیر پر لدا ہوا ہے۔ بوعلی حیران ہوئے۔ پوچھنے لگے کہ شیخ! [illegible] ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ایسے بھیڑیے (یعنی بیوی) کا بوجھ نہ اٹھاؤں تو

[1] درمنہ ہری ہوائن کی گھاس کو کہتے ہیں۔

شیر میرا بوجھ کیسے اٹھائے۔ جب دولتخانہ میں واپس آئے تو بوعلی بیٹھ گئے اور آپس میں بہت سی باتیں ہوئیں۔ شیخ نے دیوار بنانے کے لئے مٹی میں پانی ڈالا ہوا تھا۔ اٹھ کر فرمانے لگے کہ مجھے دیوار بنانی ہے۔ معذور رکھئے۔ یہ کہہ کر دیوار بنانے لگے۔ اچانک تیشہ آپ کے ہاتھ سے گر پڑا۔ بوعلی نے اٹھا کر دینا چاہا۔ مگر اٹھنے سے پہلے وہ شیخ کے ہاتھ میں پہنچ گیا۔ یہ دیکھ کر بوعلی کو اور تصدیق ہوئی۔

وصال مُبارک:

جب آپ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو وصیت کی کہ میری قبر تیس گز گہری کھودنا تاکہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی قبر سے اونچی نہ رہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ آپ کا وصال خرقان میں عاشورہ کے دن ۴۲۵ھ میں ہوا۔ مشہور ہے کہ آپ نے فرمایا تھا۔ جو شخص میرے مزار کے پتھر پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگے گا وہ قبول ہو جائیگی۔ یہ بات تجربہ میں بھی آچکی ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) ایک دن آپ نے اپنے اصحاب سے پوچھا کہ کونسی چیز بہتر ہے؟ انہوں نے عرض کی۔ اے شیخ آپ ہی فرمایئے۔ فرمایا کہ وہ دل جس میں خدا کی یاد ہو۔

(۲) لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ صوفی کون ہے؟ فرمایا۔ کہ گدڑی اور جانماز سے صوفی نہیں ہوتا۔ اور رسوم و عادات سے صوفی نہیں ہوتا۔ صوفی وہ ہوتا ہے کہ نیست ہو۔ اور آپ نے ہی فرمایا ہے کہ صوفی اس دن ہوتا ہے کہ اس کو آفتاب کی حاجت نہ ہو اور اس رات ہوتا ہے کہ اس کو چاند اور ستارے کی حاجت نہ ہو۔ اور ایسا نیست ہوتا ہے کہ ہستی کی حاجت نہ ہو۔

(۳) لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ صدق کیا چیز ہے۔ فرمایا۔ صدق یہ ہے کہ دل سے بات کہے یعنی وہ بات کہے جو اس کے دل میں ہو۔

(۴) آپ سے دریافت کیا گیا کہ مرد کس چیز سے جانے کہ وہ جاگتا ہے۔ فرمایا اس بات سے کہ جب وہ حق کو یاد کرے تو اس کا سر سے قدم تک حق کی یاد سے خبر رکھتا ہو۔

(۵) آپ سے پوچھا گیا کہ اخلاص کیا ہے؟ فرمایا۔ جو کچھ تو خدا کے واسطے کرتا ہے اخلاص ہے جو کچھ بندوں کے واسطے کرتا ہے ریا ہے۔

(۶) آپ سے دریافت کیا گیا کہ فنا بقا میں کلام کرنے کا حق کس کا ہے۔ فرمایا کہ اس شخص کا کہ ایک تار سے آسمان سے لٹکتا ہے۔ ایسی ہوا چلے کہ درختوں اور عمارتوں کو گرا دے۔ اور تمام پہاڑوں اور تمام دریاؤں کو الٹ دے۔ مگر اس کو اپنی جگہ سے نہ ہلا سکے۔

(۷) تم ہرگز اس شخص کے ساتھ صحبت نہ رکھو کہ تم کہو خدا اور وہ کہے کچھ اور۔

(۸) اندوہ طلب کر یہانتک کہ تیری آنکھ سے آنسو نکل پڑیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ رونے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

(۹) کوئی شخص راگ گائے اور اس سے خدا کو طلب کرے وہ ایسے شخص سے بہتر ہے جو قرآن پڑھے اور اس سے حق کو طلب نہ کرے۔

(۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث وہ شخص ہے جو آپ کے فعل کی پیروی کرے۔ نہ وہ شخص جو کہ کاغذ کو سیاہ کرے۔

(۱۱) حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ نہ چاہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ بھی طلب ہے۔

(۱۲) آج چالیس سال ہوئے ہیں کہ میں ایک حالت میں ہوں اور حق میرے دل کو دیکھتا ہے اور اپنے سوا کسی اور کو نہیں پاتا۔ مجھ میں غیر خدا کے لئے کوئی شے باقی نہیں رہی اور نہ میرے سینہ میں غیر کے لئے قرار رہا ہے۔

(۱۳) عالم و عابد جہان میں بہت ہیں۔ تجھے ایسا ہونا چاہئے۔ کہ تو صبح سے شام اس طرح کرے جیسا کہ خدا پسند کرتا ہے۔ اور رات سے صبح اس طرح کرے جیسا کہ خدا چاہتا ہے۔

(۱۴) چالیس سال سے میرا نفس ٹھنڈے پانی کا یا کھٹی چھاچھ کا ایک گھونٹ طلب کرتا ہے مگر اب تک میں نے اسے نہیں دیا۔

(۱۵) دلوں میں سب سے روشن دل وہ ہے کہ جس میں مخلوق نہ ہو اور کاموں میں سب سے

اچھا وہ ہے کہ جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔ اور نعمتوں میں سب سے حلال وہ ہے جو تیری کوشش سے ہو۔ اور رفیقوں میں سب سے اچھا وہ ہے جس کی زندگانی حق کے ساتھ ہو۔

(۱۶) مجھے تین چیزوں کی غایت معلوم نہ ہوئی۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات، نفس کا مکر، معرفت

(۱۷) میں نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سنی میرے بندے! اگر تو غم کے ساتھ میرے سامنے آئے گا تو تجھے خوش کروں گا اور اگر حاجت وفقر کے ساتھ آئے گا تو میں تجھے تونگر کروں گا۔ جب تو اپنے آپ سے بالکل دست بردار ہو جائے گا پانی و ہوا کو تیرا مطیع بنادوں گا۔

(۱۸) میں نے عافیت تنہائی میں پائی اور سلامتی خاموشی میں۔

(۱۹) تمام مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور روزے رکھتے ہیں۔ لیکن مرد وہ ہے کہ ساٹھ سال اس پر گزر جائیں مگر فرشتہ اس کے نامہ اعمال میں کوئی ایسی چیز نہ لکھے کہ جس کے سبب سے اسے حق تعالےٰ سے شرمندہ ہونا پڑے۔ اور وہ حق کو ایک لحہ فراموش نہ کرے۔

(۲۰) تین مقام پر فرشتے اولیاء سے زیادہ ہیبت کھاتے ہیں۔ ایک موت کا فرشتہ ان کے جان نکالنے کے وقت۔ دوسرے کراماً کاتبین ان کے عمل لکھنے کے وقت۔ تیسرے منکر نکیر ان سے سوال کے وقت۔

(۲۱) ایک روز خدا تعالیٰ نے مجھے آواز دی۔ کہ جو بندہ تیری مسجد میں آئے گا۔ اس کا گوشت و پوست دوزخ کی آگ پر حرام ہوگا۔ اور جو بندہ تیری زندگی میں اور تیرے مرنے کے بعد تیری مسجد میں دو رکعت نماز پڑھے گا۔ قیامت کے دن عابدوں کے گروہ میں اٹھے گا۔

(۲۲) خدا تعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جب رات کے وقت روئے زمین پر اندھیرے گھر میں سوتے ہیں اور لحاف منہ پر ہوتا ہے۔ تو آسمان کے ستارے اور چاند ان کی سیر کو دیکھتے ہیں۔ اور لوگوں کی طاعت اور گناہ کو دیکھتے ہیں۔ جو فرشتے آسمان پر لے جاتے

ہیں اور لوگوں کے رزقوں کو دیکھتے ہیں۔ جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں۔ اور ان فرشتوں کو دیکھتے ہیں جو آسمان سے زمین پر آتے ہیں اور پھر آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ اور آفتاب کو دیکھتے ہیں جو کہ زمین میں سے گزرتا ہے۔

(نفحات الانس۔ تذکرۃ الاولیاء)

❋❋❋

۸۔ شیخ ابوالقاسم کرگانی قدس سرہ

نام وکنیت:

آپ کا اسم مبارک علی بن عبداللہ اور کنیت ابوالقاسم ہے۔ آپ کو فیض باطنی شیخ ابوالحسن خرقانی سے اور تین واسطہ سے سید الطائفہ جنید بغدادی سے ہے۔ اپنے وقت میں بے نظیر و بے بدل اور مرجع کل تھے اور مریدوں کے واقعہ کے کشف میں یدِ طولےٰ رکھتے تھے۔

کرامات

(۱) حضرت قطب دوراں داتا گنج بخش ہجویری لاہوری فرماتے ہیں کہ مجھے ایک واقعہ پیش آیا۔ جس کے حل کا طریقہ دشوار ہوا۔ میں شیخ ابوالقاسم کرگانی [1] کی زیارت کے ارادے سے طوس میں پہنچا۔ اور آپ کو مسجد میں اپنے حجرے کے اندر تنہا پایا۔ آپ اس وقت بعینہ میرے واقعہ کو ایک ستون سے ارشاد فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ اے شیخ! آپ گفتگو کس سے کر رہے ہیں؟ فرمایا۔ اے لڑکے! اللہ تعالیٰ نے اس وقت اس ستون کو میرے ساتھ گویا کر دیا کہ اس نے مجھ سے سوال کیا جس کا میں جواب دے رہا ہوں۔

کشف کی کیفیت:

ایک روز شیخ ابوسعید اور شیخ ابوالقاسم طوس میں ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور درویشوں کی ایک جماعت ان کے آگے کھڑی تھی۔ ایک درویش کے دل میں آیا کہ ان بزرگوں کا مرتبہ کیا ہے۔ شیخ ابوسعید نے اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر کہا: کہ جو شخص دو بادشاہوں کو ایک وقت میں ایک جگہ پر ایک تخت پر دیکھنا چاہے اسے کہہ دو کہ آ کر دیکھ لے۔ یہ سن کر وہ درویش

---

[1] کرگان بضم کاف وتشدید رائے مہملہ مفتوح وکاف ذارسی دیہات طوس میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔

[illegible] کی طرف دیکھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ کے آگے سے حجاب اٹھا دیا۔ پس شیخ کے [illegible] اس کے دل پر منکشف ہوگئی۔ اور اس نے ان کی بزرگی کو دیکھ لیا۔ پھر اس کے دل میں خیال آیا کہ کیا آج روئے زمین پر خدا تعالےٰ کا کوئی بندہ ایسا بھی ہے جو ان دونوں سے [illegible] ہو۔ شیخ ابوسعید نے اس درویش کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ایک چھوٹا سا ملک ہوتا ہے جس [illegible] ابوسعید وابوالقاسم جیسے ستر ہزار جاتے ہیں اور ستر ہزار آتے ہیں۔

وصال مبارک:

[illegible] الاولیاء میں آپ کا سنہ وفات (۲۳ صفر) ۴۵۰ھ لکھا ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) علی بن عثمان الجلابی یعنی حضرت داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہ کا بیان ہے کہ میں نے شیخ المشائخ ابوالقاسم کرگانی رحمۃ اللہ علیہ سے طوس میں پوچھا کہ درویش کے لئے کم سے کم کونسی چیز ہونی چاہئے تاکہ فقر کے نام کے شایاں ہو۔ آپ نے فرمایا کہ تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ تین سے کم نہ چاہئے۔ ایک کہ گدڑی پر پیوند درست لگانا جانتا ہو۔ دوسرے یہ کہ بات درست سننا جانتا ہو۔ تیسرے یہ کہ زمین پر پاؤں درست مارنا جانتا ہو۔ جب شیخ نے یہ فرمایا۔ درویشوں کا ایک گروہ میرے ساتھ حاضر تھا۔ ہم جب اپنے مکان پر واپس آئے میں نے کہا۔ آؤ ہم میں سے ہر ایک ارشاد شیخ کی نسبت اپنا اپنا خیال ظاہر کرے۔ چنانچہ ہر ایک نے اظہار خیال کیا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا۔ کہ پیوند درست وہ ہوتا ہے جو بنا بر احتیاج وضرورت ہو نہ کہ زینت کے لئے۔ اب بنا بر ضرورت پیوند لگایا جائے تو وہ خواہ درست نہ ہو۔ مگر راست وموجب حصول مقصد ہوگا۔ بات درست وہ ہوتی ہے جو درویش حال میں سنے نہ کہ امید وآرزو میں۔ اور اس میں حق وجد کے ساتھ تصرف کرے نہ کہ بنزل کے ساتھ۔ اور پاؤں درست وہ ہوتا ہے جو وجد سے زمین پر مارے نہ کہ لہو سے۔ کسی نے یہ توجیہ حضرت سید ابوالقاسم سے بیان کردی۔ آپ نے سن کر فرمایا علی نے درست کہا۔ اللہ تعالےٰ اس کا حال اچھا

کردے۔

(۲) حضرت شیخ ابوالقاسم کرگانی قدس سرہ نے اپنی کتاب اصول الطریقہ وفصول الحقیقہ میں ذکر کیا ہے۔ کہ کسی کام میں جو گناہ نہ ہو بھائیوں کی موافقت کی فضیلت نفلی روزے سے کم نہیں ہے۔ اور روزے کے آداب میں سے ایک یہ ہے کہ روزہ دار کی نظر اپنے روزے کی قدر ومقدار نہ ہو۔ (انیس الطالبین ص ۶۰)۔

(۳) خواجہ عبیداللہ احرار فرماتے تھے کہ شیخ ابوالقاسم کرگانی قدس سرہ کا ارشاد ہے کہ تو اس شخص کی صحبت میں بیٹھ کر تو سراسر وہ ہو جائے یا وہ سراسر تو ہو جائے یا دونوں حق سبحانہ میں گم ہو جائیں کہ نہ تو رہے نہ وہ۔ (رشحات۔ ص ۶۰)

(کشف المحجوب۔ نفحات الانس

۹۔ شیخ ابوعلی فارمدی طوسی قدس سرّہٗ

نام وکنیت:

آپ کا اسم گرامی فضل بن محمد بن علی اور کنیت ابوعلی ہے اور فارمد کی طرف منسوب ہیں طوس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔

علم کا حصول:

آپ نے فقہ امام ابوحامد غزالی کبیر سے پڑھی۔ اور ابوعبیداللہ بن باکو شیرازی۔ ابو منصور قشیری۔ ابوحامد غزالی کبیر۔ ابوعبدالرحمن نیلی اور ابوعثمان صابونی وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔

فضل وکمال:

عبدالغافر فارسدی۔ عبداللہ بن علی خرکوشی۔ عبداللہ بن محمد کوفی علوی اور ابوالخیر جامع الفاظ وغیرہ نے آپ سے روایت کی ہے۔ وعظ وتذکیر میں آپ استاد امام ابوالقاسم قشیری صاحب رسالہ کے شاگرد ہیں۔ عبدالغافر کا بیان ہے کہ ابوعلی اپنے زمانے میں شیخ اور وعظ وتذکیر میں اپنے طریقہ کے ساتھ منفرد ہیں۔ عبارت وتہذیب وحسن ادب ولطیف استعارہ ودقیق اشارہ ورقیق الفاظ میں کوئی آپ سے سبقت نہیں لے گیا۔ آپ کا کلام پرتاثیر ہے۔

علم باطن میں آپ کا انتساب دوطریق سے ہے۔ ایک شیخ بزرگوار ابوالقاسم کرگانی سے۔ دوسرے شیخ ابوالحسن خرقانی سے جو قطب وقت اور اپنے زمانے کے مشائخ کے پیشوا تھے۔

تعلیم کی کیفیت:

آپ اپنی تعلیم کی کیفیت یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"میں آغاز جوانی میں نیشاپور میں طالب علم تھا۔ میں نے سنا کہ شیخ ابوسعید بن ابی الخیر

قدس سرہ آئے ہوئے ہیں اور وعظ فرماتے ہیں میں ان کی زیارت کے لئے گیا۔ جب میری نظر ان کے جمال پر پڑی میں ان پر شیدا ہو گیا۔ اور طائفہ صوفیہ کی محبت میرے دل میں زیادہ ہو گئی۔ ایک روز میں مدرسہ میں اپنے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ میرے دل میں شیخ ابوسعید کی زیارت کی تمنا پیدا ہوئی اور وہ وقت شیخ کے باہر نکلنے کا نہ تھا۔ میں نے چاہا کہ صبر کروں مگر نہ کر سکا۔ ناچار اُٹھ کر باہر آیا۔ جب چوراہہ پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بڑی جماعت کے ساتھ جا رہے ہیں۔ میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا۔ شیخ ایک جگہ پہنچے میں بھی ساتھ چلا گیا اور ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ جہاں شیخ کی نظر مجھ پر نہ پڑتی تھی۔ وہاں سماع شروع ہو گیا۔ اور شیخ کو وجد آ گیا۔ اور حالت وجد میں آپ نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ جب سماع سے فارغ ہوئے تو شیخ نے کپڑے اتار ڈالے۔ اور وہ آپ کے سامنے پارہ پارہ کئے گئے۔ شیخ نے ایک آستین علیحدہ کر لی اور آواز دی کہ ابوعلی طوسی کہاں ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ شیخ تو مجھے دیکھتے اور جانتے بھی نہیں۔ شاید ان کے کسی مرید کا نام ابوعلی ہو گا۔ اس لئے میں خاموش ہو رہا۔ شیخ نے دوسری بار آواز دی۔ میں نے جواب نہ دیا۔ تیسری مرتبہ آواز دی۔ تو لوگوں نے کہا کہ شیخ تم کو جانتے ہیں۔ میں اُٹھ کر شیخ کے سامنے آیا۔ شیخ نے وہ تریزو آستین مجھے عطا کی۔ اور فرمایا کہ یہ تیرا حصہ ہے۔ میں نے وہ کپڑا لیا اور آداب بجالایا۔ اور اسے لے جا کر ایک محفوظ جگہ میں رکھ دیا۔ میں ہمیشہ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ مجھے ان کی خدمت میں بہت سے فائدے اور روشنی ظاہر ہوئی اور حالات وارد ہوئے۔ جب شیخ نیشاپور سے چلے گئے۔ تو میں استاد امام ابوالقاسم قشیری کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے وہ حالات بیان کئے جو مجھ پر وارد ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے لڑکے! جا علم پڑھنے میں مشغول رہ۔ مگر وہ روشنی روز بروز زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ میں تین سال اور علم پڑھنے میں لگا رہا۔ یہانتک کہ ایک روز میں نے قلم دوات سے نکالا تو سفید نکلا۔ میں امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ ماجرا کہہ سنایا۔ آپ نے فرمایا اب علم تجھ سے دستبردار ہو گیا تو بھی علم سے دستبردار ہو جا اور طریقت کے کام میں لگ جا اور معاملہ میں مشغول ہو جا۔ چنانچہ میں اپنا سامان مدرسہ سے خانقاہ میں لے آیا۔ اور استاد امام کی صحبت میں رہنے لگا۔ ایک روز استاد امام حمام میں تنہا تھے۔ میں نے جا کر چند ڈول پانی کے حمام میں ڈالے۔ جب حضرت امام نکلے تو نماز پڑھ کر پوچھا کہ کون شخص تھا جس نے حمام میں پانی ڈالا۔ میں بدیں خیال کہ شاید خلاف مرضی ہو خاموش رہا۔

پھر پوچھا میں نے جواب نہ دیا۔ آپ نے تیسری بار پوچھا تو میں نے جواب دیا کہ خادم فرمایا کہ اے ابوعلی! جو کچھ میں نے ستر سال میں پایا۔ تو نے پانی کے ایک ڈول سے عرصہ امام کی خدمت میں مجاہدہ کرتا رہا۔ ایک روز مجھ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ گم ہو گیا۔ یہ واقعہ میں نے حضرت امام سے عرض کیا تو فرمایا۔ اے ابوعلی! سلوک میں اس مقام سے اوپر نہیں۔ جو کچھ اس مقام سے اوپر ہے۔ مجھے اس کی رسائی کا یہ سن کر میں نے اپنے دل میں سوچا کہ مجھے ایسے پیر کی ضرورت ہے جو اس مقام لے جائے۔ وہ حالت زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ میں نے شیخ ابوالقاسم کرگانی کا نام سنا ہوا طوس کی طرف روانہ ہوا۔ شہر میں پہنچ کر میں نے ان کا مکان دریافت کیا۔ میں وہاں آپ اپنے مریدوں کی ایک جماعت کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں دو رکعت پڑھ کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ مراقبہ میں تھے۔ میرے جانے پر سر اٹھا کر فرمایا۔ ابو علی کیا چاہتے ہو؟ میں سلام کر کے بیٹھ گیا۔ اور اپنے حالات بیان کئے۔ آپ نے فرمایا تمہیں مبارک ہو۔ ابھی تم کسی درجہ پر نہیں پہنچے۔ ہاں اگر تربیت پاؤ گے تو بڑے درجہ پر پہنچ جاؤ گے۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ میرے پیر یہ ہیں۔ اور وہیں قیام کیا۔ انہوں نے مدتوں مجھ طرح طرح کی ریاضت اور مجاہدہ کرایا۔ بعد ازاں اپنی صاحبزادی کا نکاح مجھ سے کر دیا۔ آپ نے مجھ سے وعظ کہنے کیلئے ارشاد نہ فرمایا تھا۔ کہ ایک روز شیخ ابوسعید میہنہ[1] سے طوس میں تھے۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا۔ ابوعلی! وہ زمانہ آ گیا ہے کہ تم کو طوطی طرح گویا کریں گے۔ اس بات کو بہت دن نہ گزرے تھے کہ شیخ ابوالقاسم نے مجھ سے فرمایا وہ کہو۔ اس وقت ابوسعید کے ارشاد کا مطلب مجھ پر ظاہر ہو گیا۔"

اس کے بعد ابوعلی طوس سے نیشاپور تشریف لے گئے۔ اور اپنے پر تاثیر وعظ کے سبب خصوص نظام الملک کے ہاں بیحد قبولیت حاصل کی۔ کہتے ہیں کہ آپ کو جو کچھ ملتا تھا وہ فقراء کرام پر صرف کر دیتے تھے۔ آپ صوفیہ کرام وغرباء کے مرجع اور لسان الوقت تھے۔ ابن

---

[1] میہنہ بضم و سکون یا و فتح ہا و نون دیہات خابران سے ہے۔ اور خابران خراسان میں سرخس و ابیورد کے درمیان ایک شہر و علاقہ کا نام ہے۔ اہل علم و تصوف کی ایک جماعت اس سے منسوب ہے۔ جن میں ابو سعید ابوالخیر اور ابوالفتح طاہر اہل تصوف میں مشہور ہیں۔ کذا فی معجم البلدان۔

سمعانی کا قول ہے کہ ابوعلی لسان خراسان وشیخ خراسان تھے۔ اور اپنے اصحاب ومریدین کی [illegible] میں طریقہ حسنہ رکھتے تھے۔ آپ کے وعظ کی مجلس گویا ایک باغ تھا جس میں طرح طرح شگوفے تھے۔

وصال مبارک:

آپ کی ولادت ۴۰۷ھ میں اور وفات ربیع الثانی ۴۷۷ھ میں طوس میں ہوئی۔

(طبقات الشافعیۃ الکبریٰ للتاج السبکی۔ نفحات ا[illegible]

***

۱۱۔ خواجہ ابو یعقوب یوسف بن ایوب ہمدانی قدس سرہٗ

آپ عالم، عامل، عارف، زاہد، پرہیزگار، صاحب احوال جلیلہ وکرامات واضحہ و [illegible] تھے۔ اور علوم معارف میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ اپنے وقت میں یگانہ مشائخ تھے۔ [illegible] مریدین کی تربیت آپ پر ختم تھی۔ آپ کی مجلس میں علماء فقہاء وصلحاء کا بڑا مجمع رہا کرتا [illegible] آپ کے کلام سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپ ساٹھ سال سے زیادہ مسند ارشاد پر متمکن [illegible] کو وزرا[1] میں بھی مقیم رہے اور سوائے نماز جمعہ کے کبھی باہر نہ نکلتے تھے۔

ولادت باسعادت:

آپ موضع بوزنجرد[2] میں قریباً ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے۔ اٹھارہ سال کی عمر میں بغداد میں [illegible] وہاں آپ نے ابواسحاق شیرازی کی صحبت اختیار کی۔ اور ان سے فقہ پڑھی یہاں تک کہ [illegible] مذاہب وخلاف میں ماہر ہوگئے۔ اور قاضی ابوالحسین محمد بن علی بن مہتدی باللہ۔ [illegible] عبدالصمد بن علی بن مامون۔ ابوجعفر محمد بن احمد بن مسلمہ وغیرہ سے سماع حدیث کیا۔ اور [illegible] میں بھی سماع کیا۔

[illegible] علوم کا حصول:

اس کے بعد سب کو ترک کر کے عبادت وریاضت ومجاہدہ کا طریق اختیار کیا۔ مشہور یہ [illegible] میں آپ کا انتساب شیخ ابوعلی فارمدی سے ہے۔ کہتے ہیں کہ شیخ عبداللہ جوینی نیشا

[illegible] ان سے ہے جو خراسان میں نواح مرورود سے ہے۔

[illegible] موحدہ وسکون واو وفتح زا ونون ہر دو وکسر جیم وسکون راء ودر آخر دال مہملہ ہمدان کے دیہات [illegible] ساوہ کی طرف کو ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔

پوری اور شیخ حسن سمنانی کی صحبت میں بھی رہے ہیں اور مقدم الذکر سے خرقہ پہنا ہے۔ مر
آپ کا قیام دیر تک رہا۔ وہاں آپ کی خانقاہ میں اس قدر طالبان خدا تھے کہ کسی دوسری خانق
نہ تھے۔ آپ مرو سے ہرات آئے۔ کچھ عرصے کے بعد پھر مرو چلے آئے۔ بعد ازاں
ہرات میں تشریف لے گئے۔ وہاں زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ پھر مرو کا قصد کیا۔ یہ آپ کا
تھا۔

وعظ کہنے کی صلاحیت:

خواجہ یوسف ہمدانی کی طرح سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی بھی اٹھارہ سال کی
تحصیل علم کے لئے اپنے وطن سے بغداد میں تشریف لائے تھے۔ جب آپ تحصیل علم سے
ہو چکے۔ تو ایک روز بغداد ہی میں خواجہ موصوف سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ جسے آپ یوں
فرماتے ہیں:۔

''بغداد میں ایک شخص ہمدان سے آیا جسے یوسف ہمدانی کہتے تھے۔ اور کہا جاتا تھا
قطب ہیں۔ وہ ایک مسافر خانے میں اترے۔ جب میں نے یہ حال سنا تو میں مسافر خا
گیا۔ مگر ان کو نہ پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ سرداب میں ہیں۔ پس میں اس
میں اترا جب انہوں نے مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے پاس بٹھایا۔ آپ نے
تمام حالات مجھ سے ذکر کئے اور مجھ سے میری تمام مشکلات کو حل فرمایا۔ پھر مجھ سے یوں ارشا
اے عبدالقادر! تم لوگوں کو وعظ سنایا کرو۔ میں نے عرض کیا۔ آقا! میں عجمی ہوں۔ فصحائے
کے آگے کیا گفتگو کروں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا تم کو اب فقہ اصول فقہ۔ اختلاف مذاہب
لغت۔ اور تفسیر قرآن یاد ہے۔ تم میں وعظ کہنے کی صلاحیت و قابلیت موجود ہے۔ برسرِ منبر لوگ
وعظ سنایا کرو۔ کیونکہ میں تم میں ایک جڑ دیکھتا ہوں۔ جو عنقریب درخت ہو جائے گی۔

کرامات:

(۱) ایک روز حضرت خواجہ ایک مجمع میں وعظ فرما رہے تھے۔ دو فقیہوں نے جو اس مجلس
حاضر تھے آپ سے کہا چپ رہو تم تو بدعتی ہو۔ آپ نے فرمایا تم چپ رہو۔ زندہ نہ رہو۔ وہ دو
مر گئے۔

(۲) ان کی ایک عورت کے لڑکے کو فرنگی قید کر کے لے گئے۔ وہ روتی ہوئی حضرت خواجہ
میں آئی۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کر۔ اس نے کہا کہ مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔ آپ نے
فرمایا۔ اللھم فک اسرہ و عجل فرجہ. خدایا اس کی بیڑی توڑ دے اور اس کا غم
دور کر دے۔ پھر اس عورت سے فرمایا۔ اپنے گھر جا۔ تو لڑکے کو گھر میں پائے گی۔ وہ چلی
کہا دیکھتی ہے کہ لڑکا گھر میں ہے۔ وہ حیران ہوئی اور لڑکے سے دریافت کی۔ اس نے بیان
کیا کہ میں ابھی قسطنطنیہ میں تھا۔ میرے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور نگہبان مجھ پر مقرر
تھے اتنے میں ایک شخص آیا جس کو میں نے نہیں دیکھا تھا۔ اُس نے مجھے اُٹھایا اور آنکھ جھپکنے میں
یہاں لے آیا۔ یہ سن کر وہ عورت پھر حضرت خواجہ کی خدمت میں آئی اور لڑکے کا قصہ بیان
کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو امر الٰہی سے تعجب کرتی ہے؟

(۳) حضرت خواجہ ۵۱۵ھ میں بغداد میں تشریف لائے اور مدرسہ نظامیہ میں مجلس وعظ منعقد
کی اور لوگوں میں بڑی قبولیت پائی۔ صوفی ابوالفضل صافی بن عبداللہ کا بیان ہے کہ ایک روز آپ
علماء کے مجمع میں وعظ فرما رہے تھے کہ ایک فقیہ ابن سقا نام مجلس سے اُٹھا اور اُس نے
آپ سے سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹھ جا مجھے تیرے کلام میں کفر کی بُو آتی ہے۔ شاید تیری
موت اسلام پر نہ ہو گی۔ اس واقعہ سے ایک مدت کے بعد شاہ روم کی طرف سے ایک نصرانی بطور
ایلچی کے ظلبہ وقت کے پاس آیا۔ ابن سقا اُس کے پاس گیا اور اُس سے التجا کی کہ مجھے اپنے
ساتھ لے چلو میں دین اسلام چھوڑ کر تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہوں۔ نصرانی نے منظور
کیا۔ وہ نصرانی کے ساتھ قسطنطنیہ میں پہنچا اور شاہ روم سے ملا اور عیسائی ہو گیا اور عیسائی ہی مرا۔
کہا جاتا ہے کہ ابن سقا قاری و حافظ قرآن تھا۔ مرض موت میں ایک شخص نے اسے قسطنطنیہ میں
دیکھا کہ ایک دکان میں لیٹا ہوا ہے اور ہاتھ میں ایک پرانا پنکھا ہے جس سے وہ اپنے چہرے سے
مکھیاں اڑا رہا ہے اس حالت میں اس سے پوچھا گیا۔ کہ کیا تمہیں کچھ قرآن یاد ہے؟ بولا کہ نہیں۔
سب بھول گیا۔ صرف یہ آیت یاد ہے: رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ (سورہ
حجر ۲) بہت وقت کفار آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔

صاحب بہجۃ الاسرار نے قصہ ابن سقا دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔ جسے راقم
الحروف نے تحریر الفوائد الاعظم میں لایا ہے۔

وصال مُبارک:

اخیر سفر میں ہرات سے مرو کو آرہے تھے کہ راستے میں ہرات و بغشور کے درمیان موضع بامکین میں روز دوشنبہ ۲۲ ربیع الاول ۵۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ اور وہیں دفن کئے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کے مریدوں میں سے ابن النجار آپ کے جسد مبارک کو مرو میں لے گیا اور وہاں اس خطیرہ میں دفن کر دیا جو آپ کے نام سے موسوم ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) سماع ایک سفیر ہے حق تعالیٰ کی طرف۔ اور ایک ایلچی ہے حق تعالیٰ کی طرف سے۔ وہ ارواح کی خوراک اور اجسام کی غذا اور قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا ہے۔ وہ پردہ کے پھاڑنے والا اور بھید کے ظاہر کرنے والا ہے۔ اور برق درخشاں اور آفتاب تاباں ہے۔ وہ عالم میں ہر فکر ہر لحظہ ہر تدبر و تفکر ہر ہوا کے جھونکے اور ہر درخت کی حرکت اور ہر ناطق کے نطق سے ہوتا ہے۔ پس تو اہل حقیقت کو سماع میں سرگشتہ و حیران اور مقید و اسیر اور صاحب خشوع و مست دیکھتا ہے۔

(۲) جان لے کہ خدا تعالےٰ نے اپنی زیبائی کے نور سے ملائکہ مقربین میں سے ستر ہزار فرشتے پیدا کئے اور ان کو اپنی بارگاہ میں عرش و کرسی کے درمیان کھڑا کیا۔ ان کا لباس سبز صوف ہے۔ اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مثل ہیں۔ وہ اپنی پیدائش کے وقت سے حالت وجد میں سرگشتہ و حیران اور فروتن و مست کھڑے ہیں۔ اور شیفتگی کی شدت کے سبب سے رکن عرش سے کرسی تک دوڑتے ہیں۔ پس وہ اہل آسمان کے صوفیہ اور بلحاظ نسبتوں کے ہمارے بھائی ہیں۔ اسرافیل علیہ السلام ان کے قائد و مرشد اور جبرائیل علیہ السلام ان کے رئیس و متکلم ہیں اور حق تعالےٰ ان کا انیس و ملیک ہے۔ پس ان پر سلام و تحیہ و اکرام ہو۔

(۳) شیخ نجم الدین رازی رحمہ اللہ نے کتاب مرصاد العباد میں ذکر کیا ہے کہ ایک روز ایک درویش نے شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ کہ میں اس

وقت شیخ احمد غزالی قدس سرہ کے پاس تھا۔ آپ درویشوں کے ساتھ دستر خوان پر کھانا تناول فرما رہے تھے۔ کچھ دیر آپ پر ہیبت طاری ہوگئی۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ میں نے اس وقت حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ تشریف لائے اور میرے منہ میں لقمہ ڈال دیا۔ یہ سن کر شیخ یوسف ہمدانی قدس سرہ نے فرمایا۔ تِلْکَ خَیالات "تُرَبّٰی بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِیْقَةِ"۔ یہ خیالات ہیں جن سے اطفال طریقہ پرورش پاتے ہیں[1]۔ (انیس الطالبین۔ ص ۹۷)۔

(۴) تم خدا تعالےٰ کے ساتھ صحبت[2] رکھو۔ اگر یہ میسر نہ آئے تو اس شخص کے ساتھ صحبت رکھو جو خدا تعالیٰ کے ساتھ صحبت رکھتا ہے۔ (بہجۃ الاسرار۔ تاریخ ابن خلکان۔ نفحات الانس)۔

***

---

[1] مطلب یہ کہ اس قسم کے احوال و مواجید مقاصد سے نہیں۔ بلکہ مطلوب کے مبادی ہیں۔ ان سے اطفال طریقہ کا شوق بڑھتا ہے۔ اور ان کے دل میں مزید ترقی کی آرزو پیدا ہو جاتی ہے۔

[2] حضرت خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ یہاں صحبت سے مراد حضور و آگاہی ہے جو لازم صحبت ہے کیونکہ صحبت والوں کے لئے لازم ہے کہ ایک دوسرے سے آگاہ و حاضر ہوں۔ (رشحات۔ صفحہ ۲۴۸)

۱۱۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ

مقام ومرتبہ:

آپ طبقہ خواجگان کے سردفتر اور سلسلہ نقشبندیہ کے سردار ہیں۔ طریقت میں آپ کی روش محبت ہے۔ آپ تمام فرقوں میں مقبول ہیں۔ آپ ہمیشہ راہ صدق وصفا اور متابعت شرع و سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور مخالف بدعت وہوا میں کوشاں رہے ہیں۔ اور اپنی روش پاک کو آپ نے اغیار کی نظر سے پوشیدہ رکھا ہے۔

ولادت باسعادت:

آپ کے والد کا اسم گرامی عبدالجمیل ہے جو عبدالجمیل امام کرکے مشہور تھے۔ وہ اپنے وقت کے مقتدا اور عالم ظاہر وباطن تھے۔ اور امام مالک کی اولاد سے تھے۔ روم میں رہا کرتے تھے۔ آپ کی والدہ روم کے شاہی خاندان سے تھیں۔ کہتے ہیں کہ عبدالجمیل حضرت خضر علیہ السلام کے صحبت دار تھے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے ان کو بشارت دی تھی کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام عبدالخالق رکھنا۔ حوادث روزگار کے سبب سے عبدالجمیل مع متعلقین روم سے ماوراء النہر کی طرف نکلے۔ اور ولایت بخارا میں پہنچ کر موضع غجدوان میں جو بخارا سے چھ فرسنگ کے فاصلہ پر ہے سکونت پذیر ہوئے۔ خواجہ عبدالخالق وہیں پیدا ہوئے۔ اور نشوونما پائی۔ اور بخارا میں تحصیل علوم میں مشغول ہوئے۔

باطنی علوم کا حصول:

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند بخاری قدس سرہ کا بیان ہے کہ خواجہ عبدالخالق اپنے استاد صدرالدین علیہ الرحمۃ کے پاس تفسیر پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے: اُدْعُوْا رَبَّكُمْ

تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. (اعراف. ع) ۔تم اپنے رب کو زاری اور پوشیدگی سے پکارو۔ تحقیق وہ حد سے زیادہ تجاوز کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ تو آپ نے استاد سے پوچھا کہ اس پوشیدگی کی حقیقت اور اس کا طریقہ کیا ہے۔ اگر ذاکر بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کے وقت اعضاء سے حرکت کرے تو غیر شخص اس ذکر سے واقف ہوجاتا ہے۔ اور اگر دل سے ذکر کرو تو بحکم حدیث الشیطان یجری من الانسان مجری الدم[1]۔ شیطان ذکر سے واقف ہوجاتا ہے۔ استاد نے فرمایا کہ یہ علم لدنی ہے۔ اگر خدا نے چاہا۔ تو اہل اللہ میں سے کوئی شخص مل جائے گا اور بتادے گا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ اولیاء اللہ کی تلاش میں رہے۔ یہانتک کہ ایک روز حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات نصیب ہوئی۔ بعد دریافت حال حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں خضر ہوں میں نے تم کو فرزندی میں قبول کیا۔ میں تمہیں ایک سبق بتاتا ہوں اسے ہمیشہ دہراتے رہنا۔ تم پر اسرار کھل جائیں گے۔ پھر وقوف عددی کی تعلیم دی اور فرمایا کہ وضو میں اتر واور غوطہ لگاؤ اور دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہو۔ حضرت خواجہ نے اسی طرح کیا۔ اور اس ورد میں مشغول رہے۔ یہانتک کہ بہت سے اسرار کھل گئے۔ بعدازاں حضرت خواجہ یوسف ہمدانی بخارا میں تشریف لائے۔ جب تک ان کا قیام بخارا میں رہا۔ آپ ان کی صحبت میں حاضر ہوکر فیض اٹھاتے رہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ خضر علیہ السلام آپ کے پیر سبق ہیں اور خواجہ یوسف ہمدانی پیر صحبت وپیر خرقہ۔ اگرچہ خواجہ یوسف اور ان کے مشائخ ذکر بالجہر کیا کرتے تھے۔ لیکن چونکہ خواجہ عبدالخالق کو ذکر خفیہ کی تلقین حضرت خضر علیہ السلام سے تھی۔ اس لئے خواجہ یوسف نے اس میں ردوبدل نہیں کیا۔ بلکہ فرمایا کہ جس طرح تم کو تلقین ہوئی ہے کئے جاؤ۔ خواجہ عبدالخالق نے اپنی بعض تحریرات میں ذکر کیا ہے کہ جب حضرت خضر علیہ السلام نے مجھے خواجہ یوسف کے سپرد کیا۔ تو اس وقت میری عمر بائیس سال کی تھی۔ ایک مدت کے بعد خواجہ یوسف خراسان میں آگئے۔ حضرت خواجہ ریاضات ومجاہدات میں مشغول ہوگئے۔ آپ اپنے حالات پوشیدہ رکھا کرتے تھے۔ ملک شام میں بہت سے لوگ آپ کے مرید ہوگئے۔ اور وہاں خانقاہ و آستانہ بن گیا تھا۔

---

[1] شیطان انسان میں خون کی طرح چلتا ہے۔ (ابوداؤد۔ کتاب الادب۔ باب فی حسن الظن۔

درویش سے مباحثہ:

ایک روز ایک درویش حضرت خواجہ کی خدمت میں کہہ رہا تھا کہ اگر خدا تعالیٰ مجھے دوزخ و بہشت کے درمیان اختیار دے تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا۔ کیونکہ میں تمام عمر اپنے نفس کی مراد پر نہیں چلا اور اس صورت میں بہشت میرے نفس کی مراد ہوگی۔ حضرت خواجہ نے اس درویش کے کلام کی تردید کی۔ اور فرمایا کہ بندے کو اختیار سے کیا کام۔ جہاں مالک بھیجے چلا جائے اور جہاں ٹھیرائے ٹھہر جائے۔ بندگی اسی کا نام ہے۔ نہ کہ جو تم کہہ رہے ہو۔ اس درویش نے پوچھا کہ سالکانِ طریقت پر شیطان کا غلبہ ہوتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو سالک مقام فنائے نفس کو نہ پہنچا ہو۔ شیطان اس پر غصہ کے وقت قابو پاتا ہے۔ لیکن جو اس مقام پر پہنچ گیا ہو اس کو غصہ نہیں آتا۔ بلکہ غیرت آتی ہے۔ اور جہاں غیرت ہوتی ہے شیطان وہاں سے بھاگ جاتا ہے۔ اور یہ صفت اس شخص میں ہوتی ہے جو کتاب اللہ کو دائیں ہاتھ میں سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں ہاتھ میں لئے ہوئے ہو اور ان دونوں کی روشنی میں راستہ چلتا ہو۔

مومن کی فراست:

(۱) ایک دفعہ ایام عاشورا میں لوگوں کی ایک بڑی جماعت آپ کی خدمت میں حاضر تھی۔ آپ معرفت پر کلام فرما رہے تھے۔ اچانک ایک جوان زاہدوں کی صورت میں خرقہ پہنے اور سجادہ کندھے پر ڈالے ہوئے حاضر ہوا اور گوشہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے اس کی طرف نظر کی۔ کچھ دیر کے بعد وہ اٹھ کر کہنے لگا۔ اے خواجہ! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله عزوجل** ۔ مومن کی فراست سے ڈرو۔ کیونکہ وہ اللہ عزوجل کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس حدیث کا سرّ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس حدیث کا سرّ یہ ہے کہ زنار کو توڑ دے اور ایمان لا۔ اس نے کہا۔ بخدا کہ میرے پاس زنار ہو۔ حضرت خواجہ نے خادم کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ خادم اٹھا اور اس جوان کے بدن پر سے خرقہ اٹھا دیا۔ پس خرقہ کے نیچے سے زنار ظاہر ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس جوان نے اسی وقت زنار توڑ دیا اور ایمان لایا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا۔ یارو! آؤ ہم بھی اس نومسلم کی طرح اپنے زنار کو توڑ ڈالیں اور ایمان لائیں جس طرح اس نے زنار ظاہر توڑا ہے۔ ہم اپنے زُنار باطنی جس سے مراد خود پسندی ہے توڑ

ڈالیں تاکہ اس کی طرح ہم بھی بخشے جائیں۔ یہ سُن کر حاضرین پر عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ وہ حضرت خواجہ کے قدموں پر گر کر توبہ کرنے لگے۔

کرامت:

حضرت خواجہ کی ولایت اس مرتبہ تک پہنچ گئی تھی کہ ایک وقت کی نماز میں آپ خانہ کعبہ جاتے اور واپس آجاتے۔

وصال مبارک:

حضرت خواجہ کی وفات ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار مبارک غجدوان میں ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرّہ کا ایک وصیت نامہ آداب طریقت میں ہے۔ جسے آپ نے اپنے خلیفہ و فرزند معنوی خواجہ اولیائے کبیر قدس سرہ کے لئے لکھا ہے ہم اس کا ترجمہ [illegible] کے یہاں درج کرتے ہیں:۔

"پیارے فرزند! میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ کو اپنا شعار بناؤ۔ وظائف و عبادات کی پابندی رکھو۔ اپنے حالات کی نگہبانی کرتے رہو۔ خدا تعالیٰ سے ہمیشہ ڈرتے رہو۔ خدا اور رسول کے حقوق کو نگاہ رکھو۔ ماں باپ اور تمام مشائخ کے حقوق کا خیال رکھو تاکہ خصلتوں سے تم [illegible] خدا سے مشرف ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کا حکم بجالاؤ تاکہ وہ تمہارا حافظ رہے۔ تم پر لازم ہے کہ قرآن شریف کا پڑھنا ترک نہ کرو۔ تلاوت بلند آواز سے ہو یا آہستہ۔ زبانی ہو یا دیکھ کر۔ اور قرآن مجید کو تفکر و خوف و گریہ سے پڑھو۔ اور تمام امور میں قرآن کی پناہ لو۔ کیونکہ بندوں پر خدا کی [illegible] قرآن کریم ہے۔ اور علم فقہ کی طلب سے ایک قدم بھی دور نہ رہو۔ اور حدیث کا علم سیکھو۔ جاہل صوفیوں سے دور رہو کیونکہ وہ دین کے چور اور مسلمانوں کے رہزن ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ [illegible] سنت و جماعت کے پابند رہو۔ اور ائمہ سلف کے مسلک کو اختیار کرو کیونکہ جو نئی باتیں پیدا ہوئی ہیں۔ وہ گمراہی ہیں۔ اور عورتوں۔ نوجوانوں۔ بدعتیوں اور دولتمندوں سے صحبت مت رکھو۔

کیونکہ یہ دین کو برباد کر دیتے ہیں۔ اور دنیا سے دو روٹی پر قناعت کرو۔ اگر صحبت رکھو تو فقیروں سے رکھو اور ہمیشہ خلوت نشین رہو۔ اور حلال کھاؤ کیونکہ حلال نیکی کی کنجی ہے۔ اور حرام سے بچو ورنہ خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ اسی پر ثابت رہنا تا کہ کل کو دوزخ کی آگ میں نہ جاؤ۔ اور حلال پہنوتا کہ عبادت کی لذت پاؤ۔ حق تعالیٰ کی جلالت سے ڈرتے رہو۔ اور بھولو مت کہ ایک روز تم موقف حساب میں کھڑے ہو گے۔ اور رات دن نماز پڑھا کرو۔ اور جماعت کو ترک نہ کرو اور امام و موذن نہ بنو۔ قبالہ پر اپنا نام نہ لکھو۔ محکمہ قضاء میں حاضر نہ ہو۔ اور خارج از طریقت بادشاہوں کی صحبت میں نہ بیٹھو لوگوں کی وصیتوں میں دخل نہ دو۔ اور لوگوں سے بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہیں۔ تم پر لازم ہے کہ گمنام رہو تا کہ نیک نام ہو جاؤ۔ اور تم پر لازم ہے کہ سفر بہت کرو تا کہ تمہارا نفس خوار ہو جائے۔ خانقاہ نہ بناؤ اور نہ خانقاہ میں رہو۔ کسی کی مدح سے مغرور اور کسی کی مذمت سے غمگین نہ ہو۔ بندوں کی مدح و مذمت تمہارے نفس کے نزدیک برابر ہونی چاہئے۔ لوگوں سے حسن خلق سے معاملہ کرو۔ تم پر لازم ہے کہ تمام حالات میں ادب سے رہو۔ برے بھلے تمام مخلوقات پر رحم کرو۔ تمہیں قہقہہ مار کر ہنسنا نہ چاہئے۔ کیونکہ قہقہہ غفلت کے سبب ہوتا ہے۔ اور دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے احوال و شدائد جو مجھے معلوم ہیں اگر تم کو معلوم ہو جائیں تو خندہ تھوڑا اور رویا بہت کرو۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نڈر اور اس کی رحمت سے ناامید نہ رہو۔ خوف و امید میں زندگی بسر کرو کیونکہ سالکوں کو کبھی خوف ہوتا ہے اور کبھی امید ہوتی ہے۔

اے فرزند! شیخ اپنے مرید کے لئے بمنزلہ اپنے باپ کے ہے بلکہ باپ سے بھی زیادہ مشفق کیونکہ وہ مرید کو مقام قرب میں پہنچا دیتا ہے۔ اور اگر ہو سکے تو نکاح مت کرو۔ ورنہ طالب دنیا بن جاؤ گے۔ اور دنیا کی طلب میں دین کو برباد کر دو گے۔ اگر تمہارا نفس نکاح کا مشتاق ہو تو روزے رکھو اور آخرت کے غم میں رہو۔ اور موت کو بہت یاد کرو۔ طالب ریاست مت بنو۔ کیونکہ جو طالب ریاست ہوا سے سالک طریقت نہ کہنا چاہئے تم پر لازم ہے کہ فقر میں پرہیز و دیانت اور پرہیزگاری و حلم کے ساتھ پاکیزہ رہو۔ اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ثابت قدم رہو۔ جاہلوں سے بچو۔ جان و تن و مال سے مشائخ کی خدمت کرو۔ ان کے دلوں کا خیال رکھو۔ ان کی پیروی کرو۔ ان کے سیر و سلوک کو نگاہ رکھو۔ اور ان میں سے کسی کا انکار نہ کرو۔ سوائے ان چیزوں کے جو مخالف

اگر تم مشائخ کا انکار کرو گے تو کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ لوگوں سے کوئی چیز مت مانگو۔ کل کے لئے ذخیرہ نہ کرو۔ حق تعالیٰ کے ذخیروں پر بھروسہ کرو کیونکہ وہ ارشاد فرماتا ہے اے آدم! میں ہر روز تیری روزی تجھے پہنچا دیتا ہوں۔ تو اپنے تئیں تکلیف نہ دے۔ مقام توکل پر رہو۔ کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَ حَسْبُهُ۔ جو اللہ پر توکل کرتا ہے اللہ اس پر کافی ہے۔ پس جان لو کہ رزق قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ جوانمرد و سخی بنو۔ جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے تم خلق خدا پر خرچ کرو۔ اور بخل و حسد سے دور رہو۔ کیونکہ بخیل و حاسد قیامت کے دن دوزخ میں ہوں گے۔ اپنے ظاہر کو آراستہ مت کرو۔ کیونکہ ظاہر کا آراستہ کرنا باطن کی خرابی ہے۔ خدا تعالیٰ کے وعدہ پر بھروسہ کرو اور تمام خلائق سے ناامید ہو جاؤ۔ اور ان سے امید نہ رکھو۔ سچ بولو اور ڈرو مت۔ مخلوقات میں سے کسی سے صحبت نہ رکھو۔ کیونکہ وہ تمہارے دین کو برباد کر دیں گے۔ اور تم خدا تعالیٰ سے دور ہو جاؤ گے۔ تم پر لازم ہے کہ اپنے نفس کی عزت کا خیال رکھو تا کہ وہ درست ہو جائے۔ اپنے نفس کی عزت نہ کرو۔ غیر ضروری باتوں سے زبان بند رکھو۔ اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کرتے رہو۔ تم پر لازم ہے کہ کم بولو۔ کم کھاؤ۔ کم سوؤ اور جلدی اٹھو۔ سماع میں بہت نہ بیٹھو۔ کیونکہ سماع کی کثرت سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ اور دل مردہ ہو جاتا ہے۔ سماع کا انکار نہ کرو کیونکہ اصحاب سماع بہت ہیں۔ سماع روا نہیں مگر اس شخص کے لئے جس کا دل زندہ اور نفس مردہ ہو۔ (سماع کسی کے لئے بھی جائز نہیں کیونکہ یہ صحابہ کرام سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں یہ ایرانیوں نے دین میں شامل کیا ہے) ورنہ نماز اور ذکر میں مشغول ہونا بہتر ہے۔ چاہئے کہ تمہارا دل غمگین۔ تمہارا بدن بیمار۔ تمہاری آنکھ روتی۔ تمہارا عمل خالص۔ تمہاری دعا مجاہدہ کے ساتھ۔ تمہارا کپڑا پرانا۔ تمہارے رفیق درویش۔ تمہارا گھر مسجد۔ تمہارا مال کتب دین۔ تمہاری آرائش زہد اور تمہارا مونس باری تعالیٰ ہو۔ کسی شخص سے کچھ اور نہ کرو۔ جب تک یہ پانچ خصلتیں اس میں نہ پاؤ۔ اول فقیری کو امیری پر ترجیح دے۔ دوم ذلت کو دنیا پر ترجیح دے۔ سوم ذلت کو عزت پر ترجیح دے۔ چہارم علم ظاہر و باطن کا جاننے والا ہو۔ پنجم موت کے لئے تیار ہو۔

اے فرزند! میری وصیتوں کو نگاہ رکھو۔ جس طرح میں نے اپنے شیخ قدس سرہ سے یاد کیں اور ان پر عمل کیا۔ اسی طرح اب تم بھی یاد کرو اور عمل کرو۔ خدا تعالیٰ دنیا و آخرت میں تمہارا

حافظ و نگہبان ہوگا۔ اگر یہ خصلتیں کسی سالک میں پائی جائیں تو اس کا شیخ و پیر ہونا مسلّم ہوگا۔ ہر شخص ایسے شیخ کی پیروی کرے گا۔ وہ اس کو مقصد و مقصود تک پہنچا دے گا۔ مگر یہ مرتبہ ہر ایک نصیب نہیں ہوتا۔ انتہیٰ [1]۔

آٹھ کلمات:

حضرت خواجہ قدس سرہ کے کلمات قدسیہ میں سے یہ آٹھ کلمے بھی ہیں۔ ہوش دردم۔ نظر قدم۔ سفر در وطن۔ خلوت در انجمن۔ یاد کرد۔ باز گشت۔ نگاہداشت۔ یادداشت۔ ان آٹھ کے علاوہ تین کلمے اور ہیں جو مصطلحات نقشبندیہ میں سے ہیں۔ یعنی وقوف عددی۔ وقوف زمانی۔ وقوف قلبی۔ ان گیارہ کلمات پر طریقہ نقشبندیہ کی بنا ہے۔ جن کا مطلب بطریق اختصار ذیل میں درج کیا جاتا ہے:۔

ہوش دردم:

ہوش دردم سے مراد یہ ہے کہ سالک کا ہر ایک سانس حضور و آگاہی سے ہو نہ کہ غفلت سے یعنی کسی سانس میں خدا سے غافل نہ رہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ کسی سانس کو ضائع نہ ہونے دو۔ سانس کے خروج و دخول میں اور خروج و دخول کے درمیان محافظت چاہئے کہ کوئی وقفہ غفلت کا نہ پایا جائے۔

نظر برقدم:

نظر برقدم سے مراد یہ ہے کہ سالک راہ چلنے میں نظر اپنے پاؤں پر رکھے تاکہ بیجا نظر نہ پڑے اور دل محسوسات متفرقہ سے پراگندہ نہ ہو جائے۔ پس راہ چلتے ادھر ادھر نہ دیکھے کہ موجب فسادِ عظیم و مانع حصول مقصود ہے۔ یہ عمل تفرقہ بیرونی کے دفعیہ کے لئے جیسا کہ ہوش دردم تفرقہ اندرونی کے دفعیہ کے واسطے ہے۔ یا اس سے مراد یہ ہے کہ سالک کا قدم باطن اس کی نظر باطن

[1] مولانا ابوالخیر فضل بن روز بہاں معروف بہ خواجہ مولانا اصفہانی نے ان وصایا کی شرح لکھی ہے اور آغاز شرح سے پہلے تین فصلیں لکھی ہیں۔ پہلی فصل میں حضرت خواجہ عبدالخالق قدس سرہٗ کے حالات ہیں۔ دوسری میں سلسلہ مشائخ کے حالات اور تیسری میں حضرت خواجہ کے خلفاء کے حالات درج کئے ہیں۔ کشف الظنون۔

رہے۔ رشحات میں ہے کہ شاید نظر برقدم سرعت سیر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی [illegible] کے قطع کرنے اور عقبات خود پرستی کے طے کرنے میں قدم نظر سے پیچھے نہ رہے۔ [illegible] نظر پڑے۔ چنانچہ مولانا جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کی مدح میں فرماتے ہیں:۔

بسکہ زخود کردہ بسرعت سفر بانمانده قدمش از نظر

سفر در وطن:

سفر در وطن (سیر در انفس) سے مراد صفات ذمیمہ سے صفات حمیدہ کی طرف انتقال کرنا [illegible] کان نقشبندیہ نے مقام بقا میں جو سیر انفسی سے تعلق رکھتا ہے بجائے سیر آفاقی کے اسی [illegible] اختیار کیا ہے۔ اور سفر ظاہر اتنا ہی کرتے ہیں کہ پیر کامل تک پہنچ جائیں۔ دوسری حرکت [illegible] رکھتے اور ملازمت شیخ سے دوری نہیں چاہتے۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول میں نہایت [illegible] کرتے ہیں اس لئے وہ سیر آفاقی کو جو دور دراز راستہ ہے حتی الامکان پسند نہیں کرتے بلکہ [illegible] کے ضمن میں اسے قطع کرتے ہیں۔ اور ملکہ آگاہی کے حصول کے بعد سفر کرتے ہیں یا [illegible] دوسرے سلسلوں میں سلوک کو سیر آفاقی سے شروع کرتے ہیں اور سیر نفسی پر ختم کرتے [illegible] سیر انفسی سے شروع کرنا سلسلہ نقشبندیہ کا خاصہ ہے۔ اندراج نہایت در بدایت کے یہی معنی [illegible] سیر انفسی جو دوسروں کی نہایت ہے وہ اکابر نقشبندیہ کی ہدایت ہے۔

واضح رہے کہ سیر آفاقی مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈنا ہے۔ اور سیر انفسی اپنے میں آنا اور اپنے دل کے گرد پھرنا ہے:۔

بگو تا مبر ہر سوے دست باتو زیر گلیم است ہر چہ ہست

مگر شہود انفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہئے۔ اور اس کو مطلوب کے ظلال میں سے ایک ظل [illegible] کرنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ جیسا کہ ورائے آفاق ہے اور ورائے نفس بھی ہے۔ [illegible] آفاق و انفس سے باہر طلب کرنا چاہئے۔

خلوت در انجمن:

خلوت در انجمن سے مراد یہ ہے کہ انجمن میں جو محل تفرقہ ہے از راہ باطن مطلوب کے

ساتھ خلوت رکھے اور غفلت کو دل میں راہ نہ دے۔ ظاہر میں خلائق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا چاہئے۔ ابتداء میں یہ معاملہ بتکلف ہوتا ہے اور انتہاء میں بے تکلف ہے۔

از بروں در میانِ بازارم وز دروں خلوتیست بایارم

خواجہ اولیا کبیر فرماتے ہیں کہ خلوت در انجمن یہ ہے کہ سالک اگر بازار میں جائے تو ذکر میں استغراق کے سبب سے کوئی آواز نہ سنے۔ خواجہ احرار قدس سرہ کا قول ہے کہ ذکر میں جہد اہتمام بلیغ کے ساتھ مشغول ہونے سے سالک کو پانچ چھ روز میں یہ دولت حاصل ہو جاتی ہے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے اس کلمہ کی جو تشریح کی ہے وہ آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ مشائخ نقشبندیہ بجائے چلہ کے اسی خلوت پر قناعت کرتے ہیں۔ کیونکہ حاصلِ چلہ اس میں داخل ہے۔ اور آفات سے دور ہے۔

یادکرد:

یادکرد سے مراد یہ ہے کہ ہر وقت ذکر میں مشغول رہے خواہ زبانی ہو یا قلبی۔ ذکر کی تلقین کا طریق بیان کرنے کی یہاں ضرورت نہیں۔

بازگشت:

بازگشت سے مراد یہ ہے کہ جب ذاکر بطریق معہود کلمہ توحید کا ذکر دل سے کرے۔ تو ہر بار کلمہ توحید کے بعد زبانِ دل سے کہے۔ خدایا مقصود میرا تو ہے۔ اور تیری رضا۔ مشائخ نقشبندیہ کا معمول یہ ہے کہ کلمہ توحید کے تلفظ کے ضمن میں لامقصود ملاحظہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہ مقصود ہوتا ہے جیسا کہ آیۃ اَفَرَءَیْتَ الَّذِیْنَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ سے ظاہر ہے۔

یادداشت سے مراد ہے دوام آگاہی بحق سبحانہ بر سبیل ذوق۔

دارم ہمہ جا با ہمہ کس در ہمہ حال در دل ز تو آرزو در دیدہ خیال

اگر دوام آگاہی اس قدر غالب ہو کہ کثرت کو نیہ اس کی مزاحم نہ ہو بلکہ اپنے وجود کا بھی شعور نہ رہے۔ تو اسے فناء کہتے ہیں۔ اگر اس بے شعوری کا شعور بھی نہ رہے تو اسے فناء سے فناء بولتے ہیں۔ اور جمع الجمع اور عین الیقین بھی کہتے ہیں۔

انتباہ۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے اخیر کے چار کلموں کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یادکرد سے مراد ذکر میں تکلف ہے یعنی ذکر جس کی تلقین شیخ سے ہوتی ہے اس کے تکرار میں مشغول رہے یہاں تک کہ مرتبہ حضور حاصل ہو جائے۔ اور بازگشت سے مراد رجوع بحق ہے اس طور کہ جتنی بار کلمہ طیبہ کا ذکر کرے۔ ہر بار اس کلمہ کے بعد دل میں خیال کرے کہ خدایا تیرا ہی تو ہے۔ اور تیری رضا اور نگاہداشت سے مراد ہے اس رجوع کی محافظت بغیر زبان سے کہے۔ اور یادداشت سے مراد نگاہداشت میں رسوخ ہے۔

وقوف عددی:

وقوف عددی سے مراد ذکر نفی و اثبات میں عدد ذکر سے واقف رہنا ہے یعنی ذاکر اس ذکر کی تاک کو عدد طاق پر چھوڑے نہ کہ جفت پر۔ کہتے ہیں کہ آداب و شرائط کی رعایت کے ساتھ ایک تاک میں ۲۱ بار نفی و اثبات کرنا مثمر فناء ہے۔ حضرت علاء الدین عطار فرماتے ہیں کہ زیادہ کہنا شرط نہیں اور کم کہنے کو قوف سے کہے۔ جب عدد ۲۱ سے تجاوز کر جائے اور اثر ظاہر نہ ہو تو یہ اس عمل کی بیجا صلی ہے۔ اثر ذکر یہ ہے کہ زمان نفی میں وجود بشریت منفی ہو جائے اور زمان اثبات میں جذبات الٰہی یا صفات کے آثار میں سے کوئی اثر محسوس ہو۔ یہ جو کلام خواجگان میں آیا ہے کہ فلاں بزرگ نے فلاں کو وقوف عددی کا امر فرمایا اس سے مراد ذکر قلبی مع رعایت عدد ہے نہ کہ فقط رعایت عدد۔

وقوف زمانی کے مفہوم:

وقوف زمانی کے دو معنے ہیں۔ ایک یہ کہ سالک کو چاہئے کہ واقف نفس رہے اور پاس انفاس کو ملحوظ رکھے۔ یعنی ہر وقت خیال رکھے کہ سانس حضور میں گزرتا ہے یا غفلت میں۔ دوسرے یہ ہیں کہ بندہ ہر وقت اپنے حال سے واقف رہے۔ اگر وقت طاعت میں گذرا ہے تو شکر بجا لائے اور اگر معصیت میں گزرا ہے تو عذر خواہی کرے۔ اسی طرح حالت بسط میں شکر اور حالت قبض میں استغفار کرے۔ صوفیہ کرام کی اصطلاح میں اسے محاسبہ کہتے ہیں۔ قول باری وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ۔[1] اور قول

---

[1] رجوع کرو اپنے رب کی طرف اور اس کی فرمانبرداری کرو پہلے اس سے کہ آئے تم پر عذاب۔ پھر کوئی مدد نہ کرے گا۔ (پ ۲۴۔ زم ر۔ ع۔ ۶)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا میں اسی محاسبہ کی طرف ہے۔[1]

وقوف قلبی کے مفہوم:

وقوف قلبی کے دو معنی ہیں۔ ایک یہ کہ ذکر کے وقت دل حق سبحانہ سے واقف رہے۔ اور یہ مقولہ یادداشت سے ہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ بندہ اثنائے ذکر میں قلب کی طرف متوجہ رہے اور اسے ذکر میں مشغول کرے اور اور ذکر اور ذکر کے مفہوم سے غافل ہونے دے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ نے ذکر میں حبس دم اور رعایت عدد کو قرار نہیں دیا۔ مگر وقف قلبی ذکر جہر شروع کیا۔ کیونکہ حضرت خواجہ عارف نے اخیر وقت میں فرمایا تھا کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ جس کی طرف ہمیں اشارہ ہوا تھا کہ ایک وقت آنے والا ہے طالبوں کو بنا بر مصلحت ذکر جہر اختیار کرنا پڑے گا۔ مولانا حافظ الدین بخاری نے جو اس وقت بڑے عالم اور خواجہ محمد پارسا قدس سرہ کے جد اعلیٰ تھے رئیس العلماء شمس الائمہ حلوانی کے اشارہ سے علماء وقت کی ایک جماعت کے روبرو حضرت خواجہ محمود سے استفتاء کیا کہ آپ ذکر جہر کس لئے سے کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تا کہ سویا ہوا بیدار غفلت سے ہوشیار ہو جائے۔ اور راہ راست آجائے اور شریعت وطریقت پر استقامت حاصل کرے اور توبہ وانابت (جو ہر نیکی کی اصل ہے) کی طرف رغبت کرے۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ کی نیت درست ہے اور آپ کے لئے یہ شغل بہتر ہے۔ لیکن ذکر جہر کی ایک حد مقرر کر دیجئے کہ جس سے حقیقت مجاز سے اور بیگانہ آشنا سے ممتاز ہو جائے۔ اس پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ذکر جہر اس شخص کے لئے جائز ہے کہ جس کی زبان جھوٹ اور غیبت سے پاک ہو۔ اور جس کا حلق حرام وشبہ سے اور دل ریا وسمعہ سے اور باطن توجہ بما سوا سے پاک ہو۔

حضرت خواجہ علی رامیتنی کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ محمود قدس سرہ کے وقت میں ایک درویش نے حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اس زمانے میں مشائخ میں ایسا کون ہے جو طریق استقامت پر ثابت قدم ہو تا کہ اس کا مرید بن کر اس کی پیروی کروں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے جواب دیا کہ خواجہ محمود انجیر فغوی۔ خواجہ رامیتنی کے بعض اصحاب

[1] تم محاسبہ کرو پہلے اس سے کہ محاسبہ کئے جاؤ۔

سائل خود خواجہ علی رامیتنی تھے۔ مگر اپنا نام بدیں خیال نہ لیا کہ یہ ظاہر نہ ہو جائے
حضرت خضر علیہ السلام کو دیکھا ہے۔

ایک روز خواجہ علی رامیتنی خواجہ محمود کے باقی اصحاب کے ساتھ موضع رامتین میں ذکر میں
دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا سفید پرندہ ان کے اوپر اڑا چلا جاتا ہے۔ جب وہ پرندہ ان
اس پر آیا تو فصیح زبان سے بولا۔ اے علی مردانہ باش۔ یہ دیکھ کر اصحاب پر ایک
طاری ہو گئی اور وہ بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو حضرت خواجہ سے پوچھا کہ یہ کیا
دیکھا اور سنا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ وہ خواجہ محمود قدس سرہ تھے۔ حق سبحانہ نے ان
عطا فرمائی ہے کہ وہ ہمیشہ اس مقام پر پرواز کرتے ہیں۔ جہاں حق سبحانہ نے حضرت
کئی ہزار کلمات فرمائے۔ اس وقت آپ خواجہ دہقان قلتی کے سرہانے گئے تھے جو
کبیر کے پہلے خلیفہ ہیں۔ خواجہ دہقان کا اخیر وقت تھا۔ انہوں نے باری تعالیٰ کی
دعا کی تھی کہ خدایا دم اخیر میں اپنے دوستوں میں سے کسی کو میرے پاس میری مدد کے
چنانچہ خواجہ محمود بحکم ربانی خواجہ دہقان کے پاس بغرض امداد تشریف لے گئے
واپس آتے اس راہ سے گزرے ہیں۔ بہر دو معنی کو ضروری سمجھا ہے۔ آیہ یٰاَیُّھَا
اذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا[1] میں اسی وقوف قلبی کی طرف اشارہ ہے۔ حضرت عروۃ
معصوم قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ وقوف قلبی یہ ہے کہ دل کا نگران وواقف رہے۔ اور
اس کی طرف توجہ رکھے۔ تا کہ اس میں تفرقہ راہ نہ پائے اور وہ ماسوا کے نقوش
ہو جائے۔ کہتے ہیں کہ دل بیکار نہیں رہتا۔ یا ماسوا سے ملا رہتا ہے۔ یا مطلوب حقیقی
دل ماسوا سے ممنوع ہو گیا۔ تو اسے مطلوب کی طرف توجہ سے چارہ نہ ہوگا۔ غرض تم دل
رکھو۔ دوست کی طلب حاجت نہیں۔ وہ خود جلوہ گر ہو جائے گا۔ (انیس الطالبین۔
)

[1] اللہ کو بہت یاد کرو۔ (پ ۲۲۔ احزاب۔ ع ۶)

۱۲۔ خواجہ عارف ریوگری قدس سرہ

نسبت وارادت:

خواجہ عبدالخالق قدس سرہ کے چار خلیفے تھے۔ خواجہ احمد صدیق۔ خواجہ اولیائے
خواجہ سلیمان کرمینی۔ خواجہ عارف ریوگری۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کی نسبت
ارادت ان میں سے خواجہ عارف تک پہنچتی ہے۔ حضرت خواجہ عارف کا مولد و مدفن موضع
ہے[1] جو دیہات بخارا میں سے ہے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق کے وصال کے بعد آپ ریا
عبادت اور ہدایت خلق میں مشغول رہے۔

وصال مُبارک:

آپ کا سنہ وفات بقول صاحب حضرات القدس ۶۱۶ھ یا ایک سال بعد
(رشحات)۔

❋❋❋

[1] ریوگر (بکسر رائے مہملہ وسکون یا وواو مجہولہ وکسر کاف فارسی) بخارا سے چھ فرسنگ اور غجدوان سے
فرسنگ شرعی کے فاصلہ پر واقع ہے۔

۱۳۔ خواجہ محمود انجیر فغنوی قدس سرہ

افضل واکمل:

آپ خواجہ عارف قدس سرہ کے تمام اصحاب میں افضل واکمل اور خلافت سے ممتاز تھے
آپ کا مقام ولادت موضع انجیر فغنہ ہے جو علاقہ بخارا میں وابکنہ[1] کا ایک گاؤں ہے۔ آپ وابکنہ
رہا کرتے تھے۔ وجہ معاش گل کاری تھی۔ جب آپ کو اجازت ارشاد مل گئی تو آپ نے بنا بر
والضعفائے حال طلاب پوشیدہ نہ رہے کہ حیات دنیوی میں بعضے بندگان خدا کو غایت صفا
حیات ایزدی اس بات پر قدرت ہوتی ہے کہ باوجود کا بعد ظاہری کی قید کے مختلف
کر سکیں۔ پس موت کے بعد جبکہ یہ قید رفع ہو جاتی ہے اور طائر روح اس قفس سے آزاد
وہ دوسرے بدن کے کسب پر بطریق اولے قادر ہیں۔ اسے بروز کہتے ہیں۔

بروز وتناسخ میں فرق:

بروز وتناسخ میں فرق ہے۔ اہل تناسخ عموم ولزوم کے قائل ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی
مسلمان ہو یا کافر۔ انسان ہو یا حیوان کسی بدن سے جدا نہیں ہوتی جب
کوئی دوسرا بدن اس کے واسطے تیار نہ ہو۔ تاکہ پہلے بدن سے نکلتے ہی دوسرے میں چلی
بخلاف اہل بروز کے کہ ان کے نزدیک نہ عموم ہے نہ لزوم۔ یعنی اس طائفہ کے نزدیک یہ
خاص ہے۔ اور وہ بھی بر سبیل لزوم نہیں۔ کیونکہ موت کے بعد کبھی بنا بر مصلحت
بدن میں ظاہر ہوتے ہیں خواہ وہ بدن اصلی دنیوی کی مثل ہو یا نہ ہو اور صورت بشری میں
ہو اور بعد اتمام مطلوب کے بعد پس پردہ سے غائب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ بروز وتناسخ
فرق نہیں کرتے وہ اولیائے کرام پر بیجا اعتراض وطعن کرتے ہیں۔

---

[1] وابکنہ ایک قصبہ ہے جو چند قریات ومزارع پر شامل ہے اور شہر بخارا سے تین فرسنگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔

تا چند کنی بادہ نوشاں انکار انکار مکن کہ نیست نیکو ایں کار
رندے کہ بود زبادۂ عرفاں مست زنہار بروطعنہ مکن صد زنہار

وصال مُبارک:

حضرت خواجہ محمود قدس سرہ کا سنہ وفات بعضوں نے ۱۷ ربیع الاول ۷۱۷ھ لکھا ہے آپ کا مزار مبارک وابکنہ میں ہے۔ (رشحات۔ روائح)

❋❋❋

۱۴۔ خواجہ علی رامیتنی قدس سرہ

آپ خواجہ محمود قدس سرہ کے خلفاء میں سے ہیں۔ سلسلہ خواجگان میں آپ کا لقب عزیزاں ہے۔ آپ کے مقامات عالیہ اور کرامات عجیبہ بہت ہیں۔ آپ صنعت بافندگی میں مشغول رہا کرتے تھے۔ مولانا جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ میں نے بعض اکابر سے سنا ہے کہ مولانا جلال الدین رومی کے شعر ذیل میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔

گر نہ علم حال فوق بودے کہ شدے
سادہ اعیان بخارا خواجۂ نساج را

علم حال اگر قال سے بہتر نہ ہوتا تو سرداران بخارا خواجہ نساج (بافندہ) کے کب غلام بنتے۔

ولادت باسعادت:

آپ کی پیدائش موضع رامیتن میں ہوئی۔ جو ولایت بخارا میں ایک بڑا قصبہ شہر سے دو فرسخ کے فاصلہ پر ہے۔ اتفاقات زمانہ سے آپ باورد میں تشریف لائے۔ اور ایک مدت تک یہاں کے لوگوں کو راہ خدا بتاتے رہے۔ بعد ازاں شہر خوارزم میں مقیم ہوئے۔ اور حسب معمول وہاں خلق اور ریاضت ومجاہدہ میں مشغول رہے۔ خوارزم میں بہت سے لوگ آپ کے سلسلہ میں داخل ہوئے۔

کرامات

ابو سعید ہائی دلادی:

حضرت سیدا تا اور حضرت عزیزان ہمعصر تھے۔ اور کبھی کبھی ایک دوسرے سے ملاقات

کیا کرتے تھے۔ اوائل میں سیداتا کو حضرت عزیزان سے صفائی نہ تھی۔ ایک روز سیداتا سے آ
کی جناب میں بے ادبی ہوگئی۔ اتفاقاً ان ہی ایام میں ترکوں کی ایک جماعت دشت قپچاق
طرف سے حملہ آور ہوئی اور سیداتا کے ایک لڑکے کو پکڑ کر لے گئی۔ سیداتا کو معلوم ہوا کہ یہ حا
اس بے ادبی کے سبب سے وقوع میں آیا ہے۔ اس لئے حضرت عزیزان سے معافی مانگی۔ اور
ضیافت آپ کی دعوت کی۔ آپ نے قبول کیا اور سیداتا کے ہاں تشریف لائے۔ اس دعوت
بڑے بڑے علماء اور مشاہیر وقت حاضر ہوئے۔ اس روز حضرت عزیزاں نہایت خوش وقت
بڑی کیفیت کے عالم میں تھے۔ جب خادم نمکدان لایا اور دسترخوان بچھایا گیا تو آپ نے فر
کہ علی اپنی انگلی نمک پر نہ رکھے گا اور ہاتھ کھانے کی طرف نہ بڑھائے گا جب تک کہ سیداتا کا لڑ
دسترخوان پر حاضر نہ ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ تمام حاضرین اس کے منتظ
تھے۔ اچانک سیداتا کا لڑکا اس گھر کے دروازے سے آ حاضر ہوا۔ یکبارگی مجلس میں شور بر
ہوگیا۔ لوگ حیران رہ گئے اور اس لڑکے کے آنے کی کیفیت لڑکے ہی سے دریافت کی۔ اس نے
کہا۔ میں اس سے زیادہ نہیں جانتا کہ ابھی میں ترکوں کے ہاتھ قید میں تھا اور مجھ کو اپنے ملک میں
لے جا رہے تھے۔ اب دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے سامنے حاضر ہوں۔ اہل مجلس کو یقین ہوگیا کہ یہ
حضرت عزیزاں کا تصرف ہے۔ سب آپ کے پاؤں پر گر پڑے اور آپ کے مرید ہوگئے۔

مثل عزیزاں:

ایک روز حضرت عزیزاں کے ہاں ایک عزیز مہمان آیا۔ گھر میں کھانے کی کوئی چیز
تھی۔ آپ بہت دلگیر ہوئے اور گھر سے نکلے۔ اچانک ایک طعام فروش لڑکا جو آپ کے معتقدین
میں سے تھا ایک دیگ طعام سے بھری ہوئے سر پر اٹھائے ہوئے آ پہنچا۔ اس نے التجا کی کہ میں
نے یہ کھانا آپ کے خادموں کے لئے تیار کیا ہے۔ امیدوار ہوں کہ آپ قبول فرمائیں گے۔
حضرت عزیزاں کو اس لڑکے کی یہ خدمت بہت پسند آئی۔ جب آپ مہمان کو کھانا کھلا چکے تو
لڑکے کو بلا کر کہا ہم تیری اس خدمت سے بہت خوش ہیں۔ اب تیری جو مراد ہے ہم سے مانگ۔
انشاءاللہ پوری ہو جائے گی۔ لڑکا نہایت عقلمند اور ہوشیار تھا۔ بولا کہ میں چاہتا ہوں کہ خواجہ عزیزاں
بن جاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو نہایت مشکل ہے۔ اس بھاری بوجھ کے اٹھانے کی تجھ میں

ہے۔ لڑکے نے عرض کیا کہ میری مراد تو یہی ہے۔ اس کے سوا کوئی آرزو نہیں۔ تب
نے فرمایا کہ اسی طرح ہو جائے گا۔ اور اس کا ہاتھ پکڑ کر خلوت خاص میں لے گئے۔ اور
وہ لڑکا تھوڑی سی دیر میں صورت و سیرت میں بعینہٖ مثل عزیزاں بن گیا۔ اس کے
بعد چالیس روز زندہ رہا پھر انتقال کر گیا۔

تصرف باطنی کی برکت:

کہتے ہیں کہ جب حضرت عزیزاں نے باشارہ غیبی ولایت بخارا سے خوارزم کا قصد کیا
اس شہر کے دروازے پر پہنچ گئے تو وہاں ٹھہر گئے۔ اور دو درویشوں کو بادشاہ کی خدمت میں بھیجا
کہ ایک بیگانہ فقیر تمہارے شہر کے دروازے پر آیا ہے اور اقامت کا ارادہ رکھتا ہے۔ اگر تمہاری
مرضی ہو تو داخل ہو جائے ورنہ واپس چلا جائے۔ اور ان درویشوں سے آپ نے کہہ دیا کہ اگر
بادشاہ اجازت دے دے تو اجازت نامہ مہری و دستخطی اس کا لیتے آنا۔ جب وہ درویش بادشاہ کے
پاس گئے اور مدعا عرض کیا تو بادشاہ اور اس کے ارکان دولت ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ وہ سادہ
دل آدمی ہیں۔ پھر بطور مذاق بادشاہ کا مہری و دستخطی اجازت نامہ ان کے حوالہ کیا گیا۔ وہ یہ
اجازت نامہ حضرت عزیزاں کے پاس لائے۔ پس آپ نے قدم مبارک شہر میں رکھا اور گوشہ
میں رہ کر بطریق خواجگان اپنے اوراد و اذکار میں مشغول ہوگئے۔ آپ ہر روز صبح کے وقت
خانقاہ میں آتے اور ایک دو مزدوروں کو اپنے مکان پر لے جا کر فرماتے کہ پورا وضو کرو۔ اور
ظہر تک یا دشب ہمارے پاس رہو اور ذکر کرو۔ بعد ازاں اپنی مزدوری لے کر چلے جاؤ۔ مزدور
روزانہ ایسا کرتے اور نماز عصر تک آپ کی صحبت میں رہتے۔ مگر جو مزدور ایک دن اس
طرح آپ کے پاس رہتے۔ آپ کی صحبت کی برکت اور آپ کی تاثیر و تصرف باطنی سے ان میں
یہ حال ہو جاتا کہ آپ کی خدمت سے جدائی گوارا نہ کرتے۔ اس طرح کچھ مدت کے بعد
وہاں کے لوگ آپ کے مرید بن گئے۔ اور آپ کے گرد طالبوں کا بڑا مجمع ہوگیا۔ رفتہ رفتہ کسی نے
بادشاہ سے عرض کر دی کہ اس شہر میں ایک شخص آیا ہے۔ اکثر لوگ اس کے مرید ہوگئے ہیں۔ اندیشہ ہے
کہ اس کے سبب سے ملک میں کوئی فتنہ و فساد پیدا ہو جائے کہ جس کا انسداد ممکن نہ ہو۔ بادشاہ نے
اس امر میں فکر کر حضرت عزیزاں کے اخراج کا حکم دیا۔ آپ نے ان ہی دو درویشوں کے ہاتھ

اجازت نامہ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ کہ ہم تمہارے شہر میں تمہاری ہی اجازت و مصلحت سے آئے ہیں۔ اگر تم اپنے حکم کے خلاف کرتے ہو تو ہم یہاں سے چلے جاتے ہیں۔ اس پر بادشاہ اور ارکانِ دولت بہت شرمندہ ہوئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر محبین و مخلصین میں سے ہو گئے۔

مستقبل سے آگاہی:

حضرت عزیزاں کے دو فرزند تھے۔ ایک خواجہ محمد جو خواجہ خرد کے نام سے مشہور تھے کیونکہ حضرت عزیزاں کے اصحاب حضرت عزیزاں کو خواجہ بزرگ کہا کرتے تھے اور خواجہ محمد کو خواجہ خرد۔ دوسرے خواجہ ابراہیم تھے جو خواجہ محمد سے چھوٹے تھے۔ جب حضرت کا زمانہ وفات نزدیک آیا تو آپ نے خواجہ ابراہیم کو اجازت و خلافت عطا فرمائی۔ بعضے یاروں کے دل میں آیا کہ بڑے صاحبزادے کی موجودگی میں جو عالم و عارف ہیں چھوٹے کو کیوں خلیفہ بنایا گیا۔ حضرت نے ان کے خطرے پر آگاہ ہو کر فرمایا کہ خواجہ خرد ہمارے بعد زیادہ نہ ٹھہریں گے۔ بلکہ جلدی ہمارے پاس پہنچیں گے۔ چنانچہ ویسا ہی وقوع میں آیا۔ حضرت کی وفات کے انیس روز بعد خواجہ خرد نے بروز دوشنبہ وقت چاشت ۱۷ ماہ ذی حجہ ۷۱۵ھ میں وفات پائی اور خواجہ ابراہیم نے ۷۹۳ھ میں انتقال فرمایا۔

وصال مُبارک:

حضرت عزیزاں نے بتاریخ ۲۸ ذیقعدہ ۷۱۵ھ میں وفات پائی۔ آپ کا مزار مبارک خوارزم میں مشہور و معروف اور زیارتگاہ خاص و عام ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) شیخ رکن الدین علاء الدولہ سمنانی نے جو حضرت عزیزاں کے ہمعصر تھے ایک درویش کو آپ کی خدمت میں بھیج کر تین مسئلے پوچھے اور ہر ایک کا جواب پایا۔ پہلا مسئلہ یہ تھا کہ ہم اور تم آنے جانے والوں کی خدمت کرتے ہیں۔ تم کھانے میں تکلف نہیں کرتے اور ہم کرتے ہیں۔ مگر لوگ تمہاری آرزو اور ہماری شکایت کرتے ہیں۔ اس کا سبب کیا

ہے؟ حضرت عزیزاں نے جواب دیا کہ احسان جتا کر خدمت کرنے والے بہت ہیں اور احسان مند ہو کر خدمت کرنے والے کم ہیں۔ کوشش کرو کہ تم دوسری قسم سے بنو تاکہ کوئی تمہاری شکایت نہ کرے۔ دوسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم نے سنا ہے کہ تمہاری تربیت خود خضر علیہ السلام سے ہے۔ یہ کس طرح ہے؟ حضرت نے جواب دیا کہ حق سبحانہ کے بندے اس ذات کے عاشق ہیں جس کے حضرت خضر عاشق ہیں۔ تیسرا مسئلہ یہ تھا کہ ہم سنتے ہیں کہ تم ذکر جہر کرتے ہو۔ یہ کس طرح ہے؟ فرمایا کہ ہم بھی سنتے ہیں کہ تم ذکر خفیہ کرتے ہو۔ پس تمہارا ذکر بھی جہر ہوا۔

(۲) مولانا سیف الدین نے جو اس زمانے کے اکابر علماء سے تھے حضرت عزیزاں سے سوال کیا کہ تم ذکر علانیہ کس نیت سے کرتے ہو؟ فرمایا کہ تمام علماء کا اتفاق ہے کہ اخیر دم میں ذکر بلند کرنا اور تلقین کرنا جائز ہے۔ بحکم حدیث: لقنوا موتا کم بشهادة ان لا اله الا الله ۔ تم اپنے مردوں کو لا اله الا الله کی شہادت کی تلقین کرو۔ درویشوں کا ہر دم دم اخیر ہے۔

(۳) شیخ بدرالدین نے جو شیخ حسن بلغاری کے اصحاب کبار سے تھے۔ حضرت عزیزاں سے پوچھا کہ اللہ تعالےٰ جو ارشاد فرماتا ہے: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۔ (احزاب) ۔ اے ایمان والو! خدا کو بہت یاد کیا کرو۔ ذکر کثیر سے مراد ذکر زبان ہے یا ذکر دل۔ حضرت نے فرمایا کہ مبتدی کے لئے ذکر زبان اور منتہی کے لئے ذکر دل۔ مبتدی ہمیشہ تکلف و تعمل سے کام لیتا ہے۔ چونکہ منتہی کے ذکر کا اثر دل تک پہنچتا ہے اس کے تمام اعضا اور رگیں اور جوڑ ذکر کرنے لگتے ہیں۔ اس وقت سالک ذکر کثیر سے متصف ہوتا ہے اور اس حالت میں اس کا ایک دن کا کام دوسروں کے سال بھر کے کام کے برابر ہوتا ہے۔

(۴) فرمایا کہ یہ بات کہ حق سبحانہ ہر شب و روز میں بندہ مومن کے دل پر تین سو ساٹھ نظر رحمت کرتا ہے اس طرح ہے کہ دل تمام اعضا کی طرف تین سو ساٹھ دریچہ رکھتا ہے۔ اور وہ دل کے متصل تین سو ساٹھ رگیں جہندہ وغیر جہندہ ہیں۔ جب دل ذکر سے متاثر

ہوتا ہے اور اس مرتبے پر پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہ کی نظر خاص کا منظور ہو جائے۔ تو
نظر کے آثار دل سے تمام اعضا کی طرف منشعب ہوتے ہیں۔ پس ہر ایک عضو
اپنے حال کے مناسب طاعت میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ہر عضو کی طاعت کے
سے ایک فیض جس سے مراد نظرِ رحمت ہے دل کو پہنچتا ہے۔

(۵) حضرت عزیزاں سے پوچھا گیا کہ ایمان کیا ہے۔ آپ نے اپنی صنعت (بافندگی)
مناسب جواب دیا کہ توڑنا اور جوڑنا۔ یعنی ماسوا سے توڑنا اور حق تعالیٰ سے جوڑنا۔

(۶) آیہ تُوْبُوْا اِلَی اللہِ (تحریم) میں اشارت بھی ہے اور بشارت بھی۔ اشارت ہے تو
کرنے کی اور بشارت ہے اس کے قبول کی۔ کیونکہ اگر قبول نہ کرتا تو توبہ کا امر نہ کرتا۔
امر دلیل ہے قبول کی دید قصور کے ساتھ۔

(۷) عمل کرنا چاہئے اور ناکردہ خیال کرنا چاہئے۔ اور اپنے تئیں قصوروار سمجھنا چاہئے۔ اور
(بصورت نقصان) عمل کو از سرِ نو کرنا چاہئے۔

(۸) دو وقت اپنے تئیں خوب نگاہ رکھنا چاہئے۔ بات کرنے کے وقت اور کوئی چیز کھانے
کے وقت۔

(۹) ایک روز حضرت خضر علیہ السلام خواجہ عبدالخالق کے پاس آئے۔ خواجہ نے دو جو کی
روٹیاں گھر سے لا کر پیش کیں۔ مگر حضرت خضر علیہ السلام نے نہ کھائیں۔ خواجہ نے
عرض کیا کہ تناول فرمایئے۔ لقمہ حلال ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ درست ہے لیکن خمیر
کرنے والا بے وضو تھا۔ ہمارے واسطے اس کا کھانا روا نہیں۔

(۱۰) جو شخص مسند ارشاد پر بیٹھے اور لوگوں کو راہِ خدا بتائے اسے پرندے پالنے والے کی طرح
ہونا چاہئے۔ جو ہر ایک پرندہ کے پوٹے سے واقف ہوتا ہے اور ہر ایک کو اس کے
مناسب خوراک دیتا ہے۔ اسی طرح مرشد کو بھی چاہئے کہ اپنے مریدوں میں سے ہر
ایک کی تربیت اس کی استعداد و قابلیت کے مطابق کرے۔

(۱۱) اگر تمام روئے زمین میں خواجہ عبدالخالق کے فرزندوں میں سے ایک بھی ہوتا۔ تو
منصور کبھی سولی پر نہ چڑھتا۔ یعنی اگر خواجہ کے فرزندان معنوی میں سے ایک بھی زندہ

ہوتا تو حسین منصور کی تربیت کر کے اسے اس مقام سے اوپر لے جاتا۔

(۱۲) سالکان طریقت کو ریاضت و مجاہدہ بہت کرنا چاہئے تاکہ وہ کسی مرتبہ و مقام پر پہنچ
جائیں۔ لیکن ایک راستہ ان سب سے نزدیک ہے کہ جس سے مقصود کو بہت جلدی پہنچ
جاتے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ سالک خُلق و خدمت کے ذریعے کسی صاحب دل کے دل
میں جگہ پائے۔ چونکہ اس گروہ کا دل نظر حق کا مورد ہے اس لئے سالک کو اس نظر سے
حاصل ہو جائے گا۔

(۱۳) ایسی زبان سے دعا کرو جس سے گناہ نہ کیا ہو تاکہ وہ دعا درجہ قبولیت پائے یعنی دوستانِ
خدا کے آگے تواضع اور التجا کرو کہ وہ تمہارے واسطے دعا کریں۔

(۱۴) ایک روز کسی نے حضرت عزیزاں کے سامنے یہ مصرع پڑھا۔

عاشقاں در دمے دو عید کنند

آپ نے فرمایا کہ عاشق ایک دم میں دو کیا تین عید کرتے ہیں۔ اس نے عرض کیا۔ کہ
اس کی تشریح فرما دیجئے۔ حضرت نے فرمایا کہ بندے کی ایک یاد خدا تعالیٰ کی دو یاد کے
درمیان ہے۔ پہلے وہ بندے کو توفیق دیتا ہے کہ اس کی یاد کرے۔ پھر جب بندہ اسے
یاد کرتا ہے تو اسے شرفِ قبولیت سے مشرف فرماتا ہے۔ پس توفیق اور یاد اور قبولیت
تین عیدیں ہوئیں۔

(۱۵) ایک روز شیخ فخر الدین نوری نے جو اس وقت کے اکابر میں سے تھے حضرت عزیزاں
سے سوال کیا کہ روز ازل میں جب اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کے سوال کے ساتھ سوال ہوا تو
ایک گروہ نے لفظ بَلٰی کے ساتھ جواب دیا۔ مگر روز ابد میں جب حق سبحانہ لِمَنِ
الْمُلْکُ الْیَوْمَ کہے گا تو کوئی جواب نہ دے گا۔ اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت نے
فرمایا کہ روز ازل تکالیف شرعیہ کی وضع کا دن تھا اور شرع میں گفت ہوتی ہے۔ مگر روز
ابد تکالیف شرعیہ کے اٹھا دینے اور ابتدائے عالم حقیقت کا دن ہے اور حقیقت میں
گفت نہیں ہوتی۔ اس لئے اس روز حق سبحانہ خود اپنے سوال کا جواب یوں دے گا۔ لِلّٰہِ
الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ۔ علاوہ کلمات مذکورہ بالا کے حضرت عزیزاں کی تصنیف سے ایک

رسالہ بھی ہے۔اس رسالہ میں آپ نے فرمایا ہے کہ سالک راہ کو دس شرطیں نگاہ
چاہئیں۔طہارت۔خاموشی۔خلوت۔روزہ۔ذکر۔نگہداشت خاطر۔رضا بحکم
صحبت صالحاں۔شب بیداری۔نگہداشت لقمہ۔تفصیل کے لئے اس رسالہ کا مطالعہ
ضروری ہے۔

شاعری:

حضرت عزیزاں کے اشعار میں سے یہ رباعی مشہور ہے۔

با ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت	جس شخص کے پاس تو بیٹھا اور تیری
وز تو نزمید زحمت آب و گلت	دلجمعی نہ ہوئی اور تیری آب و گل کی
از صحبت دے اگر تبرا نکنی	کدورت تجھ سے دور نہ ہوئی اگر تو اس
ہرگز نکند روح عزیزاں بحلت	کی صحبت سے بیزار نہ ہوگا تو عزیزاں کی
	روح تجھے کبھی معاف نہ کرے گی۔

(رشحات)

❋❋❋

۱۵۔خواجہ محمد بابا سماسی قدس سرہٗ

ولادت:

طریقت میں آپ کا انتساب حضرت عزیزاں سے ہے۔آپ کا مولد سماسی ہے جو
رشحات دیہات رامتین میں سے ہے۔اور رامتین سے ایک فرسنگ کے فاصلہ پر
خواجہ محمد بابا کو اس کی طرف نسبت کر کے سماسی کہتے ہیں۔

جب حضرت عزیزاں کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو آپ نے اپنے اصحاب میں سے
محمد بابا کو اپنی خلافت و نیابت کے لئے انتخاب کیا۔اور تمام اصحاب کو ان کی متابعت و
اطاعت کا حکم دیا۔

استغراق کی کیفیت:

آپ کی محویت و استغراق کا یہ عالم تھا کہ موضع سماسی میں آپ کا ایک چھوٹا سا باغ تھا
وہاں آپ کبھی کبھی تشریف لے جاتے اور وہاں کے انگوروں کی شاخوں کو اپنے دست مبارک سے
کاٹتے مگر اس کام میں بہت دیر لگ جاتی۔کیونکہ جب آپ انگور کی ایک شاخ کو کاٹتے تو غلبہ حال
و استغراق کی وجہ سے آری آپ کے دست مبارک سے گر پڑتی۔اور آپ بے خود ہو جاتے۔یہ
حالت بہت دیر تک رہتی۔جب ہوش میں آتے تو پھر شاخ انگور کو کاٹنے لگتے۔پھر وہی کیفیت
طاری ہو جاتی۔

فرزند کی خبر:

آپ نے خواجہ بہاء الدین نقشبند کو اپنی فرزندی میں قبول کیا۔جس کی کیفیت اس طرح
ہے کہ حضرت شاہ نقشبند کی ولادت سے پہلے آپ بارہا کوشک ہندواں سے گزرتے اور

فرماتے:۔

ازیں خاک بوے مردے مے آید۔ زود باشد کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں شود۔

اس زمین سے ایک مرد کی خوشبو آتی ہے۔ جلدی ایسا ہوگا کہ کوشک ہندواں قصر عارفاں بن جائے گا۔

حضرت نقشبند کی ولادت کی خبر:

ایک روز آپ اپنے خلیفہ سید امیر کلال کے مکان سے قصر عارفاں کی طرف ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر فرمایا کہ وہ خوشبو اب زیادہ ہوگئی ہے۔ اور بے شک وہ مرد پیدا ہوگیا اس وقت حضرت نقشبند کی ولادت کو تین روز ہو چکے تھے۔ آپ کے جد امجد آپ کو لے کر خود بابا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ ہمارا فرزند ہے۔ ہم نے اس کو فرزندی میں قبول کیا۔ پھر اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہی مرد خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی۔ یہ لڑکا عنقریب اپنے وقت کا مقتدا ہوگا۔ بعد ازاں سید امیر کلال کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تم میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں شفقت و تربیت سے دریغ نہ کرنا۔ اگر تم اس میں کوتاہی کرو گے۔ تو میں تمہیں معاف نہ کروں گا۔ امیر موصوف نے کھڑے ہو کر ادب سے ہاتھ سینے پر رکھ کر عرض کیا کہ اگر کوتاہی کروں تو میں مرد نہیں۔

فراست و بصیرت:

حضرت خواجہ نقشبند سے منقول ہے کہ جب میری عمر اٹھارہ سال یا کچھ کم و بیش ہوئی تو میرے جد امجد کو میرے نکاح کی فکر ہوئی۔ انہوں نے مجھے خواجہ محمد بابا قدس سرہ' کے بلانے کے لئے قصر عارفاں میں بھیجا تا کہ ان کے قدم کی برکت سے یہ کام انجام کو پہنچ پائے۔ جب میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا تو پہلی کرامت جو دیکھنے میں آئی یہ تھی کہ اس رات آپ کی صحبت کی برکت سے مجھ میں بڑا تضرع و نیاز پیدا ہوا۔ رات کے اخیر حصے میں اٹھ کر میں نے وضو کیا اور آپ کی مسجد مبارک میں جا کر دو رکعت نماز پڑھی۔ اور سر سجدے میں رکھ کر دعا و تضرع بہت کی۔ اس اثنا میں میری زبان سے نکلا "خدایا! مجھے بلا کا بوجھ اٹھانے اور اپنی محبت کی محنت برداشت کرنے کی قوت عطا فرما"۔ صبح کو جو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے از روے فراست

کی رات کی سرگزشت سے آگاہ ہو کر فرمایا۔ اے فرزند! دعا میں یوں کہنا چاہئے۔" اس بندہ ضعیف کو اپنے فضل و کرم سے اسی پر قائم رکھ جس میں تیری رضا ہے۔" پھر فرمایا کہ اللہ عزوجل کی رضا تو اس میں ہے کہ بندہ بلا میں مبتلا نہ ہو۔ اگر وہ بنا بر حکمت اپنے کسی کو بلا میں مبتلا کرتا ہے۔ تو اپنی عنایت سے اس دوست کو اس بلا کے برداشت کرنے کی قوت عطا فرماتا ہے اور اس کی حکمت اس پر ظاہر کر دیتا ہے۔ اپنے اختیار سے بلا طلب کرنا دشوار ہے۔ توکل کرنی چاہئے۔ بعد ازاں کھانا لایا گیا۔ جب کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے دستر سے ایک روٹی مجھے دی۔ میں لینا نہ چاہتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ لے لو۔ کام آئے گی۔ میں روٹی لے لی اور آپ کے ہمراہ قصر عارفاں کی طرف روانہ ہوا۔ اثنائے راہ میں میرے باطن میں کوئی خطرہ پیدا ہوتا تو آپ فرماتے کہ باطن کی حفاظت چاہئے۔ ان حالات کے حضرت کی نسبت میرا یقین و اعتقاد زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ راستے میں ایک جگہ پہنچے جہاں حضرت کا ایک محب و مخلص تھا۔ وہ بڑی بشاشت اور عاجزی سے پیش آیا۔ جب آپ اس کے مکان میں اترے تو آپ نے اس کے اضطراب و بیقراری کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ سچ بتاؤ۔ اس اضطراب کی سبب کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ گھر میں دودھ کا پنیر تو حاضر ہے مگر روٹی موجود نہیں۔ حضرت خواجہ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا وہ روٹی لاؤ۔ تم نے دیکھا کہ آخر کام آگئی۔ یہ حالات ہیں جو میں نے حضرت بابا سے مشاہدہ کئے۔

وصال مبارک:

بعض رسائل میں آپ کا سنہ وصال ۱۰ جمادی الاخریٰ ۷۵۵ھ لکھا ہے۔ مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے۔ (رشحات۔ انیس الطالبین)۔

❋❋❋

۱۶۔ خواجہ شمس الدین امیر کلال قدس سرہٗ

حضرت امیر کلال صحیح النسب سید ہیں۔ طریقت میں آپ کا انتساب حضرت سماسی قدس سرہ سے ہے۔ آپ کا مولد قریہ سوخار ہے جو سماسی سے پانچ فرسنگ کے فاصلہ پر

کلال کی وجہ تسمیہ:

آپ کوزہ گری کا شغل رکھتے تھے۔ فارسی میں کلال کوزہ گر کو کہتے ہیں۔

ابتدائی حالات اور طریقت:

حضرت امیر ابتدائے جوانی میں کشتی لڑا کرتے تھے۔ ایک روز رامتین میں آپ لڑنے میں مشغول تھے کہ خواجہ محمد بابا قدس سرہٗ کا گزر اکھاڑے پر ہوا۔ خواجہ ممدوح نظارہ کے ایک دیوار کے سایہ میں ٹھیر گئے۔ اور حضرت امیر کے حالات میں محو ہو گئے۔ حضرت بابا کے میں سے ایک نے پوچھا کہ اے مخدوم! آپ ان لوگوں میں جو بدعت میں مشغول ہیں کس حیران ہیں۔ فرمایا کہ اس میدان میں ایک مرد ہے اور اس صیدگاہ میں ایک ایسا شکار ہے کہ کا زمانہ اس کی صحبت سے فیضیاب ہوں گے۔ کیونکہ اس کی پرواز نہایت بلند ہے۔ ہم اسی مرد منتظر ہیں کہ کاش وہ ہمارے جال میں آ پھنسے۔ اسی اثنا میں اچانک حضرت امیر کی نظر خواجہ محمد پڑی اور ان کے دل کا پرندہ خواجہ کی محبت کے جال میں آ پھنسا۔ خواجہ موصوف نے اسے اپنی جاذبہ سے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس طرح وہ بے اختیار خواجہ کے پیچھے پیچھے ان کے دولتخانہ پر پہ اسی روز حضرت خواجہ نے ان کو طریقہ عالیہ کی تلقین کی اور اپنی فرزندی میں قبول کیا۔ اس کے حضرت امیر کو کسی نے کبھی کشتی کے دنگل اور بازار میں نہ دیکھا۔

عبادت:

اس واقعہ کے بعد آپ بطریق خواجگان ریاضت میں مشغول رہے یہاں تک کہ حضرت سماسی کے سایہ میں درجہ تکمیل وارشاد پر پہنچے۔ نقل ہے کہ متواتر آٹھ سال تک آپ ہمیشہ دو کے روز نماز شام سوخار میں پڑھتے اور نماز خفتن سماسی میں حضرت بابا کے ساتھ ادا اور نماز فجر سوخار میں گزارتے۔ کسی کو بھی ان کے اس حال پر اطلاع نہ ہوئی۔

پرہیزگاری:

ایک روز اتفاقاً رامتین کے ایک باغ میں حضرت امیر نے اپنے کپڑے دھوئے جب خشک کرنا چاہا تو یاروں سے فرمایا کہ کانٹوں کی باڑوں پر نہ پھیلاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ باڑ کو نقصان پہنچے اور درختوں کی شاخوں پر پھیلاؤ کہ مبادا شاخیں ٹیڑی ہو جائیں۔ اور زمین پر بھی نہ پھیلاؤ کہ سبزوں کی گھاس خراب نہ ہو۔ یہ سن کر یار عاجز رہ گئے اور پوچھنے لگے کہ اے امیر! آپ خشک کیا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے کپڑوں کو اپنی پیٹھ پر پھیلا لیا کرتا ہوں اور سورج کی طرف کر کے خشک کر لیا کرتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ اے یارو! اگر باڑ کو نقصان پہنچے اور درخت کی شاخ ٹیڑھی ہو جائے یا مویشیوں کی گھاس خراب ہو جائے تم باغ کے مالک کے پاس کیا عذر پیش کرو گے۔ یہ عمل تم خلاف شریعت کرتے ہو۔ دوسروں کی ملک میں تصرف کرنا گناہ کو خواہ صغیرہ ہو سہل نہ سمجھو۔ آدمی گناہ کو سہل سمجھنے کے سبب دوزخ میں جاتا ہے۔ اس حال میں حضرت امیر کی زبان مبارک سے نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **لا صغیرۃ مع الاصرار ولا کبیرۃ مع الاستغفار** ۔ اصرار کے ساتھ کوئی صغیرہ نہیں (بلکہ کبیرہ ہے) اور استغفار کے ساتھ کوئی کبیرہ نہیں رہتا۔ بعد ازاں فرمایا کہ راہِ خدا کسی پر نہیں کھلتا جب تک کہ ہاتھ کی کو اپنا شعار نہ بنائے۔ یہ بیعت کے بعد کا حال ہے۔

تاجداری:

جب امیر تیمور نے سمرقند میں قیام کیا تو ایک قاصد کو حضرت امیر کلال کی خدمت میں بھیجا کہ آپ یہاں قدم رنجہ فرمائیں۔ اور اس ولایت کو اپنے قدم مبارک سے مشرف کریں۔

ہے۔اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا۔(سورۃ نمل۔ع ۳)
بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کر دیتے ہیں۔وہ قاصد حضرت امیر
خدمت میں آیا۔حضرت نے عذر کیا اور فرمایا کہ ہم اسی جگہ دعا گوئی میں مشغول ہیں اور
صاحبزادے امیر عمر نام کو عذر خواہی کے لئے بھیجا۔اور اس سے فرمایا کہ امیر تیمور تم کو
جاگیر دے گا تم ہرگز قبول نہ کرنا۔اگر قبول کرو۔تو ہمارے پاس نہ لانا۔کیونکہ رسول اللہ صلی
علیہ وسلم نے ایسے معاملے قبول نہیں فرمائے۔اگر تم قبول کرو گے تو اپنے جد بزرگوار صلی اللہ
وسلم کی مخالفت کرو گے۔علاوہ ازیں درویش ہر وقت مومنوں کے لئے دعا میں مشغول رہتے ہیں
اگر وہ دنیا کی طرف میلان کریں تو ان کی دعا حجاب میں ہو جاتی ہے۔جب امیر عمر امیر تیمور
پاس پہنچے تو عذر خواہی کی اور چند روز کے بعد اجازت طلب کی۔امیر تیمور نے کہا کہ میں نے
بخارا تمہیں عطا کیا۔سید ممدوح نے قبول نہ کیا۔تیمور نے کہا کہ سارا نہیں تو کچھ حصہ قبول کر
آپ نے انکار کیا کہ اجازت نہیں۔تیمور نے کہا کہ میں حضرت امیر کے مناسب حال کیا بھیج
کہ ہمارا تقرب ہو جائے۔سید امیر عمر نے کہا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ درویشوں کے دل میں تمہارا
تقرب ہو جائے تو تقویٰ اور عدل کو اپنا شعار بناؤ۔کیونکہ حق تعالیٰ اور خاصانِ حق کے قرب کا
ذریعہ یہی چیزیں ہیں۔

کرامات:

(۱) حضرت امیر کلال کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ جب آپ پیٹ میں تھے۔اگر
کبھی مشتبہ لقمہ میرے پیٹ میں چلا جاتا۔تو اس قدر درد ہوتا کہ میں بیہوش ہو جاتی۔جب یہ کیفیت
کئی بار گزری تو مجھے معلوم ہو گیا کہ یہ بات اس بچے کے قدم کی برکت سے ہے جو میرے پیٹ
میں ہے۔

قلبی خیال سے آگاہی:

بیعت سے پہلے ایک روز حضرت امیر کلال کشتی لڑ رہے تھے۔حاضرین کی ایک جماعت
باطن غیبت کرنے لگی کہ ایسے بزرگ زادہ اور سید زادہ کو اس کام میں جو بدعت ہے
مشغول نہ ہونا چاہئے۔اسی وقت اس جماعت پر خواب نے غلبہ کیا۔خواب میں دیکھتے ہیں کہ

اور وہ کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں۔ہر چند کوشش کرتے ہیں۔مگر نکل نہیں سکتے۔
امیر کلال ان کے پاس پہنچتے ہیں اور ان کو اس کیچڑ سے کھینچ نکال لاتے ہیں۔جب
تو حضرت امیر نے ان کے کان پکڑ کر کہا کہ یارو! ہم اسی روز کے لئے زور آزمائی
تم درویشوں کے حق میں بداعتقاد نہ بنو۔جب انہوں نے یہ حال دیکھا تو سب نے
راہ خدا بن گئے۔جس بزرگ کا یہ حال کشتی لڑنے کے وقت ہو۔مابعد کو اسی پر

ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ خواجہ ابو حفص کبیر بخاری نور اللہ مرقدہٗ
تشریف رکھتے تھے۔اور مناسک حج بالتفصیل بیان فرما رہے تھے۔ایک بے اعتقاد
کے دل میں خیال آیا کہ حضرت امیر نے کعبہ کو کب دیکھا ہے کہ بیان کر رہے ہیں۔یہ
وہ بیان کرے جس نے کعبہ کو دیکھا ہو۔کچھ دیر کے بعد حضرت امیر باہر نکلے اور اس شخص
فرمایا۔اے نادان! دیکھ تجھے کیا دکھائی دیتا ہے۔اس نے جو نظر اٹھائی تو دیکھا کہ کعبہ
کے سر پر طواف کر رہا ہے۔حضرت نے فرمایا اے نادان! جس کے پاس ایک درہم
خیال میں ہے کہ کسی کے پاس کچھ نہیں۔تاوقتیکہ تیرے دل کی آنکھ نہ کھلے تجھے کچھ

ایک روز حضرت امیر کے اصحاب کی ایک جماعت حضرت جگردوں اتار رحمہ اللہ کے
زیارت کو گئی۔جب انہوں نے کچھ فاصلہ طے کیا۔تو دیکھتے ہیں کہ ایک شیر ان کے راستے
وہ حیران ہوئے۔حضرت امیر تشریف لائے۔اور شیر کی گردن پکڑ کر راستہ سے ایک
وہ گزر گئے تو شیر نے بطور تعظیم سر جھکایا اور چل دیا۔کچھ عرصہ کے بعد اصحاب
پوچھا کہ یہ کیا حالت تھی۔فرمایا کہ جو ظاہر و باطن میں حق تعالیٰ سے ڈرتا ہے سب
ڈرتی ہیں۔

مرید کو بچالیا:

ایک روز حضرت خواجہ بہاء الدین علیہ الرحمۃ قضان سلطان کے دربار میں جلادی میں [illegible] تھے۔ ایک مجرم پیش ہوا۔ سلطان نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ خواجہ ممدوح اسے قصاص گاہ میں گئے اس کی آنکھیں باندھ لیں۔ تلوار کھینچی۔ جناب پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا۔ اور اس کی گردن پر ماری۔ مگر تلوار نے اثر نہ کیا۔ دوسری بار اسی طرح کیا۔ مگر تلوار نے اثر [illegible] تیسری بار ایسا ہی کیا گیا۔ مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت خواجہ نے دیکھا کہ تلوار کھینچتے وقت مجرم ہلاتا تھا۔ اور منہ میں کچھ کہتا تھا؟ اس نے جواب دیا کہ میں اپنے شیخ وسید کو یاد کرتا تھا۔ حضرت خواجہ نے پوچھا کہ تیرا شیخ کون ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرے شیخ وسید امیر کلال ہیں۔ [illegible] کہ اس وقت کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ علاقہ بخارا میں قریہ سوخار میں ہیں۔ یہ سن کر حضرت [illegible] نے تلوار پھینک دی۔ اور فوراً روانہ ہوئے۔ فرماتے تھے کہ وہ بزرگ جو مرید کو تلوار کے [illegible] بچالے اگر کوئی اس کی خدمت بجالائے تو تعجب نہیں کہ حق تعالیٰ اسے دوزخ کی آگ سے [illegible] لے۔

امیر تیمور کی کامیابی:

ایک روز حضرت امیر مسجد جامع بخارا سے نماز جمعہ ادا کر کے اپنے گھر کو روانہ ہوئے۔ راستے میں فتح آباد وکلا آباد کے درمیان امیر تیمور مع فوج خیمہ زن تھا۔ حضرت نے اپنے یاروں سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ یہ امیر تیمور کا خیمہ ہے۔ امیر تیمور یہ سن کر خیمہ سے نکلا اور حضرت کی خدمت میں عرض کی کہ اے مخدوم! میں آج آپ کی زبان سے کچھ سننا چاہتا ہوں۔ جس سے میرے دل کو کچھ تسکین ہو۔ حضرت نے فرمایا۔ کہ فقیر جب تک حضرت عزیزاں کی روحانیت سے اشارہ نہ پائے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہی حال میرے جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ مگر تم منتظر رہو۔ جب حضرت امیر گھر پہنچے تو نماز عشاء کو جماعت کے ساتھ ادا کر کے حضرت عزیزاں کی روحانیت کی طرف متوجہ ہوئے۔ اپنے ایک محرم شیخ منصور کو جو قراماں میں رہتا تھا طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ فوراً امیر تیمور کے پاس جاؤ اور اسے پیغام دو کہ مشائخ بخارا کی ارواح طیبہ نے مملکت خوارزم تمہیں عطا کر دی ہے۔ تم بے توقف سوار ہو کر [illegible]

[illegible] نے ایسا ہی کیا اور خوارزم سے مظفر ومنصور واپس آیا۔

ایک روز حضرت امیر اپنے اصحاب کے ساتھ بخارا کی جامع مسجد کو جا رہے تھے۔ ایک [illegible] میں کام کر رہا تھا۔ اس کے غلام نے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ آقا نے جواب دیا کہ [illegible] ہیں۔ حضرت امیر نے نور کرامت سے معلوم کر لیا اور اسی وقت فرمایا کہ یارو! [illegible] نے فرمایا ہے کہ درویشوں کے حق میں بے اعتقادی نہ کرو اور ان کو چشم حقارت [illegible] سے ذلیل وخوار ہو کر نہ جاؤ۔ یار حیران ہوئے کہ حضرت نے یہ کیا فرمایا ہے۔ [illegible] واپس آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ شخص (آقا) درد گردہ کے سبب سے قریب الموت [illegible] پہنچ تو اس نے کہا کہ مجھے حضرت امیر کے پاس لے چلو۔ جب نزدیک لائے تو [illegible] فرمایا کہ اس شخص نے کارگر تیر کھایا ہے اس کا علاج نہیں ہو سکتا۔ اسے واپس لے جاؤ۔ [illegible] ہو چکا ہے۔ چنانچہ وہ گھر پہنچتے ہی مر گیا۔ مقامات امیر کلال میں حضرت امیر کی اور [illegible] مذکور ہیں۔

[illegible] مبارک:

[illegible] میں حضرت امیر نے اپنے اصحاب کو حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی [illegible] فرمایا۔ اس پر اصحاب نے عرض کیا کہ حضرت خواجہ نے ذکر علانیہ میں آپ کی متابعت [illegible] حضرت امیر نے فرمایا کہ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں۔ جو عمل ان پر پیش کیا گیا ہے وہ [illegible] ہے۔ سفینۃ الاولیاء میں حضرت امیر قدس سرہ کا سنہ وفات روز پنجشنبہ ۸ [illegible] مذکور ہے۔ مزار مبارک سوخار میں ہے۔ کہتے ہیں کہ حضرت امیر کے ایک

ارشاداتِ عالیہ

حضرت امیر اپنے معارف میں اپنے یاروں سے ہمیشہ فرمایا کرتے تھے۔ اگر عبادت [illegible] ہو جائے اور ریاضت میں تمہارا جسم کمان کے چلے کی طرح باریک ہو جائے

تو خدائے خالق کے جلال وعظمت کی قسم کہ تم ہرگز مقصود تک نہ پہنچو گے جب تک کہ اپنے
خرقہ کو پاک نہ رکھو اور حضرت مصطفیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی شریعت کی پیروی نہ کرو۔ کیونکہ
کاموں کی اصل اسی پر ہے۔ آیہ۔ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ [1] اسے اسی بات کی تاکید وتائید ہوتی

وصایا

جب حضرت امیر پر ضعف غالب ہوا تو آپ نے اپنے صاحبزادوں اور یاروں
کیا اور یہ وصیتیں فرمائیں:

(۱) جب تک تم زندہ رہو۔ طلب علم سے ایک قدم دور نہ رہو۔ کیونکہ طلب علم
مسلمانوں پر فرض ہے۔ اول علم ایمان۔ دوم علم نماز۔ سوم علم روزہ۔ چہارم علم
پنجم علم حج۔ اگر استطاعت ہو۔ ششم والدین کی خدمت کا علم۔ ہفتم صلہ رحم اور
ہمسایہ کا علم۔ ہشتم خرید وفروخت کا علم اگر ضرورت ہو۔ نہم حلال وحرام کا علم۔
بہت سے آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ بے علمی کے سبب سے تباہی کے بھنور میں گر
ہیں۔ اور گر پڑے۔

(۲) چاہئے کہ تم خداداں بنو اور خدا خواں بھی۔ اور ایسے کام میں مشغول رہ کہ جس
کے خیال میں تمہارا دین نہ جاتا رہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ کیونکہ
عبادت خدا ترسی سے بہتر نہیں ہے۔ نیز چاہئے کہ جب تم ذکر خدا میں مشغول ہو
کلمہ لا الہ سے تمام ماسوائے حق کی نفی کرو اور غیر شرع باتیں نہ کرو۔ اور کلمہ الا اللہ
تمام مشروعات کا اثبات کرو۔ اور اپنے دل میں اس امر کو نگاہ رکھو کہ کوئی عبادت
سجدے کے لائق نہیں۔ سوائے خدا تعالیٰ کے جو باپ بیٹے اور معونت ومدد سے
نیاز ہے۔ جب تم نے یہ بات جان لی۔ تو تم ذاکرین میں سے ہوگے۔ اور جان او
کپڑے کو پانی۔ زبان کو خدا تعالیٰ کا ذکر اور تمہارے جسم کو نماز کا ہمیشہ ادا کرنا پاک
دیتا ہے۔ اور تمہارے مال کو زکوۃ اور تمہاری راہ کو مطالبۂ حقوق کرنے والوں
رضامندی اور تمہارے دین کو شرک سے بچنا پاک کر دیتا ہے۔ یارو! اخلاص اختیار

[1] اور اپنے کپڑے پاک رکھ۔ (سورہ مدثر)

اور اخلاص کے ساتھ رہو۔

(۳) چاہئے کہ تم توبہ کرتے رہو۔ کیونکہ توبہ تمام بندگیوں کا سر ہے۔ توبہ یہ نہیں کہ زبان سے
کہو کہ میں توبہ کرتا ہوں۔ توبہ یہ ہے کہ تم پہلے اپنے گناہوں سے دل میں پشیمان ہو اور
نیت کرو کہ آئندہ اس گناہ کی طرف نہ جاؤ گے۔ اور ہمیشہ رب العزت سے ڈرتے
رہو۔ اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو۔ اور اپنے مطالبہ حقوق کرنے والوں کو راضی
کرو۔ اور گریہ وزاری ایسی کرو کہ توبہ کا اثر اپنے باطن میں مشاہدہ کرو تا کہ تائب کا نام
تم پر صادق آئے۔

(۴) چاہئے کہ روزی کا غم تم اپنے دل سے نکال دو۔ اور آخرت اور ادائے بندگی کے غم کو
اپنے دل میں جگہ دو۔ کیونکہ تمام کاموں میں اصل یہ ہے۔

(۵) فرمایا کہ ارادت کیا ہے؟ ارادت خدا کی طلب۔ ترک عادت۔ وفائے عہد۔ ادائے
امانت۔ ترک خیانت۔ اپنی تقصیر کی دید اور اپنے عمل کی نادیدکا نام ہے۔

(۶) ہر حال میں امر معروف اور نہی منکر بجالاؤ۔ اور ہمیشہ دل میں غیر شرع امر اور بدعت
کے منکر رہو۔ اور آیہ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا
النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (اے ایمان والو! بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو اُس
آگ سے جس کا ایندھن آدمی ہیں اور پتھر۔ سورۃ تحریم) پر غور کرو۔ تا کہ قیامت کے
دن تم درماندہ نہ ہو۔ اور جو بات کہ عتیبۃ الغلام علیہ الرحمۃ نے فضیل عیاض علیہ
الرحمۃ سے ارشاد فرمائی اس سے آگاہ رہو۔ ایک دن ہوا نہایت سرد تھی۔ عتیبۃ الغلام
باریک کپڑے پہنے ہوئے سرد ہوا میں کھڑے تھے۔ اور ان سے پسینہ جاری تھا فضیل
نے پوچھا کہ اس ٹھنڈی ہوا میں پسینہ کیا ہے اور کس طرح کا ہے۔ جواب دیا کہ
باوجودیکہ مجھ میں امر معروف کی طاقت تھی اور منع منکر کی بھی طاقت تھی۔ مگر میں نے
منع نہ کیا۔ اور امر معروف کو ترک کیا۔ اس لئے اب تک اس شرمندگی میں ہوں اور اس
پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوں۔ اب تم اپنے دل میں خیال کرو کہ ہم سے ہر روز کتنے امر
معروف اپنے حق میں بالخصوص دوسروں کے حق میں ترک ہوتے ہیں۔ اپنے عملوں کو

زر خالص خیال نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ شریعت کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ اگر نیک ہو
قبول ورنہ رد کر دینا چاہئے۔

(۷) تمام کاموں میں اصل شریعت اور ان حدود کی حفاظت ہے جو حق تعالیٰ نے مقرر کر
ہیں۔ لیکن عامل کو چاہئے کہ اپنے دل میں خیال کرے کہ اس حد کے بارے میں
بندوں میں باہم ہے کتنے وعید نازل ہوئے ہیں۔ پس جو حد کہ بندے اور خدا تعالیٰ
کے درمیان ہے اس کا کیا حال ہوگا۔ وہ حدیں مکان وزمان میں اور نظر اور گفت وشنید
میں اور چلنے کھانے پینے اور نفقہ وصدقہ کے لینے اور نہ لینے میں ہیں۔ اس جگہ ان کی
رعایت کر سکتے ہیں۔ کیونکہ موقع اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہئے۔ اور وہ کام کر
چاہئے جو نجات کا سبب ہو۔ اور کسب حلال کی بطریق عناد کفاف متوجہ ہو نہ کہ لاف
اسراف کے واسطے۔ اس کے بعد نفقہ کی طرف بطریق شرع متوجہ ہو نہ کہ بطریق
اسراف یا بخل بلکہ میانہ روی اختیار کرو۔ اگر صدقہ کرو تو حلال کمائی سے کرو۔ رہے
حدود روزہ جو سال میں ایک بار آتا ہے سو وہ اپنے تئیں صبح سے شام تک کھانے پینے اور
جماع سے روکنا ہے۔ یہ نگہداشت ظاہر روزہ ہے۔ اور اپنے کان کو حرام سننے سے،
ہاتھ کو حرام پکڑنے سے، اور پاؤں کو حرام چلنے سے روکنا باطن روزہ ہے۔ حقیقت روزہ
یہ ہے کہ روزہ دار اپنے دل کو تمام حالات میں بالخصوص روزے کے وقت میں تکبر،
حسد، طمع، ریا، نفاق، کینہ اور خود پسندی سے پاک رکھے۔ اور چاہئے کہ زکوٰۃ دینے اور
اس کی حدود کی نگہداشت نہایت کوشش سے کرے۔ کیونکہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے فرمایا کہ جو شخص مال کی زکوٰۃ نہیں دیتا۔ اس کی نماز اور حج اور کوئی کام قبول
نہیں ہوتا۔ نیز فرمایا ہے کہ بخیل خدا تعالیٰ سے اور بندگانِ خدا کے دلوں سے دور ہے۔
اور بہشت سے دور اور دوزخ سے نزدیک ہے۔ اور سخی خدا کی رحمت سے اور بندگانِ
خدا کے دلوں سے نزدیک اور دوزخ سے دور ہے۔ نیز تمہیں معلوم رہے کہ آدمی کے
دین کو کوئی چیز اس طرح درست نہیں کرتی جیسا کہ حسن خلق اور سخاوت۔

(۸) پھر حضرت امیر نے فرمایا کہ یارو! تمہیں معلوم رہے کہ لوگ اس سبب سے مقصود حقیقی
تک پہنچنے سے محروم رہتے ہیں کہ انہوں نے راہِ وصول کو چھوڑ دیا ہے اور دنیائے دنی پر

قانع ہو گئے ہیں۔ لیکن صوفی کو چاہئے کہ معرفت وتوحید باری تعالیٰ میں اپنے اعتقاد کو
درست رکھے اور گمراہی اور بدعت سے دور رہے۔ اور اپنے اعتقاد میں مقلد نہ بنے۔
اور ہر بات میں دلیل و برہان رکھتا ہو۔ تاکہ بوقت حاجت حتی الامکان اسے بیان
کر دے۔ اے یارو! اس سے بری کوئی چیز نہیں کہ لوگ تم سے مذہب کی بات کہیں اور
تمہیں معلوم نہ ہو کہ یہ دلیل عقلی ہے کیونکہ اگر دوسروں کے لئے غیبت ہے تو اس گروہ
کے لئے کشف ہے جو کچھ معرفت ہے دوسروں کا مقصود ہے ان کے لئے حق سے
موجود ہے۔ کیونکہ دوسرے اہل استدلال ہیں اور ہمارے یار اہل وصال ہیں۔ اس
گروہ کو اس گروہ سے کیا نسبت ہے؟ یارو! جان لو کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں کہ جس میں خدا
کے دوستوں میں سے کوئی دوست موجود نہ ہو۔ کہ جس کی برکت سے خدا تعالیٰ سب کو
شدائد و بلیات سے بچاتا ہے۔ خبردار! تم ایسے مردوں کے طالب رہنا تاکہ ہر دو
جہان کی دولت تمہیں نصیب ہو۔

(۹) چاہئے کہ تم علماء کی خدمت میں رہو اور ان کے پاس بیٹھا کرو۔ کیونکہ وہ امت محمدیہ
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چراغ ہیں۔ جاہلوں اور ان کی صحبت سے دور رہو اور دنیا
داروں سے صحبت نہ رکھو۔ کیونکہ ان کی صحبت تم کو خدا سے دور رکھتی ہے۔

(۱۰) چاہئے کہ سماع یعنی رقاصوں کی مجلس میں حاضر نہ ہو اور ان کے ساتھ نہ بیٹھو۔ کیونکہ
سماع کی کثرت اور اہل سماع کی صحبت دل کو مردہ بنا دیتی ہے۔ رخصتوں سے دور رہو
اور جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کرو۔ کیونکہ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام
ہے۔ اگر تمہیں زیادہ تفصیل مطلوب ہو تو حضرت قطب الاقطاب خواجہ عبدالخالق
غجدوانی قدس سرہ کی وصیتوں کا مطالعہ کرو۔ سالک کے لئے اتنا ہی کافی ہے۔
العاقل تکفیه الاشارة.

اب حضرت سید امیر کلال علیہ الرحمۃ نے یہ وصیتیں کیں۔ تو فرمایا کہ ہم چاہتے ہیں کہ
[illegible] ہمارے یاروں کے کام کا سرانجام ان وصیتوں کی نگہداشت پر ہو۔ پھر فرمایا کہ مشائخ
[illegible] اپنے اپنے مریدوں سے ارشادات فرمائے جن کو وہ بجالائے۔ میں بھی امیدوار

ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے یاروں کو ہماری وصیتوں پر عمل کرنے کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا وصیتوں کے بعد حضرت امیر تنہائی کے گوشہ میں تشریف لے گئے اور تین
تک آپ نے کسی صاحبزادے سے بات نہ کی۔ تین دن کے بعد آپ نے مراقبہ سے سر اٹھا
خدا کی بہت حمد کی۔ حاضرین مجلس نے سوال کیا کہ اے مخدوم! آپ نے اس مقام میں بہت
کی۔ ہمیں بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ تین دن سے
مراقبہ میں تھا۔ اور تنہائی کے گوشہ میں لوگوں کی ملاقات سے متنفر تھا۔ اور دریائے حیرت میں غو
زن تھا کہ ہمارا اور ہمارے یاروں کا کیا حال ہوگا۔ ہاتف غیبی نے ہمارے باطن میں یہ ندا دی کہ
اے امیر کلال! ہم نے تجھ پر اور تیرے یاروں پر اور تیرے دوستوں پر اور ان لوگوں پر کہ جن
آپ کے مطبخ کی مکھی بیٹھی ہو رحمت کی اور سب کے گناہ معاف کر دیئے۔ تم خوش ہو کہ خدا تعالیٰ
اپنے فضل و کرم سے تم پر رحمت کرے گا اور تمہارے گناہ سے درگزر کرے گا۔ حضرت امیر اسی دن
جوارِ رحمت الٰہی میں چل بسے۔ (مقامات امیر کلال لحفید الامیر حمزہ بن الامیر کلال)۔

***

خواجہ خواجگان خواجہ سید بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ

باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت ۴ محرم الحرام ۷۱۸ھ میں قصر عارفاں میں ہوئی۔ جو شہر بخارا
کے فاصلہ پر واقع ہے۔ پیدائش سے پہلے حضرت بابا محمد سماسی نے آپ کے تولد
کی بشارت دی تھی۔ تولد سے تیسرے روز آپ کے جد امجد آپ کو حضرت بابا قدس سرہٗ کی
لے گئے۔ حضرت بابا نے آپ کو فرزندی میں قبول فرمایا اور اپنے خلیفہ سید امیر کلال
کی تربیت کے بارے میں عہد لیا جیسا کہ پہلے آچکا ہے۔

ولایت:

لڑکپن ہی سے ولایت کے آثار اور کرامت و ہدایت کے انوار آپ کی پیشانی سے ظاہر
تھے۔ چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ کا بیان ہے کہ میرا فرزند بہاء الدین چار سال ایک ماہ کا
تھا میرے پاس ایک گائے تھی جو حاملہ تھی۔ ایک روز میرے فرزند نے اس کی طرف متوجہ ہو کر
کہا کہ اے گو سالہ سفید پیشانی جنے گی۔ چنانچہ چند ماہ کے بعد قدرت حق تعالیٰ سے ویسا
ہی گو سالہ پیدا ہوا۔ جنہوں نے میرے فرزند کی بات سنی تھی وہ حیران ہوئے۔ اور حضرت خواجہ محمد بابا
کی نظر مبارک کا اثر ہو گیا۔

تعلیم و تربیت:

آپ کو آدابِ طریقت کی تعلیم بظاہر سید امیر کلال سے ہے۔ مگر حقیقت میں آپ اویسی
ہیں۔ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت سے ہوئی ہے۔ چنانچہ خود

فرماتے ہیں کہ اوائل احوال اور غلبات جذبات و بیقراری میں راتوں کو میں نواحی بخارا
کرتا تھا۔ اور ہر مزار پر جاتا تھا۔ ایک رات میں تین مزاروں پر گیا۔ جس مزار پر پہنچتا
ٹمٹماتا نظر آتا۔ چراغ میں پورا تیل اور بتی ہوتی۔ مگر بتی کو ذرا اکسانے کی ضرورت تھی
سے باہر آجائے اور بخوبی جلے۔ شروع رات میں خواجہ محمد واسع کے مزار پر پہنچا۔ وہاں
کہ خواجہ محمود انجیر فغنوی کے مزار پر جانا چاہئے۔ جب میں اس مزار پر پہنچا تو دو شخص آ
نے دو تلواریں میری کمر پر باندھیں اور گھوڑے پر سوار کر کے اس کی باگ کا رخ مزار مز
طرف پھیر دی۔ جب وہاں پہنچا تو فتیلہ اور چراغ اسی حالت میں تھا۔ میں رو بقبلہ بیٹھ
اسی توجہ میں غیبت ہوگئی۔ کیا دیکھتا ہوں کی قبلہ کی جانب سے دیوار شق ہوگئی اور ایک بڑا
ہوا۔ تخت پر ایک بزرگ بیٹھا ہے۔ جس کے آگے ایک سبز پردہ لٹکا ہوا ہے۔ اور اس تخت
ایک جماعت حاضر ہے میں نے اس جماعت میں خواجہ محمد بابا کو دیکھا اور جان گیا کہ یہ
گزشتہ بزرگوں کی ہے۔ مگر دل میں خیال آیا کہ وہ بزرگ اس جماعت میں کون ہے۔ اے
اس جماعت میں سے ایک نے کہا کہ وہ خواجہ عبدالخالق ہیں اور یہ جماعت ان کے خلیفے
خلیفوں کے نام گن گن کر اس نے ہر ایک کی طرف اشارہ کیا کہ یہ خواجہ احمد صدیق ہیں۔
اولیائے کلال۔ یہ خواجہ عارف ریوگری۔ یہ خواجہ محمود انجیر فغنوی اور یہ خواجہ علی رامیتنی ہیں
خواجہ محمد بابا سماسی تک پہنچا تو اشارہ کر کے کہا کہ ان کو تم نے حالت حیات میں دیکھا ہے۔ یہ
شیخ ہیں۔ انہوں نے تجھے کلاہ دی ہے۔ کیا تو ان کو پہچانتا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ان کو
ہوں۔ کلاہ کا قصہ بہت دنوں کا ہے مجھے یاد نہیں رہا۔ اس نے کہا کہ وہ کلاہ تیرے گھر میں ہے
تجھے یہ کرامت عطا ہوئی ہے کہ جو بلا نازل ہو وہ تیری برکت سے دور ہو جائے گی۔ اس وقت
جماعت نے کہا کہ کان لگا کر سنو۔ حضرت خواجہ بزرگ ارشادات فرمائیں گے جو تجھے راہ حق
سلوک میں کام آئیں گے۔ میں نے اس جماعت سے درخواست کی کہ میں حضرت خواجہ کو
کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے وہ پردے آگے سے اٹھا دیے میں نے حضرت خواجہ کو سلام
حضرت نے جواب دیا اور ارشادات فرمائے جو سلوک کے ابتدا و وسط و انتہا سے تعلق رکھتے
ان میں سے ایک یہ تھا کہ جو چراغ تجھے اس حالت میں دکھائے گئے تیرے لئے بشارت ہیں
اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تجھ میں اس راستے کی استعداد و قابلیت ہے۔ مگر استعداد کی

کا چاہئے تاکہ روشن ہو جائے۔ اور اسرار ظاہر ہوں۔ اور قابلیت کے بموجب عمل کرنا چاہئے
اور مقصد حاصل ہو۔

دوسرا ارشاد:

دوسرا ارشاد جس کی آپ نے تاکید فرمائی یہ تھا کہ ہر حال میں جادۂ شریعت و
پر قدم رکھنا چاہئے اور عزیمت و سنت پر عمل کرنا اور رخصت اور بدعت سے دور رہنا
اور ہمیشہ احادیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا پیشوا بنانا اور اخبار رسول اکرم اور آثار
کرام کی تلاش میں رہنا چاہئے۔ ان ارشادات کے ختم ہونے پر حضرت خواجہ کے خلیفوں نے
کہا کہ میرے حال کی صداقت کا شاہد ایک یہ ہے کہ تو مولانا شمس الدین ابکنوی کے پاس
اور کہا کہ فلاں ترک نے ایک شخص سقا نام پر دعویٰ کیا ہے۔ حق اس ترک کی طرف ہے اور تم
کی رعایت کرتے ہو۔ اگر سقا مدعی کی جانب کی حقیقت کا منکر ہو۔ تو اس سے کہنا کہ "اے
" وہ اس بات کو جانتا ہے۔ دوسرا شاہد یہ ہے کہ سقا نے ایک عورت سے زنا کیا ہے۔
وہ حاملہ ہوگئی تو حمل کو اسقاط کر کے بچہ کو فلاں جگہ میں انگور کے نیچے دفن کر دیا ہے۔ پھر ان
نے فرمایا کہ جب تو یہ پیغام مولانا شمس الدین کو پہنچا دے۔ تو دوسرے روز صبح کے وقت
کچھ مویز لینا۔ اور ریگ مردہ کے راستے نسف کی طرف امیر سید کلال کی خدمت میں
جانا۔ جب تو پشتہ قزاخوں پر پہنچے گا۔ تو ایک بوڑھا ملے گا جو تجھے ایک گرم روٹی دے گا۔ وہ
نہ لینا مگر اس سے بات نہ کرنا۔ آگے بڑھ کر تجھے ایک قافلہ ملے گا۔ قافلہ سے ایک سوار
آگے آئے گا۔ جسے تو نصیحت کرے گا اور وہ تیرے ہاتھ پر توبہ کرے گا۔ حضرت عزیزاں کی کلاہ
تیرے پاس ہے اسے اپنے ساتھ سید امیر کلال کی خدمت میں لے جانا۔ بعد ازاں اس
نے مجھے بلا دیا اور میں ہوش میں آگیا۔ صبح کو میں فوراً زیورتوں کی طرف اپنے مکان میں
گیا۔ اور مخلصین سے کلاہ کا قصہ دریافت کیا وہ بولے کہ مدت ہوئی وہ کلاہ فلاں جگہ میں ہے۔
نے حضرت عزیزاں کی کلاہ دیکھی میرا حال دگرگوں ہوگیا اور میں بہت رویا۔ اسی وقت
بازار میں آیا اور نماز فجر مولانا شمس الدین کی مسجد میں پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر میں نے وہ
واقعہ ان سے بیان کیا۔

سقا کا انکار کرنا:

سقا حاضر تھا۔ وہ مدعی کی جانب کی حقیقت کا منکر ہو گیا۔ میں نے سقا سے کہا کہ
ایک گواہ یہ ہے کہ تو سقائے تشنہ ہے۔ تجھے عالم معنے سے کچھ حصہ نہیں۔ وہ خاموش ہو گیا۔ پھر
نے کہا کہ میرا دوسرا گواہ یہ ہے کہ تو نے ایک عورت سے زنا کیا۔ وہ حاملہ ہو گئی۔ تیرے حکم
اسقاط حمل کیا گیا۔ اور بچہ کو تو نے فلاں جگہ میں انگور کے نیچے دفن کر دیا۔ سقا نے اس سے بھی
کیا۔ مولانا اور مسجد کے لوگ اس جگہ پہنچے اور تلاش کی تو وہاں مدفون بچہ پایا۔ سقہ نے معافی مانگی
مولانا اور مسجد کے لوگ رو پڑے اور عجیب حالات ظاہر ہوئے۔ جب وہ دن گزرا میں دوسرے
روز آفتاب نکلنے کے وقت جیسا کہ واقعہ میں مامور ہوا تھا تین عدد مویز لے کر ریگ مردہ کے راستے
نسف کی طرف روانہ ہونے لگا۔ جب مولانا کو میری روانگی کی خبر ہوئی تو مجھے بلایا اور مجھ پر بڑی
عنایت کی۔ اور فرمایا کہ تجھ میں درد پیدا ہو گیا ہے۔ اس درد کی دوا ہمارے پاس ہے۔ تو اسی جگہ ٹھہر
جاتا کہ ہم تیری تربیت کا حق بجا لائیں۔ اس ارشاد کے جواب میں میری زبان سے نکلا کہ میں
دوسروں کا فرزند ہوں۔ اگر آپ پستانِ تربیت میرے منہ میں دیں تو مجھے نہ لینا چاہئے۔ یہ سن کر
مولانا خاموش ہو گئے اور مجھے اجازت دے دی۔ میں نے اسی وقت کمر مضبوط باندھی۔ اور
شخصوں کو حکم دیا۔ پس انہوں نے پوری قوت سے ہر طرف سے میرا کمر بند کس دیا اور میں چل پڑا۔

گرم روٹی کا ملنا:

جب میں پشتہ فراخوں پر پہنچا۔ ایک بوڑھا مجھ سے ملا جس نے مجھے ایک گرم روٹی
دی۔ میں نے لے لی۔ اور اس سے کوئی بات نہ کی۔ آگے بڑھ کر ایک قافلہ پر میرا گزر ہوا۔ قافلہ
والوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کہاں سے آ رہا ہے؟ میں نے کہا کہ ابکنہ سے۔ وہ بولے کہ وہاں
سے تو کب روانہ ہوا۔ میں نے کہا کہ طلوع آفتاب کے وقت۔ میں جس وقت ان سے ملا
چاشت کا وقت تھا۔ وہ متعجب ہوئے کہ ابکنہ سے یہاں چار فرسنگ کا فاصلہ ہے اور ہم اول شب
روانہ ہوئے تھے۔ جب میں ان سے آگے بڑھا تو وہ سوار ملا۔ میں نے سلام کہا اس نے کہا کہ تو
کون ہے۔ میں تجھ سے ڈرتا ہوں۔ میں نے کہا کہ میں وہ ہوں جس کے ہاتھ پر تجھے توبہ کرنی
چاہئے۔ اس نے جلدی گھوڑے سے اتر کر بہت تضرع اور توبہ کی۔ اس کے پاس بہت شراب

تھا اس نے پھینک دی۔

ابدال کی خدمت میں حاضری:

میں اس سے آگے بڑھا اور نسف کی حد میں پہنچا تو اس جگہ گیا جہاں حضرت سید
ابدال رہتے تھے۔ میں ان کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ اور حضرت عزیزاں کی کلاہ ان
کی دی۔ حضرت امیر ایک لحظہ خاموش رہے اور کچھ دیر کے بعد فرمایا کہ یہ کلاہ حضرت
کی ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ حضرت امیر نے فرمایا کہ اس کے بارے میں اشارہ یوں
ہوا کہ اس کو دو پردوں کے درمیان محفوظ رکھو۔ میں نے قبول کیا اور کلاہ لے لی۔ بعد ازاں
انہوں نے مجھے ذکر کی تلقین کی۔ اور بطریق خفیہ نفی و اثبات میں مشغول کیا۔ میں ایک مدت
اس عمل میں مشغول رہا۔ میں نے جیسا کہ واقعہ میں مامور ہوا تھا۔ عزیمت پر عمل کیا اور ذکر
کیا۔ چونکہ مجھے اخبار و آثار رسول کریم و صحابہ کرام کی تفحص کا حکم تھا۔ اس لئے علماء کی
مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا اور احادیث پڑھا کرتا اور آثارِ صحابہ معلوم کیا کرتا تھا۔ اور ہر ایک پر
عمل کرتا اور اس کا نتیجہ اپنے باطن میں مشاہدہ کرتا۔

فیض کا دروازہ:

حضرت خواجہ نقشبند فرماتے ہیں کہ اوائل احوال میں ایک دفعہ ۹ ماہ تک فیض کا دروازہ
بند رہا۔ میں کمزور اور بیچین ہو گیا۔ میں نے چاہا کہ مخلوق کی خدمت و ملازمت میں مشغول
ہو جاؤں۔ اس حال میں میرا گزر ایک مسجد پر ہوا۔ جس پر یہ شعر لکھا ہوا نظر پڑا۔

اے دوست بیا کہ ما ترائیم بیگانہ مشو کہ آشنائیم

میں نے یہ شعر پڑھا۔ مجھ پر رقت طاری ہوئی۔ اور عنایت الٰہی سے وہ دروازہ
فیض کھل گیا۔ فرماتے ہیں کہ مبادی احوال میں ایک رات میں مسجد زیورتوں میں ایک ستون
کے ساتھ کھڑا تھا۔ ناگاہ غیبت و فنا کا اثر ظاہر ہونے لگا۔ اور رفتہ رفتہ میں بیخود ہو گیا۔ اور
اس فنا سے کلی کو پہنچ گیا۔ ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ۔ جو مطلوب و مقصود ہے تمہیں مل گیا
اس کے بعد میں ہوش میں آ گیا۔ فرماتے ہیں کہ اس قصہ کے بعد ایک روز میں اس باغ میں

تھا اور اشارہ اس باغ کی طرف کیا جس میں آپ کا مزار مقدس واقع ہے۔ متعلقین کی جماعت میرے ساتھ تھی۔ ناگاہ عنایت الٰہی کے جذبات کا اثر ظاہر ہونے لگا۔ اضطر بیقراری پیدا ہوئی۔ میں اٹھ کر روبقبلہ ہو بیٹھا۔ اچانک غیبت واقع ہوئی۔ اور وہ غیبت حقیقی تک پہنچ گئی۔ میں اس فناء میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری روح کو آسمانوں کے ملکوت سے لے گئے۔ اور اس مقام پر پہنچا کہ میری روح ستارہ کی شکل میں نور بے نہایت کے دریا ناپدید ہوگئی۔ اور میرے قالب میں حیات ظاہری کا کچھ نشان نہ رہا۔ میرے گھر والے اور اس حالت میں گریہ وزاری کرتے تھے۔ یہاں تک میں میں آہستہ آہستہ وجود بشریت میں وہ غیبت وفناء کم وبیش چھ گھنٹے رہی تھی۔

ذکر کی کیفیت:

خواجگان نقشبندیہ کے سلسلہ میں خواجہ محمود انجیر فغنوی کے وقت سے سید امیر کلال زمانے تک ذکر خفیہ کو ذکر علانیہ کے ساتھ جمع کیا کرتے تھے۔ مگر خواجہ نقشبند ذکر خفیہ کیا کرتے اور ذکر علانیہ سے پرہیز کرتے تھے۔ جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔ اور جب حضرت امیر کے اصحاب میں ذکر علانیہ کرتے تو حضرت خواجہ مجلس سے اٹھ جایا کرتے۔ حضرت امیر کے اصحاب پر ناگوار گزرتا۔ مگر حضرت خواجہ حضرت امیر کی خدمت وملازمت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے اور ہمیشہ سر تسلیم ان کی ارادت ومتابعت کی آستان پر رکھتے۔ اور حضرت بھی روز بروز حضرت خواجہ طرف زیادہ التفات کرتے۔ یہانتک کہ ایک روز آپ کے اصحاب کی ایک جماعت نے خلوت میں آپ کی خدمت میں حضرت خواجہ کی شکایت کی۔ حضرت امیر نے اس خلوت میں کچھ جواب دیا۔ مگر بعد ازاں ایک دن آپ کے تمام چھوٹے بڑے اصحاب جن کی تعداد پانچ سو تھی سونا مسجد وجماعت خانہ اور دیگر مکانات کی تعمیر کے لئے جمع تھے۔ اور ہر ایک کام میں لگا ہوا تھا۔ مٹی کا کام تمام ہوا۔ آپ نے اس مجمع میں شکایت کرنے والوں سے فرمایا کہ تم میرے فرزند الدین کے حق میں بدگمانی کرتے ہو اور غلطی سے اس کے بعض احوال کو قصور پر محمول کرتے ہو نے اس کو نہیں پہنچانا۔ حق تعالیٰ کی نظر خاص ہمیشہ اس کے شامل حال ہے۔ اور بندگان حق تعالیٰ نظر حق سبحانہ کے تابع ہے۔ اس کے حق میں مزید التفات کے بارے میں میرا کچھ اختیار نہیں

ہوا ئیں لا رہے تھے طلب کیا اور ان سے یوں خطاب کیا:۔

"اے فرزند بہاء الدین! حضرت خواجہ نے جو تمہارے حق میں وصیت کی تھی میں اسے انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ جس طرح میں نے تمہاری تربیت کی میرے فرزند بہاء بھی اسی طرح کرنا۔ اور کوتاہی نہ کرنا۔ سو میں نے ویسا ہی کیا ہے۔ اور اپنے سینہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا میں نے یہ پستان تمہارے واسطے خشک کئے اور تمہاری مرغ بشریت کے بیضہ سے نکل آیا۔ مگر تمہاری ہمت کا مرغ بلند پرواز واقع ہوا ہے۔ جس جگہ کوئی خوشبو تمہارے دماغ میں پہنچے طلب کرو اور اپنی ہمت کے بموجب کوتاہی نہ کرو۔"

مولانا عارف کی خدمت میں حاضری:

اس ارشاد کے مطابق حضرت خواجہ سات سال مولانا عارف دیگ[1] کرانی کی خدمت اور ان کی متابعت اور تعظیم وآداب بجالاتے رہے۔ چنانچہ وضو کے وقت نہر کے کنارے کی طرف وضو کرنے بیٹھتے اور چلتے وقت مولانا کے قدم پر قدم نہ رکھتے۔ بعد ازاں قثم کی خدمت میں دو تین مہینے رہے۔ جب پہلے پہل شیخ کی خدمت میں پہنچے تو شیخ اس وقت کھانا کھا رہے تھے۔ شیخ نے چھلکا آپ کی طرف پھینک دیا۔ آپ نے بر سبیل تبرک کھالیا اسی مجلس میں ایسا ہی وقوع میں آیا۔ اسی اثناء میں شیخ کے خادم نے آکر اطلاع دی۔ کہ تین اونٹ اور گھوڑے گم ہو گئے۔ شیخ نے حضرت خواجہ کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت خواجہ مراقب ہو کر متوجہ ہوئے۔ نماز شام کے ادا کرنے کے بعد خادم نے خبر دی کہ اونٹ اور گھوڑے خود بخود آگئے ہیں۔

قثم کی خدمت میں حاضری:

بعد ازاں بارہ سال حضرت اتا کی خدمت میں رہے۔ چنانچہ آپ خود فرماتے ہیں کہ اس سال میں ایک روز میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ حضرت حکیم اتا قدس سرہ جو کہ کبار مشائخ

---

[1] دیگ کران ایک گاؤں ہے۔ قصبہ ہزارہ سے جو آب کوہک کے کنارے واقع ہے اور وہاں سے شہر بخارا تک کے فاصلہ پر ہے۔ مولانا عارف کا مزار مبارک گاؤں سے باہر ہزارہ کے راستے پر ہے۔ (مترجم)

ترک سے تھے مجھ سے ایک درویش کی سفارش فرماتے ہیں۔ جب میں بیدار ہوا اس درو
صورت میرے ذہن میں تھی۔ میں نے اپنی دادی سے جو صالحہ تھیں اس خواب کا ذکر کیا۔
نے فرمایا کہ بیٹا! تجھے مشائخ ترک سے کچھ فیض پہنچے گا۔ میں ہمیشہ اس درویش کی ملا
طالب رہا ایک روز بازار بخارا میں اس سے میری ملاقات ہوگئی۔ میں نے اس کو پہچان لیا
نام خلیل اتا تھا۔ اس وقت تو اس کی صحبت میسر نہ ہوئی۔ جب میں گھر پہنچا اور شام ہوگئی
قاصد آیا کہ وہ درویش خلیل آپ کو یاد کرتے ہیں۔ میں نے کچھ تحفہ لیا اور بڑے نیاز وشوق
کی خدمت میں گیا۔ جب میں ان کی ملاقات سے مشرف ہوا۔ تو میں نے چاہا کہ وہ خوا
سے بیان کروں۔ مگر خود انہوں نے ترکی زبان میں مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ تمہارے دل میں
ہمارے سامنے عیاں ہے۔ بیان کی ضرورت نہیں۔ یہ سن کر میرا حال دگرگوں ہوگیا۔ ا
میلان خاطر ان کی طرف زیادہ ہوگیا۔ ان کی صحبت میں عجیب حالات دیکھنے میں آتے
اتفاقاً کچھ مدت کے بعد ان کو ماوراء النہر کی بادشاہی مل گئی۔ ایک دفعہ ایام سلطنت میں ایک
کے لئے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے مجھے اپنی ملازمت وخدمت کی عزت
بادشاہت کے زمانے میں بھی ان سے بڑے بڑے حالات ظہور میں آتے اور میرا میلان
ان کی طرف اور زیادہ ہوتا۔ وہ مجھ پر بڑی شفقت کرتے تھے۔ اور کبھی مہربانی سے اور کبھی
سے مجھے آداب خدمت سکھاتے۔ جس سے مجھے بہت فائدے پہنچتے۔ ان آداب کی تعلیم ا
کی سیر وسلوک میں مجھے بہت بکار آمد ہوئی۔ میں ان کے عہد سلطنت میں چھ سال اس طر
ان کی خدمت میں رہا کہ مجلس عام میں آداب سلطنت بجالاتا اور تنہائی میں ان کا محرم خاص
اپنے خواص بارگاہ کے سامنے آپ اکثر یوں فرمایا کرتے کہ جو شخص رضائے حق تعالیٰ کے
میری خدمت کرے گا۔ وہ خلق میں بزرگ ہوجائے گا۔ مجھے معلوم تھا کہ آپ کا مقصود کون ا
ہے۔ اس سے آپ کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ بادشاہوں کا اعزاز واکرام ان کی ظاہر
عظمت کی وجہ سے نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اس واسطے کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے جلال
بزرگی کا مظہر بنایا ہے۔ اس مدت کے بعد جب ان کی سلطنت کو زوال آیا۔ تو ایک دم میں وہ
حشم وملک اڑتی خاک ہوگئے۔ یہ دیکھ کر دنیا کا تمام کام میرے دل پر سرد ہوگیا۔ میں بخارا میں
اور زیورتوں میں جو دیہات بخارا سے ہے ساکن ہوگیا۔

مقامات کی سیر:

فرمایا کہ منازل ومقامات کے طے کرنے میں حضرت حسین بن منصور حلاج کی صفت
وجود میں ظاہر ہوئی۔ نزدیک تھا کہ وہ آواز جوان سے ظہور میں آئی تھی مجھ سے بھی
بخارا میں ایک سولی تھی۔ مگر دونوں دفعہ میں اپنے تئیں اس سولی کے نیچے لے گیا
جگہ یہی سولی ہے۔ عنایت الٰہی سے میں اس مقام سے عبور کر گیا۔

فرمایا کہ اویس قرنی کی روحانیت کا اثر علائق ظاہری وباطنی سے تجرد کلی اور انقطاع تمام
امام محمد علی حکیم ترمذی کی روحانیت کا اثر بے صفتی محض ہے۔

فرمایا کہ میں نے سلطان بایزید اور شیخ جنید اور شیخ شبلی اور ابن منصور حلاج کے مقامات
کی۔ جہاں وہ پہنچے تھے میں بھی وہاں پہنچا یہاں تک کہ صفات انبیاء کی سیر میں ایسی بارگاہ
پائی کہ جس سے بڑی کوئی بارگاہ نہ تھی۔ میں نے جان لیا کہ یہ بارگاہ محمدی ہے علیہ الصلوٰۃ
سلطان العارفین جب اس بارگاہ تک پہنچے تھے تو انہوں نے چاہا کہ سیر کرنے میں
صلی اللہ علیہ وسلم کی مماثلت کریں۔ اس لئے ان کی پیشانی پر دست رد مارا گیا۔ مگر میں
نہ کی بلکہ سر نیاز وتعظیم آپ کے آستانہ عزت واحترام پر رکھا۔

خضر سے ملاقات

فرمایا کہ غلبات طلب میں ایک روز میں بخارا سے نسف کی طرف جارہا تھا تاکہ حضرت
کلال کی صحبت کا شرف حاصل کروں۔ جب میں رباط جغرانی میں پہنچا مجھے ایک سوار ملا وہ
ہندوؤں کی طرح ایک بڑی لکڑی ہاتھ میں لئے اور نمدہ پہنے میرے پاس آیا۔ اور اس لکڑی سے
بار اور ترکی زبان میں کہا کہ کیا تو نے گھوڑے دیکھے ہیں۔ میں نے اس سے کوئی بات نہ کی۔
بار میرا راستہ روکا اور لکڑی ماری۔ میں نے اس سے کہا کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ وہ
دور تک میرے پیچھے آئے اور مجھ سے کہا کہ آؤ کچھ دیر بات چیت کریں۔ مگر میں نے توجہ نہ
میں حضرت سید میر کلال کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے حضرت
طرف توجہ نہیں کی۔ میں نے عرض کی کہ ہاں۔ میں آپ کی طرف متوجہ تھا۔ اس لئے ان کی
توجہ نہ ہوسکا۔

نظر عنایت کی برکت:

حضرت علاء الحق والدین قدس سرہ فرماتے تھے کہ ہمارے مرشد حضرت خواجہ کی نظر عنایت کی برکت سے طالبوں کا یہ حال تھا کہ قدم اول میں سب سعادت مراقبہ سے مشرف ہو جاتے تھے۔ جب نظر عنایت زیادہ ہوتی تو درجہ عدم کو پہنچ جاتے۔ جب اس سے بھی زیادہ نظر عنایت ہوتی تو مقام فناء کو پہنچ جاتے اور فانی از خود باقی بحق ہو جاتے۔ اس حال میں حضرت خواجہ یوں فرمایا کرتے کہ ہم تو دولت وصال کے واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہو کر مقصودِ حقیقی سے ملنا چاہئے۔ اور اربابِ تکمیل وایصال کا طریقہ یہ ہے کہ اس راستی کے بچوں کو طریقت کے گہوارے میں لٹاتے ہیں اور تربیت کے پستان سے دودھ پلاتے ہیں۔ یہانتک کہ حد فصال کو پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے بعد ان سے دودھ چھڑاتے ہیں اور بارگاہ احدیت کا محرم بناتے ہیں۔ تا کہ حضرت عزت جل احسانہ سے بلاواسطہ فیض حاصل کر سکیں۔

فقر وایثار:

حضرت خواجہ فقیر تھے اور ہمیشہ فقر کی تائید کیا کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا ہے۔ محبت فقر سے پایا ہے۔ آپ کے دولتخانہ موسم سرما میں خاشاک مسجد ہوا کرتا اور گرما میں پرانا بوریا۔ ہر چیز بالخصوص طعام میں حلال کی رعایت اور شبہات سے اجتناب میں نہایت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔ اپنی مجلس میں ہمیشہ اس حدیث نبوی کو بیان فرمایا کرتے تھے:۔

ان العبادة عشرة اجزاء تسعة	عبادت دس جزء ہیں۔ جن میں سے نو
منها طلب الحلال و جزء	طلب حلال ہیں اور ان میں سے ایک باقی
واحد منها سائر العبادات	عبادات ہیں

باوجو کمال فقر کے آپ میں ایثار اعلیٰ درجہ کا تھا۔ جو شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لاتا۔ اتباعِ سنت کے طور پر آپ اسی قدر زیادہ اس کے ساتھ احسان کرتے۔ اگر کوئی دوست یا مہمان آپ کے در دولت پر آتا۔ جب شام ہوتی کھانا جس میں کچھ تکلف ہوتا لاتے اور اس کے آگے رکھتے۔ اور ایک طرف چراغ رکھ دیتے تا کہ وہ کھانا کھالے۔ اگر وہ سو جاتا اور ہوا سرد ہوتی تو خواہ گھر میں فقط ایک کپڑا ہوتا اس کو اس مہمان پر ڈال دیتے۔ آپ کا گذارہ زراعت سے تھا۔ ہر سال کچھ جو اور

گیہوں مال ہوتے۔ بیج۔ زمین اور بیلوں سے کام لینے میں بڑی احتیاط کیا کرتے۔ اکابر و علماء جو خدمت ہوتے آپ کا طعام بطور تبرک کھایا کرتے۔ شہر میں آپ کا کوئی مکان ملکیتی نہ تھا۔ عاریت رہا کرتے۔ آپ کے ہاں کوئی خادم یا خادمہ نہ تھی۔ جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا۔ کہ کی بانو اجگی راست نمے آید۔ آپ فرماتے تھے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالےٰ عنہن کے حجروں میں جو کا آٹا چھلنی سے نہ چھانا جاتا۔ (صحیح بخاری۔ کتاب الاطعمہ)۔ اس لئے چند روز ہمارے گھر میں جو کا آٹا بغیر چھانے پکتا۔ تمام متعلقین و فرزندان بیمار ہو گئے۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس کا باعث یہ تھا کہ اہلبیت رسالت کے ساتھ بے ادبی کی گئی۔ کیونکہ اس کھانے میں مساوات کی تشبیہ پیدا ہو گئی۔ بے شک متابعت میں کوشش کرنی چاہئے۔ مگر حقیقت میں اپنے تئیں ہر امر میں مقصر خیال کرنا چاہئے۔ بعد ازاں آٹا چھان کر پکایا گیا۔ تمام تندرست ہو گئے۔

ہر کہ پے در پے رسول نہاد از ہمہ رہرواں بہ پیش افتاد

دسترخوان:

حضرت خواجہ اکثر اوقات کھانا پکاتے اور دسترخوان کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ اور دوستوں کو بالخصوص طعام کھانے کے وقت وقوف وحضور کی رعایت کا حکم دیتے اور تاکید کرتے۔ اگر دسترخوان پر بڑا اجتماع ہوتا مگر جب ان میں کوئی غفلت سے لقمہ کھاتا تو آپ براہ شفقت و ترحم اسے آگاہ فرماتے اور لقمہ کھانے نہ دیتے۔ اگر کھانا غصہ اور کراہت سے پکا ہوتا۔ آپ اسے نہ کھاتے اور درویشوں میں سے بھی کسی کو کھانے نہ دیتے۔

غصہ کی حالت میں پکا ہوا کھانا:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ غدیوت میں تشریف فرما تھے۔ ایک درویش آپ کی خدمت میں کھانا لایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہمیں یہ کھانا نہ چاہئے۔ کیونکہ غصہ کی حالت میں پکایا گیا ہے۔ آٹا چھاننے اور خمیر کرنے اور پکانے کے وقت کسی میں غصہ رہا ہے۔

اگر کوئی شخص کفگیر کو غصے یا کراہت کی حالت میں دیگ میں مارتا آپ اس کھانے کو نہ

کھاتے اور فرماتے جو کام غضب وغفلت یا کراہت ودشواری سے کیا جائے۔اس میں خیر و
نہیں۔ کیونکہ اس میں نفس وشیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔اس سے اچھا نتیجہ کب پیدا ہو سکتا
اعمال صالحہ اور افعال حسنہ کے صدور کی بنا طعام حلال پر ہے جو وقوف وآگاہی سے کھایا جا
تمام اوقات بالخصوص نماز میں حضور اسی سے حاصل ہوتا ہے۔

کرامات کا بیان

(۱) حضرت خواجہ کے ایک مخلص کا بیان ہے کہ جس زمانے میں دشت قپچاق کی طرف ایک
لشکر نے بخارا پر حملہ کر کے بہت سی مخلوق کو ہلاک اور بہت سوں کو قید کر لیا۔ وہ میرے بھائی کو بھی
قید کر کے لے گئے۔ میرے والد بیٹے کے غم میں بہت پریشان تھے۔ مجھے ہمیشہ کہا کرتے۔ اگر
میری رضامندی چاہتا ہے تو اپنے بھائی کی تلاش میں دشت قپچاق کی طرف جا۔ چونکہ مجھے حضرت
خواجہ سے بڑی عقیدت تھی۔ میں مہمات میں ان ہی کی طرف رجوع کیا کرتا تھا۔ میں نے یہ قصہ
بھی ان سے عرض کیا۔ آپ نے فرمایا جلدی جا اور باپ کی رضامندی حاصل کر۔ میں نے ایک
درہم بطور نذر آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے قبول کیا۔ مگر پھر مجھے واپس کر دیا اور فرمایا
کہ اسے اپنے پاس رکھنا۔ اس میں بڑی برکتیں ہوں گی۔ جس وقت سفر میں تمہیں کوئی مہم پیش
آئے۔ تو ہماری طرف متوجہ ہونا۔ میں حسب ارشاد روانہ ہو گیا۔ اس سفر میں تھوڑی سی تجارت سے
مجھے بڑا نفع ہوا۔ اور بغیر کسی دشواری کے اپنی بھائی کو خوارزم میں پالیا۔ قیدیوں کی جماعت کے
ساتھ کشتی میں سوار ہو کر ہم بخارا کی طرف روانہ ہو گئے۔ کشتی میں لوگ بہت تھے۔ ناگاہ مخالف ہوا
چلنے لگی اور کشتی کے غرق ہو جانے کا اندیشہ ہوا۔ لوگوں نے فریاد شروع کی۔ اس پریشانی کی حالت
میں میرے کان میں کسی کی آواز آئی جو حضرت خواجہ کو یاد کر رہا تھا۔ اسی وقت مجھے حضرت خواجہ کا وہ
ارشاد یاد آیا۔ کہ جس وقت تمہیں کوئی مہم پیش آئے تو میری طرف متوجہ ہونا۔ میں نے حضرت خواجہ
کی طرف توجہ کی اسی وقت حضرت خواجہ مجھے دکھائی دیئے۔ میں نے سلام عرض کیا۔ ان کی برکت
سے ایک لحہ میں ہوا ٹھہر گئی۔ اور دریا کی لہر موقوف ہو گئی۔ تھوڑی مدت کے بعد ہم دونوں بھائی
بخارا میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا۔ حضرت نے مسکرا کر فرمایا کہ جس
وقت کشتی میں تم نے ہمیں سلام کیا تھا ہم نے سلام کا جواب دیا تھا مگر تم نے نہ سنا تھا۔

[illegible] کی گمشدگی:

حضرت خواجہ کے ایک درویش کا بیان ہے کہ میرے پچیس دینار عدلی گم ہو گئے۔
[illegible] حضرت خواجہ سے یہ قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ان دیناروں کو اس گھر کی لونڈی
[illegible] آپ نے کنیز کو حکم دیا کہ عدلی دے دو۔ اس نے کہا کہ میں نے فلاں جگہ زمین میں
[illegible] حضرت خواجہ نے فرمایا کہ جو زمین میں مدفون ہیں وہ صرف تین دینار ہیں۔
[illegible] ہوئے۔ جب دیکھا گیا تو زمین میں تین ہی دینار تھے۔

[illegible] ہو گیا:

ایک روز حضرت خواجہ ایک درویش کو کسی طرف روانہ کر رہے تھے۔ آپ نے حسب
[illegible] کو بغل میں لیا اور اس پر نظر عنایت ڈالی۔ اتفاقاً اخی محمد درآہنی جو حضرت خواجہ کے بڑے
[illegible] میں تھا اس درویش کے آگے آگے جاتا تھا۔ ایک ساعت کے بعد وہ درویش گر پڑا۔ اور
[illegible] روح قالب سے نکل گئی۔ جب اخی محمد نے یہ حال دیکھا تو وہ جلدی حضرت خواجہ کی خدمت
[illegible] اور ماجرا عرض کیا۔ حضرت خواجہ اس درویش کے پاس تشریف لے گئے اور اپنا قدم
[illegible] اس کے سینے پر رکھا۔ وہ ہلنے لگا اور اس کی روح قالب میں آ گئی۔ بعد ازاں حضرت خواجہ
[illegible] کہ میں نے اس کی روح چوتھے آسمان میں پائی اور وہاں سے واپس کر لی۔

[illegible] فرمائی:

ایک صحیح النسب سید نے جو حضرت خواجہ سے عقیدت ومحبت رکھتا تھا یہ حکایت بیان کی۔
[illegible] والد حضرت خواجہ بیت اللہ شریف تشریف لے گئے تھے۔ جس روز حاجی قربانیاں دے
[illegible] آپ نے فرمایا کہ ہم بھی قربانی دیتے ہیں۔ ہمارا ایک لڑکا ہے اسی کو قربان کر دیتے
[illegible] درویش اس سفر میں آپ کے ساتھ تھے انہوں نے یہ بات لکھ لی۔ جب بخارا میں واپس
[illegible] معلوم ہوا کہ جس روز کعبہ میں حضرت خواجہ کی زبانِ مبارک پر وہ الفاظ جاری ہوئے تھے
[illegible] بخارا میں آپ کا وہ لڑکا فوت ہوا تھا۔

تصرف کی کیفیت:

حضرت خواجہ علاء الدین عطار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویش جماعت کے ساتھ شہر بخارا میں دروازہ کلاباد میں ایک درویش کے مکان پر تشریف رکھتے تھے اتفاقاً وہ درویش حضرت خواجہ کی کلاہ نوروزی سی رہا تھا۔ ایسی کلاہ امراو حکام ہی پہنا کرتے تھے۔ آپ اس وقت حالتِ بسط میں تھے۔ آپ کی حالت سے درویشوں میں بڑا ذوق پیدا ہوا تھا۔ اسی حالت میں حضرت خواجہ اور درویشوں نے جو آپ کی خدمت میں تھے کلاہ نوروزی سر پر رکھی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ چونکہ ہم نے سلاطین کی ٹوپی سر پر رکھی ہے۔ چاہئے کہ سلاطین میں تصرف کریں۔ بتاؤ سلاطین میں پہلے ہم کس پر زد کریں۔ ایک درویش پہلوان محمود نام حاکم ماوراء النہر کا نام لیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم نے اسی پر زد کی۔ حاضرین مجلس نے وہ تاریخ لکھ لی۔ آپ نے اسی وقت ایک امیر بخاری کی طرف خط لکھا۔ جو حاکم موصوف سے بھاگ کر کابل چلا آیا تھا۔ اور وہ خط کابل جانے والے کے ہاتھ دے دیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ ایسا واقعہ وقوع میں آگیا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ پانسو دینار نذرانہ بذریعہ حامل خط درویشوں کی خدمت میں روانہ کردو۔ چند روز کے بعد خبر آئی کہ حاکم ماوراء النہر قتل ہوگیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اسی تاریخ قتل ہوا تھا۔ یہ سن کر سب تعجب کرنے لگے اور کہنے لگے کہ حق تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ایسے تصرفات عطا فرمائے ہیں۔ حضرت خواجہ فرماتے تھے۔ دوستو! جس وقت ہم سے ایسا امر ظہور میں آتا ہے۔ ہم درمیان نہیں ہوتے۔ باوجود کمال قرب کے سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہوتا ہے۔ وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت کے بیچاروں کا کیا حال ہوگا۔ جو کچھ درویشوں سے صادر ہوتا ہے۔ اس میں ان کا کچھ اختیار نہیں ہوتا۔ طالبوں کی رہنمائی کے لئے ایسا ہوتا ہے۔

خوارزم نہ جانے دیا:

ایک درویش نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک روز حضرت خواجہ ایک حوض کے کنارے کھڑے تھے۔ جو شہر بخارا سے قبلہ کی طرف ہے۔ اس حال میں ایک درویش جو لوگوں میں ارشاد تربیت میں مشہور تھا آپ سے ملنے آیا۔ حضرت خواجہ نے اس سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ تم

خوارزم جانے کا ہے۔ اس نے عرض کی کہ ہاں۔ خواجہ نے فرمایا کہ ہم تمہیں خوارزم نہ جانے دیں گے۔ اس نے کہا۔ ایسا نہ کہئے۔ آپ کو اس بات کی قدرت نہیں۔ اتفاقاً اسی اثناء میں مولانا [illegible] الدین شاشی مع ایک جماعت کے خواجہ کی ملاقات کو آئے۔ حضرت خواجہ نے وہ قصہ مولانا [illegible] کر کے فرمایا کہ آپ گواہ رہیں ہم اس درویش کو خوارزم نہ جانے دیں گے۔ مولانا نے کہا [illegible] ہم بھی گواہ ہوئے۔ اس کے بعد وہ درویش خوارزم کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ اقشیہ میں پہنچا [illegible] بخارا میں قافلہ کے اترنے کی جگہ ہے۔ بادشاہِ وقت کے قاصد آپہنچے۔ اور انہوں نے [illegible] کا راستہ بند کردیا۔ اس درویش نے اہل قافلہ کے ساتھ تدبیر کی اور راستے سے برطرف ہو [illegible] مسافت طے کر کے پھر خوارزم کی راہ ہو لئے۔ مگر وہ قاصد ان کے پیچھے آپہنچے۔ اور اس [illegible] قافلہ کے گرفتار کرلیا اور بخارا کی طرف لے آئے۔ اس درویش نے شیخ سیف الدین [illegible] قدس سرہ کے نواسہ خواجہ داؤد سے التجا کی اور کچھ مال دے کر قاصدوں سے رہائی پائی۔ [illegible] پھر مولانا حمید الدین کو پہنچی تو انہوں نے بہت تعجب کیا اور فرمایا کہ خواص بندگان الٰہی نے [illegible] طرح تصرف کیا ہے۔

غلام کی واپسی:

حکایت ہے کہ حضرت خواجہ غدیوت میں تھے۔ ایک جماعت کچھ انار آپ کی خدمت [illegible] لائی۔ اس جماعت میں درویش محمد زاہد بھی تھا۔ حضرت خواجہ نے انار تقسیم کر کے فرمایا کہ [illegible] محمد زاہد نے کہا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ اس لئے مجھے بہت تشویش ہے۔ خواجہ نے فرمایا [illegible] وہ کسی طرف نہیں جا سکتا۔ دو دن اور دو رات ہمارے پاس ٹھہرو۔ تیسرے روز زیورتون کی [illegible] اپنے مکان میں چلے جانا۔ غلام کی خبر تم کو مل جائے گی۔ محمد زاہد نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے [illegible] وہ اپنے مکان میں پہنچا تو پیشتر اس سے کہ حضرت خواجہ کی بشارت اپنے اہل سے بیان [illegible] غلام دروازے سے داخل ہوا۔ محمد زاہد اور اس کے گھر والوں نے تعجب کیا۔ اور غلام سے [illegible] دریافت کی۔ اس نے کہا کہ جب میں بخارا سے نکلا۔ تو میں نے نسف کی طرف جانے کا [illegible] کیا۔ میں نے کچھ راستہ طے کیا تھا کہ میرے پاؤں میں بیڑی ظاہر ہوئی۔ میں چل نہ سکتا تھا اور [illegible] کی آواز آتی تھی۔ جس سے مجھے وہم پیدا ہوا کہ یہ آواز بخارا تک پہنچتی ہے۔ جب میں

زیورتوں کی طرف لوٹا وہ بیڑی کھل جاتی اور گھنٹی کی آواز نہ آتی۔ تین دن یہی حال رہا۔ میں
کہ یہ کیفیت دوسری جگہ سے ہے۔ میں لوٹ کر آپ کی خدمت میں آ گیا۔ مجھے معاف فرما

دیناروں کی خبر:

ایک روز حضرت خواجہ قصرِ عارفاں میں تھے۔ اور شیخ شادی غدیوت سے آئے
ایک قصور کے سبب جو ان سے سرزد ہوا تھا عذر خواہی کرتے تھے۔ خواجہ نے فرمایا کہ
چاہیے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ایک بیل لاتا ہوں۔ خواجہ نے فرمایا کہ نذرانہ میں بیل قبول
اڑتالیس دینار عدلی جو غدیوت میں تم نے مدت سے دیوار کے سوراخ میں چھپائے ہوئے
اور دھوئیں نے وہ جگہ سیاہ کر دی ہے۔ نذرانہ میں لانے چاہئیں۔ یہ سن کر شیخ شادی کا
دگرگوں ہو گیا۔ اس لئے کہ سوراخ میں چھپانے کے وقت کسی کو اطلاع نہ تھی۔ وہ جلدی غد
میں گئے اور وہ دینار خدمت میں پیش کئے۔ حضرت خواجہ نے ان میں سے ایک دینار شیخ شادی
واپس کر دیا۔ اور فرمایا کہ یہ حرام ہے۔ تجھے یہ کہاں سے ملا۔ اس وقت شیخ شادی کی طرف
کر کے فرمایا کہ ان سینتالیس دیناروں سے ایک بیل خرید کر کھیتی کر اور بندگانِ خدا کی خدمت
صرف کر۔ اس کے بعد شیخ شادی سے اس ایک دینار کا حال دریافت کیا گیا۔ انہوں نے کہا
حضرت خواجہ کا مرید بننے سے پہلے میں ایک مدت تک قمار بازی کرتا رہا۔ وہ دینار قمار سے حاصل
ہوا تھا۔

ہر جگہ موجود:

خواجہ علاؤالدین عطار بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت خواجہ درویشوں کی جماعت
کے ساتھ ایک درویش کے حجرے میں تھے۔ اس جماعت میں سے بعضے حضرت خواجہ کے
اشارے سے دسترخوان کے سامان کے لئے نکلے۔ اور دو فریق ہو گئے۔ ایک فریق بازار صرافاں
کی طرف روانہ ہوا۔ انہوں نے حضرت خواجہ کو بازار میں دیکھا اور خیال کیا کہ آپ حجرے سے
نکل آئے ہیں۔ دوسرا فریق چوک کی طرف گیا اور انہوں نے حضرت خواجہ کو چوک میں دیکھا اور
وہی خیال کیا جو فریق اوّل نے کیا تھا۔ بعد ازاں وہ اخی محمد درآہنی سے بازار میں ملے اور قصہ اس
سے بیان کیا اس نے کہا کہ میں نے ابھی حضرت خواجہ کو فلاں جگہ دیکھا ہے کہ ایک طرف کو تشریف

لے جا رہے ہیں۔ یہ سن کر درویش حیران ہوئے کہ حضرت خواجہ سے کہاں جا کر ملیں۔ اسی فکر میں
تھے کہ ایک درویش آیا اور اس نے کہا کہ حضرت خواجہ فرماتے ہیں کہ ہمارے اصحاب نے کس
جگہ آگ دیر لگائی۔ انہوں نے سارا قصہ اس درویش سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ جس وقت
تم حجرے سے نکلے ہو صاحب حجرہ اور میں حضرت خواجہ کی خدمت میں رہے ہیں۔ آپ
حجرے سے نہیں نکلے۔ اس وقت آپ نے مجھے تمہارے پیچھے بھیجا ہے۔ اصحاب حیران ہوئے اور
اس جماعت میں حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان سے کیفیت دریافت کی۔ اور اپنا
قصہ بیان کیا۔ آپ نے تبسم فرمایا۔ اور صاحب حجرہ یہ سن کر بہت رویا۔ اسی وقت حضرت نے فرمایا
کہ ایک دن ماہِ رمضان کی شام کو حضرت عزیزاں قدس سرہ کی تیرہ جگہ دعوت ہوئی۔ آپ نے
قبول فرمائی۔ راوی کا بیان ہے کہ میں ان دعوتوں میں سے ایک میں حاضر تھا۔ میں نے دوسری
جگہوں سے جو دریافت کیا تو یہی سنا کہ حضرت عزیزاں تمام جگہوں میں حاضر تھے[1]۔

اُلٹی بہنے لگی:

ایک درویش کا بیان ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ اور شیخ شمس الدین کلال خلیفہ سید
امیر کلال اس ندی کے کنارے بیٹھے تھے جو شیخ سیف الدین اور شیخ حسن بلغاری رحمہما اللہ کے
مزار کے سامنے ہے۔ اور آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ اسی اثنا میں مچھلی کے قصہ کا ذکر آیا جو ایک
بار شیخ سیف الدین اور شیخ حسن کے درمیان گزرا تھا۔ شیخ شمس الدین کلال نے کہا کہ بے شک
اولیاء اللہ کے ایسے تصرفات ہوئے ہیں۔ کیا اس زمانے میں بھی کوئی بزرگ ہے جس سے ایسے
امور ظہور میں آتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ بلکہ ایسے بزرگ بھی
ہیں کہ اگر مثلاً اس ندی کی طرف اشارہ کر دیں کہ اُلٹی بہہ۔ تو اُلٹی بہنے لگے۔ حضرت خواجہ

---

[1] اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے یہ قوت بخشی ہے کہ بعض دفعہ وہ ایک وقت میں متعدد جگہ حاضر ہوتے ہیں اور
ان سے اعمال مختلفہ صادر ہوتے ہیں۔ بقول مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس صورت میں وہ تو اپنی
جگہ ہوتے ہیں۔ مگر ان کے لطائف مختلف اجساد سے متجسد اور مختلف اشکال سے متشکل ہو کر ایک ہی آن
میں متعدد جگہوں میں اعمال عجیبہ وقوع میں لاتے ہیں۔ بعض اوقات اس تشکل کی ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔
یہ تشکل کبھی عالم شہادت میں ہوتا ہے اور کبھی عالم مثال میں پایا جاتا ہے۔ (مکتوبات احمدیہ۔
جلد دوم۔ مکتوب ۵۸)

یہ فرما ہی رہے تھے کہ وہ ندی اُلٹی بہنے لگی۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا۔ اس ندی بدستور سابق بہنے لگی۔ بہت سے لوگوں نے اس کرامت کا مشاہدہ کیا۔ اور حضرت خواجہ کمال ولایت کا اعتراف کیا۔

پانی پر سے گزرنا:

خواجہ علاؤالدین عطار نے یہ حکایت بیان کی کہ ایک روز موسم سرما میں حضرت خواجہ نے درویش امیر حسین سے فرمایا کہ ایندھن بہت سا جمع کر لینا چاہئے۔ جب حسب الارشاد بہت سا ایندھن جمع ہو گیا تو دوسرے دن برف گرنے لگی اور چالیس دن تک گرتی رہی۔ اسی حال میں حضرت خواجہ شیخ شادی کو ساتھ لے کر خوارزم کی طرف روانہ ہوئے۔ جب حرام کام ندی کے کنارے پر پہنچے تو آپ نے شیخ شادی سے فرمایا کہ پانی پر قدم رکھ کر گزر جاؤ۔ شیخ نے توقف کیا آپ نے دوبارہ ہیبت سے شیخ کی طرف نگاہ کی۔ شیخ بے خود ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو قدم پانی پر رکھ کر روانہ ہوئے۔ حضرت خواجہ بھی ان کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ جب پانی سے گزر گئے تو خواجہ نے شیخ سے فرمایا۔ کہ اپنے موزہ کو دیکھو۔ اس کی کوئی جگہ بھیگی یا نہیں۔ شیخ شادی نے دیکھا کہ قدرت الٰہی سے موزہ کی کوئی جگہ نہ بھیگی تھی۔ اسی طرح ایک دفعہ حضرت خواجہ ایک طرف جا رہے تھے۔ شیخ امیر حسین اور چند درویش ساتھ تھے۔ ایک نالہ کے پل پر پہنچے۔ آپ نے شیخ سے فرمایا کہ پانی سے گزر جا۔ حسب اشارہ شیخ پانی میں کود پڑے اور حضرت پل پر سے گزر گئے۔ کچھ دیر کے بعد فرمایا۔ امیر حسین! پانی سے نکل آ۔ شیخ پانی سے نکل آئے اور ان کے کپڑے خشک تھے۔ خواجہ نے پوچھا کہ جس وقت تم پانی میں کودے تمہارا حال کیا تھا۔ عرض کی کہ میرا حال اچھا تھا۔ میں ایک نہایت صاف مکان میں تھا۔ کچھ دیر کے بعد ایک دروازہ ظاہر ہوا۔ آپ کی آواز سن کر میں اس دروازے سے نکل آیا۔

آٹے میں برکت:

ایک درویش بیان کرتا ہے کہ ایک روز حضرت خواجہ میرے غریب خانہ میں تشریف لائے۔ مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ گھر میں آٹا نہ تھا۔ میں اسی دن آٹے کی بوری لے آیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس آٹے کو خرچ کرتے رہو۔ مگر اس کی کمی بیشی کا حال کسی سے ذکر نہ کرنا۔ حضرت

غریب خانہ میں رہے۔ ہر روز درویش اور دوست آپ کی زیارت کو آتے تھے۔ اُسی سے پکتا رہا۔ مگر وہ آٹا بدستور رہا۔ جب حضرت تشریف لے گئے مدتوں بعد اسی میں رہا۔ اور بحال خود اتنا ہی رہا۔ بعد ازاں میں نے خلاف ارشاد حضرت خواجہ یہ قصہ اپنے عیال سے ذکر کر دیا۔ پھر وہ برکت نہ رہی۔

آمد مولانا عارف کی:

سید امیر کلال قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے امیر برہان الدین کا بیان ہے کہ ایک دفعہ حضرت خواجہ سوخار میں ہمارے مکان میں تھے۔ میں نے عرض کی۔ کہ مجھے مولانا عارف کی زیارت کا اشتیاق ہے۔ وہ اس وقت نسف میں ہیں۔ آپ توجہ فرمائیں کہ وہ جلدی آ جائیں۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ ہم ان کو جلدی بلا لیتے ہیں۔ بعد ازاں حضرت خواجہ امیر برہان الدین کے ساتھ خانقاہ کی چھت پر چڑھ گئے۔ اور تین دفعہ مولانا عارف کو آواز دی۔ پھر فرمایا کہ مولانا عارف نے ہماری آواز سن لی ہے۔ اور اس طرف چل پڑے ہیں۔ جب مولانا عارف نسف سے بخارا اور بخارا سے سوخار میں آئے تو ان سے حضرت خواجہ کے بلانے کا قصہ دریافت کیا گیا۔ مولانا عارف نے بیان کیا کہ فلاں روز فلاں وقت ہم اپنے یاروں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ خواجہ کی آواز میرے کان میں آئی کہ چلے آؤ۔ میں جلدی نسف سے بخارا کی طرف روانہ ہو گیا۔

آوازیں سنائی نہ دیں:

خواجہ علاؤالدین عطار ناقل ہیں کہ ایک روز شام کے وقت حضرت خواجہ درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ درویش عطا کے بالاخانے میں تھے۔ پڑوس میں بخارا کے ایک امیر کا محل تھا۔ اس میں قوالوں کی ایک جماعت گا رہی تھی۔ اور صوفیہ کا ایک گروہ رقص کر رہا تھا۔ اور نہایت طرب برپا تھا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے از قبیل ملاہی ہے اس کا سننا جائز نہیں۔ تدبیر یہ ہے کہ ہم کانوں میں روئی ٹھونس لیں۔ حضرت خواجہ کا یہ فرمانا تھا کہ سب کا حال متغیر ہو گیا اور وہ آوازیں کسی کو سنائی نہ دیں۔ صبح کو پڑوسیوں نے رات کے حالات درویشوں سے بیان کر کے دریافت کیا کہ آپ کی رات کیونکر گزری۔ درویشوں نے جواب دیا کہ حضرت

خواجہ کی عنایت سے وہ آوازیں ہمیں سنائی نہ دیں۔ یہ سن کر پڑوسیوں نے بہت تعجب کیا۔

سیب کا تسبیح پڑھنا:

خواجہ علاؤ الدین ناقل ہیں کہ حضرت خواجہ کا ایک درویش ایک روز سیب لایا۔ نے فرمایا کہ ٹھہرو اس سیب کو نہ کھاؤ یہ تسبیح پڑھتا ہے۔ حضرت خواجہ کا ارشاد درست تھا۔ حاضر میں سے بعضے اس سیب کی تسبیح صریحاً سن رہے تھے۔

چھکڑے کا خود بخود چلنا:

ایک روز قصر عارفاں میں حضرت خواجہ کے حکم سے درویش مٹی کا چھکڑا کھینچ تھے۔ اسی اثناء میں حضرت خواجہ کا ایک مرید محمد خرکوشی زیورتون سے آیا۔ وہ حضرت کی زیارت لئے بے قرار ہو رہا تھا۔ اس نے درویشوں سے حضرت کا پتہ پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ حضر دولتخانہ کو تشریف لے گئے ہیں۔ یہ سن کر محمد خرکوشی فوراً خواجہ کے مکان کی طرف روانہ ہوا اور قراری میں پرندے کی طرح اڑتا تھا۔ چنانچہ حضرت کے مکان تک دو دفعہ اڑا۔ درویشوں جب یہ حال دیکھا تو اس کے پیچھے روانہ ہوئے جب اس کے پاس پہنچے تو حضرت خواجہ مکان نکلے اور ان سے یوں ارشاد فرمایا کہ تم اس فقیر بے سروپا سے کیا چاہتے ہو۔ اس صفت سے حاصل نہیں۔ اس حالت پر کچھ اعتماد نہ چاہئے بہت سے بیگانے ایسے ہوتے ہیں۔ جو پرندے طرح ہوا میں اڑتے ہیں۔ حق طلبی اور ہی چیز ہے۔ درویش یہ سن کر بہت ڈرے۔ اس حال میں حضرت خواجہ نے ان سے کہا۔ کہ چھکڑے میں مٹی بھر دو۔ پھر آپ نے چھکڑے کی طرف اشارہ کیا چھکڑا خود بخود چلتا تھا۔ اور مٹی گرا کر واپس آجاتا تھا۔ حاضرین یہ دیکھ کر اپنے فعل سے پشیمان ہوئے۔

بارش بند ہوگئی:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ نسف میں تھے۔ جاڑے کا موسم تھا۔ حضرت کو بخارا جانے کا اتفاق ہوا۔ اسی سفر میں خواجہ محمد پارسا جو مولانا حافظ الدین کبیر بخاری کے صاحبزادوں سے تھے آپ کے ہمراہ تھے۔ اس روز ابر ہو رہا تھا۔ نسف کے درویشوں نے حضرت سے

التماس کی۔ کہ ٹھہر جایئے۔ مگر آپ نہ ٹھہرے۔ درویشوں کی ایک بڑی جماعت آپ کے ساتھ ہو گئی۔ مینہ برسنے لگا۔ اور ہر لحظہ زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ حضرت نے خواجہ محمد پارسا کی طرف اشارہ کیا کہ مینہ سے کہہ دو ٹھہر جا۔ خواجہ محمد نے حضرت کی موجودگی میں ایسی گستاخی نہ کی۔ حضرت نے فرمایا کہ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ یوں کہہ دے۔ اے مینہ! ٹھہر جا۔ پس محمد پارسا نے کہا۔ اے ٹھہر جا۔ اسی وقت مینہ بند اور مطلع صاف ہو گیا اور سورج نکل آیا۔

آگ نے نہ جلایا:

ایک درویش کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ عذریوت میں درویش اسحاق کے مکان میں افطار کر رہے تھے۔ تنور میں آگ شعلہ زن تھی۔ اسی حالت میں آپ نے اپنا دست مبارک اس تنور میں ڈال دیا اور کچھ دیر تک رکھا۔ بعد ازاں نکال لیا۔ عنایت الٰہی سے دست مبارک کا بال بھی نہ جلا۔

خلیل اللہ با آتش ہمے گفت اگر موئے زمن باقیست مے سوز

یہ دیکھ کر حاضرین خوش ہوئے۔

دست مبارک میں تبدیلی:

ایک درویش ناقل ہے کہ میں اور ایک اور درویش اس باغ میں جہاں اب حضرت خواجہ کا مزار مبارک ہے آپ کی خدمت میں تھے۔ آپ تکیہ کئے بیٹھے تھے۔ ایک ساعت کے بعد آپ پر ایک ہیبت ناک حالت پیدا ہوئی۔ وہ درویش بیہوش ہو کر گر پڑا۔ حضرت اٹھ کر حوض وضو کرنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے ایک سیب کا درخت اپنی کولی میں لے لیا۔ ایک لحظہ میں آپ کا وجود مبارک اتنا بڑا ہو گیا کہ تمام باغ اس سے پُر ہو گیا۔ جہاں میری نگاہ پڑتی تھی۔ آپ کا وجود مبارک ہی دکھائی دیتا تھا۔ بعد ازاں میں نے پھر جو نظر اٹھائی تو آپ کا وجود چھوٹا ہوتے ہوتے یہاں تک کہ اس کا نشان تک نہ رہا۔ میں نے پھر جو دیکھا تو آپ کے وجود مبارک کا اثر تک نہ رہا یہاں تک کہ اصلی حالت پر آ گیا اور آپ وہی سیب کا درخت کولی میں لئے نظر آئے ہیں حیران ہوا کہ یہ کیا حالتیں ہیں۔ اسی وقت خواجہ نے فرمایا کہ ایسے احوال حضرت

عزیزاں علیہ الرحمۃ کی نسبت بھی منقول ہیں۔

گستاخی کا نتیجہ:

ایک روز حضرت خواجہ کا ایک درویش نیک روز نام سوخار سے آپ کی خدمت میں آیا وہ بہت دلگیر تھا۔ حضرت نے سبب پوچھا اس نے عرض کی کہ سوخار میں ایک شخص حسین نام مجھے بہت برا بھلا کہا۔ مگر اس سے مجھے رنج نہ ہوا۔ جب اس نے آپ کی بے ادبی کی تو مجھے نہا رنج ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ جلد ہی دنیا و آخرت میں رُسوا ہوگا۔ نیک روز کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ نے یہ فرمایا نماز عصر کا وقت تھا۔ میں آپ کی خدمت سے رخصت ہو کر نماز شام وقت سوخار میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ حسین اپنے خادم کے لئے کھانا لے جا رہا ہے۔ جب خا کھانا کھانے لگا تو حسین اپنے خادم کا کام کرنے لگا۔ اسی وقت ایک بھیڑیا آیا جس نے لپک حسین کی ناک اور ہونٹ نوچ لئے اور اس کی شکل نہایت بھونڈی ہوگئی۔ وہ لوگوں میں رسوا ہو اس کا قصہ مشہور ہوگیا اور حسین گرگ گرفتہ اس کا لقب ہوا۔

حضرت خواجہ کی کرامات بہت ہیں۔ ہم نے نظر بر اختصار بیں ہی پر اکتفا کیا ہے۔

وصال مُبارک:

خواجہ علاؤ الدین عطار کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ کے انتقال کے وقت ہم سورہ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ جب سورت نصف ہوئی تو انوار ظاہر ہونے لگے۔ ہم کلمہ پڑھنے میں مشغول ہوگئے۔ اس کے بعد حضرت خواجہ کا سانس منقطع ہوگیا۔ حضرت کی عمر شریف پورے تہتر سال کی تھی۔ اور چوہترویں سال میں دوشنبہ کی رات ۳ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک قصر عارفاں میں ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) اس راستے میں وجود کی نفی اور نیستی اور اپنے تئیں کم سمجھنا بڑا کام ہے۔ مقصد حقیقی کی دولت کا حاصل ہونا قبولیت پر موقوف ہے۔ میں نے اس معاملہ میں موجودات کے طبقوں میں

کی سیر کی۔ اور اپنے آپ کا ذروں میں سے ہر ذرے سے مقابلہ کیا۔ میں نے سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھا۔ یہانتک کہ میں نے فضلات کے طبقہ کی بھی سیر کی۔ اور اس میں فائدہ دیکھا۔ مگر اپنے آپ میں کوئی فائدہ نہ پایا۔ کتے کے فضلہ تک پہنچا مجھے خیال ہوا کہ اس میں کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک مدت میں اپنے تئیں اس خیال پر برقرار رکھا۔ آخر کار معلوم ہوا کہ اس میں بھی کوئی فائدہ ہے۔ غرض مجھے تحقیق معلوم ہوگیا کہ مجھ میں کسی طرح کا کوئی فائدہ نہیں ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

از کسی خویشتن بے خبرم	میں اپنی ناقدری سے بے خبر ہوں
از سگے بہ نیم الا بترم	میں کسی کتے سے اچھا نہیں مگر بدتر ہوں
از ہر بحال خویش مے نگرم	میں ہر چند اپنے حال پر غور کرتا ہوں۔
کہ چہ نیرزد زقدم تابسرم	میں سر سے قدم تک ایک حبہ قدر و قیمت نہیں رکھتا۔

(۲) ایک دن ایک لڑکا گھر سے نکلا۔ قرآن مجید اس کے پاس تھا۔ اس نے حضرت خواجہ کو سلام کیا۔ جب آپ نے قرآن مجید کھولا تو یہ آیت نکلی۔

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ — اور ان کا کتا اپنے دونوں ہاتھ چوکھٹ پر پھیلا رہا ہے۔ (سورہ کہف)

خواجہ نے فرمایا کہ امید ہے کہ ہم وہ ہوں گے۔

(۳) کبار اہل حقیقت کا قول ہے کہ اس راستے کا سالک اگر اپنے نفس کو سو بار فرعون کے نفس سے بدتر نہیں جانتا وہ اس راستے میں نہیں ہے۔

(۴) ان دنوں حضرت خواجہ شہر سرخس میں تھے۔ ملک حسین کے قاصد ہرات سے آئے اور انہوں نے بادشاہ کا فرمان دکھایا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ ہمیں درویشوں کی صحبت کا اشتیاق ہے۔ آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں۔ اگرچہ حضرت خواجہ کو ملوک و سلاطین کی ملاقات کی عادت نہ تھی۔ لیکن اس وجہ سے کہ اگر ملک حسین طوس یا سرخس کی طرف متوجہ ہوتا تو اس ولایت کے باشندوں پر دشوار ہوتا۔ حضرت خواجہ بذات خود ہرات کی طرف متوجہ ہوئے۔ جب بادشاہ کی مجلس میں پہنچے۔

وہاں بڑا ہجوم تھا۔ اور مملکت ہرات کے اعیان وارکان اور نوکر چاکروں کی ایک بڑی جماعت جا
تھی۔ بادشاہ نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے۔ خواجہ نے جواب دیا
نہیں۔ بحکم[1] جذبة من جذبات الحق توازی عمل الثقلین ایک جذبہ پہنچا اور میں
سعادت سے مشرف ہوگیا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ کیا آپ کے طریقہ میں ذکر جہر اور سماع وغیرہ
ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ نہیں۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر تمہارا طریقہ کیا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ
عبدالخالق غجدوانی کے خاندان کا قول ہے کہ خلوت در انجمن چاہئے۔ بادشاہ نے پوچھا کہ خلوت
انجمن کیا ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ اور باطن میں حق کے ساتھ ہونا۔

از دروں شو آشنا و زبروں بیگانہ وش ۔۔۔ اینچنیں زیبا روش کم مے بود در جہاں

بادشاہ نے کہا کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حق سبحانہ وتعالیٰ اپنی کتاب
کریم میں فرماتا ہے:۔

رِجَال" لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ" وَّلَا بَيْعٌ" ۔۔۔ وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے
عَنْ ذِكْرِ اللهِ۔ (سورہ نور۔ ع) ۔۔۔ میں نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے۔

کچھ دیر کے بعد بادشاہ نے سوال کیا کہ بعضے مشائخ نے کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ وہ کون
ولایت ہے جو نبوت سے افضل ہے۔ خواجہ نے فرمایا کہ اُسی نبی[2] کی ولایت افضل ہے اس کی نبوت سے

وجود کی نفی کرنا:

اگرچہ نماز وروزہ اور ریاضت ومجاہدہ حق سبحانہ وتعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ مگر
ہمارے نزدیک وجود کی نفی سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور یہ ترک اختیار اور دید قصور کے سوا
حاصل نہیں ہوتی۔

---

[1] جذبات حق میں سے ایک جذبہ جن وانس کے عمل کے برابر ہے۔

[2] حضرت خواجہ نے بعضے مشائخ کے قول کی تاویل بیان فرمائی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے
ہیں کہ میں نے اپنے بعض رسائل میں ثابت کیا ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ اسی نبی کی ولایت ہو
اور حق بھی یہی ہے۔ جن مشائخ نے اس کے خلاف کہا ہے۔ ان کا قول مقام نبوت سے حالات کی بے علمی
کے سبب سے ہے۔ (مکتوبات احمدیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۵۱)

ایک روز حضرت خواجہ کی زبان مبارک سے نکلا کہ اس راستے کے سالکوں کے لئے
مطلق نہایت بڑا حجاب ہے۔

تو حضرت صالح بن مبارک بکاری کے دل میں آیا کہ اس صورت میں ایمان واسلام کے
بھی حاضر ہونا چاہئے۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ تو نے ابن منصور حلاج کی یہ بیت نہیں سنی[1]

کفر فی دین الله و الکفر واجب ۔۔۔ میں اللہ کے دین سے کافر ہوا اور یہ کفر میرے
فی عندی المسلمین قبیح ۔۔۔ نزدیک واجب اور مسلمانوں کے نزدیک بُرا ہے۔

پھر فرمایا کہ ایمان واسلام حقیقی درکار ہے۔ اہل حقیقت نے ایمان کی تعریف یوں کی ہے۔

الایمان عقد القلب بنفی جمیع ما ۔۔۔ ایمان یہ ہے کہ اللہ عزوجل کے سوا وہ تمام
یوجب القلوب الیه من المضار ۔۔۔ مضار ومنافع جن پر دل شیدا ہیں ان کی نفی کا
والمنافع سوی الله عزوجل. ۔۔۔ اعتقاد جازم رکھے۔

معراج:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ نماز مومن کی معراج ہے۔ یہ ارشاد نماز حقیقی
کی طرف اشارہ ہے بدیں طور کہ نماز میں تکبیر تحریمہ کے وقت چاہئے کہ حضرت حق
کی اکبریت نمازی کے وجود میں حال ہوجائے۔ اور اُس میں خشوع وخضوع پیدا ہوجائے
کہ استغراق کی حالت طاری ہوجائے۔ اس صفت کا کمال جناب رسالتمآب صلی اللہ
علیہ وسلم کو حاصل تھا۔ چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ نماز میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک
سے ہانڈی کے جوش کی مانند آواز آیا کرتی تھی۔ (شمائل ترمذی)۔

---

[1] منصور سے یہ قول مقام جمع میں صادر ہوا ہے کہ جس میں حق وباطل میں تمیز اٹھ جاتی ہے۔ اس مقام
والے کو صراط مستقیم پر سمجھتا ہے۔ اور کبھی خلق کو عین حق خیال کرتا ہے اور واضح رہے کہ ابن منصور کافر
نہیں تھا جو مستحق درجات ہے نہ کہ کافر شریعت جو مستحق عذاب ہے۔ اس کا بیان حضرت مجدد الف ثانی
رحمۃ اللہ علیہ کے حالات میں آئے گا۔

رزق حلال کی برکت:

بخارا کے علماء میں سے ایک عالم نے حضرت خواجہ سے سوال کیا کہ نماز میں خشوع کس چیز سے حاصل ہوتا ہے؟ خواجہ نے فرمایا کہ طعام حلال سے جو وقوف و آگاہی سے کھایا جائے۔ نماز سے خارج اوقات میں اور وضو اور تکبیر تحریمہ کے وقت بھی وقوف کی رعایت چاہئے۔

صوم حقیقی:

حدیث قدسی میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ میرے واسطے ہے۔ یہ حقیقی کی طرف اشارہ ہے۔ جو ماسوائے حق سے امساک کلی کا نام ہے۔

تین قسم کی اُمت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ آتش دوزخ سے میری امت کا نصیب ہے جیسا کہ آتشِ نمرود سے ابراہیم علیہ السلام کا نصیب تھا۔ اور نیز ارشاد ہے کہ میری امت گمراہی پر متفق نہ ہوگی۔ ان حدیثوں میں امت سے مراد امت متابعت ہے۔ امت تین قسم کی ہے۔ امت دعوت جس میں سب شامل ہیں۔ دوسرے امت اجابت جو ایمان لائے ہیں۔ تیسرے امت متابعت جو ایمان لا کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کرتے ہیں۔

ایک وقت اور حال:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ میرے لئے[1] اللہ کے ساتھ ایک وقت ہے مجھ میں اُس وقت میں کوئی مقرب فرشتہ نہیں سماتا اور نہ نبی مرسل۔ اس ارشاد کے معنی ایک تو یہ کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ اس حال میں کوئی مقرب فرشتہ اور نبی مرسل ملحوظ نہیں ہوتا۔ یہ حال مبتدی کا بھی بعض اوقات میں ہوا کرتا ہے۔ دوسرے معنی یہ کہ میرا ایک حال ایسا ہوتا ہے کہ وہ حال مقرب فرشتہ اور مرسل کے حال سے اعلیٰ و اشرف ہوتا ہے۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں وقت سے مراد تجلی برقی نہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تجلی ذاتی بے پردہ دائمی ہے۔ بلکہ اس سے مراد اس تجلی میں ایک طرح کی خصوصیت ہے جو بر سبیل قلت واقع ہوتی ہے۔ اور اس نادر وقت کا تحقق ادائے نماز کے وقت میں ہے۔ مکتوبات احمدیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۸۷۔ نیز ۲۸۵۔ اور ۲۹۳)

اللہ کے نام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں ایک کم سو۔ جو شخص ان کو احصا کرے وہ بہشت میں داخل ہوگا۔ اس ارشاد میں احصا کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہر نام کے موافق عمل کر سکے۔ مثلاً جب رزاق کہے تو روزی کا غم اس کے دل پر بالکل نہ گزرے اور جب کبیر کہے تو عظمت و کبریائی و بادشاہی کو خدا ہی کی ملک سمجھے۔

حضرت خواجہ سے دریافت کیا گیا کہ جب ننانوے کا ذکر کیا گیا تو ایک کم سو کہنے کی کیا وجہ تھی۔ آپ نے فرمایا کہ بطور تاکید کے اس واسطے مذکور ہوا کہ عرب کو حساب میں کچھ دخل نہ تھی اور نہ ان کو اس طرف توجہ تھی۔ اسی سبب سے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کی تعداد بیان کرنے کے لئے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں اٹھا کر اشارہ فرمایا کہ مہینہ ایسا ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ ایسا ہوتا ہے۔ اور تیسری بار نو انگلیاں اٹھائیں اور محسوس فرمایا کہ مہینہ ۲۹ دن کا ہوتا ہے۔ اور زبانِ مبارک سے نہ فرمایا۔

کتاب کی کیفیت:

کتاب کا جیسا تیرا وجود ہے۔ دع نفسک و تعال یعنی اپنے نفس کو دروازے پر چھوڑ اور اندر جا۔

از تو تا دوست رہ بسے نیست توئی در رہ تو خاشاک و خسے نیست توئی

صحیح حدیث میں جو اماطۃ الاذیٰ عن الطریق آیا ہے۔ اس سے وجود بشریت کی نفی کی طرف اشارہ ہے۔ اور حدیث قدسی میں جو وارد ہے کہ۔

نفسک مطیتک فارفق بھا۔ تیرا نفس تیری سواری ہے۔ تو اس کے ساتھ نرمی کر۔

نفس مطمئنہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو الارحم ربی کی خلعت سے مشرف ہو گیا ہے۔

---

[1] صحیحین میں بروایت حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کے ستر سے چند اوپر شعبے ہیں۔ جن میں سب سے افضل لا الٰہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور سب سے ادنیٰ اماطۃ الاذیٰ عن الطریق ہے۔ اس کے معنی ہیں راستے سے آزار دہ چیز کا دور کرنا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔ "حقیقت ایں رمزے است تبرک وجود دعویٰ ہستی کہ مبدأ ہمہ شرور است بردار خار و سنگ زدہ ایں چہ رمز بود۔ (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الایمان)

ولایت نعمت ہے:

(۱۴) ولایت ایک نعمت ہے۔ ولی کو چاہئے کہ جانے کہ میں ولی ہوں تا کہ اس نعمت کا شکر کرے۔ عنایت الٰہی ولی کے شامل حال ہوتی ہے۔ اس کو بحال خود نہیں چھوڑا جاتا بلکہ اس بشریت کی آفتوں سے بچایا جاتا ہے۔ خوارق عادات اور احوال و کرامات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔ افعال واقوال میں استقامت درکار ہے۔ شیخ عبدالرحمن نے اپنی کتاب حقائق التفسیر میں آیت فاستقم کما امرت کی تفسیر میں ارباب حقیقت میں سے ایک نقل کیا ہے۔ کہ تو استقامت کا طالب بن اور کرامت کا طالب نہ بن۔ کیونکہ تیرا رب تجھ سے استقامت طلب کرتا ہے اور تیرا نفس تجھ سے کرامت طلب کرتا ہے۔ صوفیہ کرام کے اقوال میں سے ہے۔ کہ اگر ولی ہوا میں آئے اور درختوں کے ہر پتے سے یہ آواز آئے۔ یا ولی اللہ تو چاہئے کہ ظاہر و باطن میں اس آواز کی طرف کچھ التفات نہ ہو۔ بلکہ بندگی و تضرع میں اس کی کوشش ہر لحظہ زیادہ ہو۔ اس مقام کا کمال حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا کہ خدا کا احسان و اکرام و انعام آپ پر جس قدر زیادہ ہوتا اسی قدر آپ کی بندگی اور نیازمندی اور مسکنت زیادہ ہوتی۔ اسی وجہ سے آپ فرماتے "کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں"؟

صوفیا کی اقسام:

گروہ صوفیہ کی تین قسمیں ہیں۔ مقلد۔ کامل۔ کامل مکمل۔ مقلد اس پر عمل کرتا ہے جو اپنے شیخ سے سن لیتا ہے۔ کامل فیض رسانی میں اپنی ذات سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ دوسروں کی تربیت سوائے کامل مکمل کے نہیں کرتا اور نہیں کر سکتا۔

طریق صوفیاء:

ہمارا طریقہ نوادر سے ہے اور محکم دست آویز ہے اور سنت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ۚ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ" ۵ (پارہ ۱۳ شروع) (اور میں اپنے نفس کو پاک نہیں کہتا۔ تحقیق نفس البتہ برائی کا حکم کرنے والا ہے مگر جو میرا رب رحم کرے۔ بے شک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

اور آپ کے صحابہ کرام کے آثار کی پیروی کرنا ہے۔ اس راہ میں ہمیں بفضل الٰہی لایا ہے۔ اول سے آخر تک ہم نے یہی فضل الٰہی مشاہدہ کیا ہے نہ کہ اپنا عمل۔ اس طریقہ میں تھوڑے سے عمل سے بہت فتوح حاصل ہوتی ہیں۔ مگر سنت کی متابعت کی رعایت بڑا کام ہے۔

طریق صحبت:

ہمارا طریق صحبت[۱] ہے۔ کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت ہے۔

طریق جمعیت:

طریقہ جمعیت میں ہے اور جمعیت صحبت میں بشرطیکہ ایک دوسرے میں نفی ہو جائیں۔

گوں خال:

مرشد کو چاہئے کہ طالب کے تینوں حال (ماضی۔ حال۔ مستقبل) سے باخبر ہو تا کہ اس کی رعایت کر سکے۔ طالب کی شرطوں میں سے ایک یہ ہے۔ کہ جس وقت خدا تعالیٰ کے دوستوں میں سے کسی دوست کی صحبت میں ہو اپنے حال سے واقف ہو اور صحبت کے زمانہ کا گذشتہ زمانہ سے مقابلہ کرے۔ پس اگر وہ نقصان سے کمال کی طرف کچھ تفاوت دیکھے۔ تو بحکم اصبت والزم اس بزرگ کی صحبت کو اپنے اوپر فرض جانے۔

طلب راہ کی شرط:

طریقہ سب ادب ہی ادب ہے۔ طلب راہ کی ایک شرط ادب ہے۔ ایک ادب حق تعالیٰ کی نسبت ہے۔ اور ایک ادب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ہے اور ایک ادب مشائخ

---

۱ یہ فضل الٰہی ہے کہ حضرت خواجہ کی درخواست پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا طریقہ عطا کیا کہ دوسروں کی نسبت اس کی ہدایت میں مندرج ہے۔ اسی واسطے آپ فرمایا کرتے تھے۔ ما فضلنا بنیم۔ مکتوبات احمدیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب۔ ۲۶، ۳۰۲۔

۲ صحبت سے مراد موافقان طریق کی صحبت ہے۔ نہ کہ مخالفان طریق کی۔ کیونکہ ایک دوسرے میں نفی ہونا صحبت کی شرط ہے اور وہ نفی بغیر موافقت کے حاصل نہیں ہوتی۔ مکتوبات احمد۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۶۵۔

۳ نے پالیس۔ پس لازم پکڑ۔

طریقت کی نسبت ہے۔ حق تعالیٰ کی نسبت ادب یہ ہے کہ ظاہر و باطن میں بشرط کمال بندگی کے حکموں کو بجالائے اور ماسوا سے بالکل منہ پھیر لے۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ادب ہے کہ اپنے تئیں ہمہ تن آپ کی اتباع و پیروی کے مقام میں رکھے۔ اور تمام حالات میں آپ کی واجب خدمت کو نگاہ رکھے۔ اور آپ کو تمام موجودات اور حق سبحانہ کے درمیان واسطہ سمجھے جو کچھ ہے اور جو کچھ ہے سب کا سر آپ کے آستان عزت پر ہے۔ جو ادب مشائخ کی نسبت طالبوں پر لازم و واجب ہے وہ اس جہت سے ہے کہ مشائخ سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے سبب سے اس مقام پر پہنچ گئے ہیں کہ لوگوں کو حق کی طرف بلائیں۔ پس درویش کو چاہئے کہ غیبت و حضور میں ان کا ادب ملحوظ رکھے۔

ذکر کی تعلیم حاصل کرنا:

ذکر کی تعلیم کسی کامل مکمل سے ہونی چاہئے تاکہ موثر ہو اور اس کا نتیجہ ظہور میں آئے یہ بادشاہ کی ترکش سے لینا چاہئے تاکہ شایان حمایت ہو۔

علم لدنی:

وقوف عددی علم لدنی[1] کا اول مرتبہ ہے۔

ذکر کا مقصد:

لا الٰہ نفی الٰہہ طبیعت ہے اور الا اللہ اثبات معبود بحق۔ اور مقصود ذکر سے یہ ہے کہ ذاکر کلمہ توحید کی حقیقت کو پہنچ جائے۔ بہت دفعہ کہنا شرط نہیں۔ اور کلمہ توحید کی حقیقت یہ ہے کہ اس کلمہ کے کہنے سے ماسوا بالکل نفی ہو جائے۔

اپنے احوال سے واقفیت:

وقوف زمانی جو سالک کا کارگزار ہے۔ یہ کہ سالک اپنے احوال سے واقف رہے کہ ہر

[1] علم لدنی وہ علم ہے جو اہل قرب کو تعلیم الٰہی اور تفہیم ربانی سے معلوم و مفہوم ہوتا ہے نہ کہ دلائل عقلی و شواہد نقلی سے چنانچہ قرآن مجید میں حضرت خضر علیہ السلام کی نسبت آیا۔ وعلمنہ من لدنا علما۔ ترجمہ اور ہم نے سکھایا تھا اس کو اپنے پاس سے ایک علم۔ (سورہ کہف۔ ع ۹)

وقت میں اس کا حال کیسا ہے۔ موجب شکر ہے یا موجب عذر خواہی۔

خواطر[1] کو دور کرنا:

سالکین خواطر[1] شیطانی و نفسانی کے دور کرنے میں متفاوت ہیں۔ بعضے ایسے ہیں کہ خطرہ اس کے کہ نفس و شیطان سے کوئی خطرہ دل میں آئے اسے دیکھ لیتے ہیں اور وہیں سے اس کو دور کر دیتے ہیں۔ اور بعضے ایسے ہیں کہ جب کوئی خطرہ دل میں آتا ہے تو اسے قرار پکڑنے سے پہلے دفع کر دیتے ہیں اور بعضے ایسے ہیں کہ خطرہ کو قرار پکڑنے کے بعد دفع کرتے ہیں۔ مگر یہ باتیں مفید نہیں۔ ہاں اگر اس کے منشا اور اس کے انتقالات کے سبب کو معلوم کر لیں تو فائدہ سے خالی نہیں۔

گیں راہیں:

راہ کہ جس کے ذریعے عارف مقصود حقیقی کو پالیتے ہیں اور دوسرے محروم رہ جاتے ہیں گیں ہیں۔ مراقبہ۔ مشاہدہ۔ محاسبہ۔ خالق کی طرف دوام نظر اور مخلوق کی رویت کا نسیان مراقبہ کہلاتا ہے۔ یعنی سالک کو چاہئے کہ ہر وقت جناب احدیت کی طرف نظر رکھے اور تمام مخلوقات کی اس کی پیشانی پر نیستی و فنا و نسیان کا خط کھینچ دے۔ مراقبہ کا دوام نادر چیز ہے۔ اس گروہ میں سے کم ہیں۔ جنہوں نے یہ بات حاصل کی ہے۔ ہم نے اس کے حصول کا طریق معلوم کر لیا ہے اور وہ نفس کی مخالفت ہے۔ مشاہدہ سے مراد ان واردات غیبیہ کا معائنہ ہے جو دل پر نازل ہوتے ہیں۔ بعض وارد جلدی گزرنے والا ہے اور قرار نہیں پکڑتا ہم اس وارد کا ادراک نہیں کر سکتے۔ مگر صفت بسط و قبض سے جو ہم میں پیدا ہوتی ہے اسے معلوم کر لیتے ہیں۔ قبض میں صفت جلال کا مشاہدہ کرتے ہیں اور بسط میں صفت جمال کا محاسبہ یہ ہے کہ ہر ساعت جو کچھ ہم پر گزرے اس کا

[1] خواطر جمع ہے خاطر کی۔ خاطر وہ کلام و خطاب ہے جو دل پر وارد ہو یا وہ وارد ہے جس میں بندے کے قصد و عمل کو دخل نہ ہو۔ خاطر جو خطاب ہو اس کی چار قسمیں ہیں۔ اول ربانی جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دل میں القاء ہو۔ دوم ملکی جو فرشتے کے القاء سے ہو۔ اُسے الہام کہتے ہیں۔ سوم نفسانی جو نفس کی طرف سے ہو اُسے ہاجس کہتے ہیں جس کی جمع ہوا اس آتی ہے۔ چہارم شیطانی جو شیطان کے القاء سے ہو اُسے وسواس کہتے ہیں (رسالہ قشیریہ وغیرہ)

حساب کریں کہ اس میں غفلت کیا اور حضور کیا ہے۔ اگر دیکھیں کہ سراسر نقصان ہے۔ تو باز گشت کریں اور عمل کو از سر نو کریں۔ چونکہ راستہ ان تین میں منحصر ہے اور دوسرے لوگ اس کا غیر طلب کرتے ہیں۔ اس لئے محروم رہ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی کیفیت:

جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا اُس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی[1] حضرت خواجہ علاؤالدین فرماتے تھے کہ اس کلمہ قدسیہ سے حضرت خواجہ کی مراد یہ ہے کہ عارف پر اشیاء کا ظاہر ہونا اس کی توجہ پر موقوف ہے۔

آئینہ کی جہتیں:

مشائخ میں سے ہر ایک کے آئینہ کی دو جہت اور ہمارے آئینہ کی چھ جہت ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس کلمہ قدسیہ کی شرح میں فرماتے ہیں۔ کہ آئینہ سے مراد عارف کا قلب ہے جو روح، نفس کے درمیان واسطہ ہے۔ اور دو جہت سے مراد جہت روح اور جہت نفس ہے۔ دوسرے طریقوں کے مشائخ جب مقام قلب پر پہنچتے ہیں تو قلب کی دونوں جہت منکشف ہو جاتی ہیں اور دونوں مقاموں کے علوم و معارف جو مناسب قلب ہیں فائض ہوتے ہیں۔ بخلاف حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے طریق کے کہ اس میں آئینہ قلب کے لئے چھ جہت پیدا

[1] شیخ ابراہیم خواص (متوفی ۲۹۱ھ) کا بیان ہے کہ میں کوہ لکام واقع ملک شام میں تھا۔ ایک انار کا درخت نظر آیا۔ میرے نفس میں خواہش پیدا ہوئی میں نے ایک انار توڑ لیا۔ اس کو جو پھاڑا تو ترش نکلا۔ پس میں نے بغرض تادیب نفس اسے وہیں چھوڑا اور آگے چل دیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص لیٹا ہوا ہے اور اس پر بھڑیں بیٹھی ہیں۔ میں نے اسے کہا السلام علیک۔ اس نے جواب دیا وعلیک السلام یا ابراہیم۔ یہ سن کر میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا۔ اس نے جواب دیا کہ "جس شخص نے اللہ کو پہچان لیا۔ اس پر کوئی شے پوشیدہ نہیں رہتی۔" میں نے کہا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا ایک حال دیکھتا ہوں۔ کاش تو اس سے سوال کرتا کہ وہ تجھے ان بھڑوں کی اذیت سے بچاتا۔ یہ سن کر اس نے مجھ سے کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ تیرا ایک حال دیکھتا ہوں۔ کاش تو اس سے سوال کرتا کہ وہ تجھے انار کی شہوت و خواہش سے بچاتا کیونکہ انار کے ڈنک کی تکلیف انسان آخرت میں پائے گا اور بھڑوں کے ڈنک کی تکلیف اس دنیا میں پاتا ہے۔ پس میں اسے وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا۔ (رسالہ قشیریہ۔)

ہوجاتی ہیں۔ اس کا بیان یوں ہے کہ اس طریقہ علیہ کے اکابر پر یہ بات منکشف ہوگئی ہے کہ لطائف ستہ (نفس۔ قلب۔ روح۔ سر۔ خفی۔ اخفی) جو کلیۃ افراد انسانی میں ثابت ہیں وہ تنہا قلب میں ہی متحقق ہیں۔ چھ جہت سے حضرت خواجہ کی مراد لطائف ستہ قلب ہیں۔ پس باقی مشائخ کی نظر ظاہر قلب پر ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ کی سیر باطن قلب میں ہے اور وہ اس سیر سے قلب کے باطن میں بطون میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور مقام قلب میں ان پر ان چھ لطیفوں کے علوم و معارف جو اس مقام کے مناسب ہیں منکشف ہو جاتے ہیں۔ رسالہ مبدا معاد

نور فراست:

چالیس سال سے ہم آئینہ داری کرتے ہیں ہمارے آئینہ نے کبھی غلطی نہیں کی۔ اس لئے حضرت خواجہ نے اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اولیاء اللہ جو کچھ دیکھتے ہیں نور فراست سے دیکھتے ہیں۔ جو حضرت لایزال نے ان کو عطا کیا ہے جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے وہ بے شک صواب و درست ہوتا ہے۔

شیخ عبدالقدوس جو قطب اولیائے عزلت تھے فرماتے تھے کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی نظر آسمان و زمین کے تمام طبقات میں جاری تھی۔

عارف کی نگاہ:

حضرت عزیزاں علیہ رحمۃ الرحمٰن کا ارشاد ہے کہ زمین اس گروہ کی نظر میں دسترخوان کی طرح ہے اور ہم کہتے ہیں کہ روئے ناخن کی طرح ہے۔ کوئی چیز ان کی نظر سے غائب نہیں۔ منقول ہے کہ ارشاد مذکور کے وقت حضرت عزیزاں دسترخوان پر تھے۔ اسی کے مناسب یہ فرمادیا اور حضرت خواجہ نے ہفت دائرہ ولایت کی نسبت سے فرمایا ہے۔ ورنہ عارف کے دل کی بزرگی کی طرح نہیں ہو سکتی۔

(۲۱) اگر درویش کے پاؤں میں کانٹا چبھ جائے۔ اسے پہچاننا چاہئے کہ یہ کہاں سے ہے۔

کمانے والا اللہ کا دوست ہے:

حدیث میں ہے الکاسب حبیب اللہ۔ یعنی کسب کرنے والا اللہ کا حبیب ہے۔ اس

حدیث میں کسب رضا کی طرف اشارہ ہے نہ کہ کسب دنیا کی طرف۔

اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا:

جو شخص اپنے تئیں بکلیت خود حضرت حق تعالیٰ وتقدس کے سپرد کردے۔ اس کا غیر حق جل وعلا سے التجا کرنا شرک ہے۔ یہ شرک عام لوگوں کے لئے معاف ہے۔ مگر خواص کے لئے معاف نہیں۔

(۳۴) متوکل کو چاہئے کہ اپنے تئیں متوکل خیال نہ کرے۔ اور اپنے توکل کو کسب میں چھپائے۔

(۳۵) حق تبارک وتعالیٰ نے مجھے دنیا کی خرابی کے لئے موجود کیا ہے اور لوگ مجھ سے دنیا کی عمارت طلب کرتے ہیں۔

(۳۶) اگر اس وجود سے خراب کوئی اور وجود ہوتا تو فقر کے اس خزانہ کو وہاں رکھتے۔ کیونکہ خزانہ ہمیشہ ویرانہ میں پوشیدہ رکھتے ہیں۔

(۳۷) اہل اللہ بارِ خلق اس لئے اٹھاتے ہیں کہ ان کے اخلاق کی اصلاح ہوجائے یا کسی ولی سے ملاقات ہوجائے۔ اس لئے کہ کوئی ولی ایسا نہیں کہ حضرت حق کی نظر عنایت اس کی طرف نہ ہو خواہ وہ ولی اس سے واقف ہو یا نہ ہو۔ پس جو شخص اس ولی سے ملے گا۔ اس نظر الٰہی سے اس کو فیض پہنچے گا۔

صد سفرہ بدشمن کشد طالب مقصود باشد کہ یکے دوست بیاید بضیافت

(۳۸) تو شمع کی طرح بن۔ تو شمع کی طرح نہ بن۔ شمع کی طرح بن بدیں معنے کہ تو دوسرے کو روشنی پہنچائے۔ اور شمع کی طرح نہ بن بدیں معنے کہ تو اپنے تئیں تاریکی میں رکھے۔

(۳۹) جس شخص نے کسی روز ہمارا جوتا بھی سیدھا کیا ہے ہم اس کی شفاعت کریں گے۔

(۴۰) اس راستے میں صاحب پندار وتکبر کا کام نہایت مشکل ہے۔

(۴۱) درویش کو چاہئے کہ جو کچھ کہے حال سے کہے۔ مشائخ طریقت کا قول ہے کہ جو شخص ایسے حال سے کلام کرتا ہے جو اس میں نہیں حق تعالیٰ کبھی اس کو اس حال کی سعادت نہ بخشے گا۔

(۴۲) حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کی برکت سے مسخ صورت اس امت سے مرتفع ہوگئی مسخ باطن باقی ہے۔

اندریں امت نباشد مسخ تن لیک مسخ دل بود اے ذوالفطن

اسرار سے آگاہی:

اولیا کو اسرار پر آگاہی ہے اور آگاہی دی جاتی ہے لیکن وہ بغیر اجازت کے ان کو ظاہر نہیں کرتے۔ کہتے ہیں کہ جس کے پاس جو کچھ ہے وہ اسے چھپاتا ہے اور جس کے پاس کچھ نہیں وہ کیا چھپاتا ہے۔ ''اسرار کا چھپانا ابرار کا کام ہے۔''

(۴۵) ہم سے جو کچھ خواطر اور اعمال وافعال خلق کے اظہار کی نسبت صادر ہوتا ہے اس میں ہمارا دخل نہیں۔ یا تو الہام سے ہمیں آگاہ کردیتے ہیں یا کسی کے واسطہ سے ہم تک پہنچا دیتے ہیں۔

(۴۶) درویشی کیا ہے؟ باہر بے رنگ اور اندر بے جنگ۔

تا دریں خرقہ ایم از کس ما ہم نرنجیم و ہم نرنجانیم

(۴۷) میں نے اکابر دین میں سے ایک سے پوچھا کہ درویشی کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ بے نوائی اور خواری۔

(۴۸) درویش کو تحمل و برداشت کے مقام میں ڈھول کی طرح رہنا چاہئے کہ ہر چند طمانچہ کھائے مگر صدائے مخالف اس سے ظاہر نہ ہو۔

(۴۹) درویش اہل نقد ہیں۔ آئینہ پر نہیں چھوڑتے۔

امروز ہیں بدیدۂ باطن جمال دوست اے بیخبر حوالہ بفردا چہ مے کنی

(مولانا عبید اللہ احرار فرماتے ہیں کہ مسخ باطن کی علامت یہ ہے کہ صاحب کبیرہ کا باطن کبیرہ گناہ کرنے سے دردمند ومتاثر نہ ہو۔ اور برائی اور گناہوں میں نہایت اصرار کے سبب سے اس کا یہ حال ہوجائے کہ جب اس سے کبیرہ گناہ صادر ہو تو اس کے بعد اس کے باطن میں کوئی ندامت وملامت پیدا وواقع نہ ہو۔ اور اس کا دل ایسا سخت وسیاہ ہو کہ اگر اسے تنبیہ کی جائے تو وہ آگاہ ومتاثر نہ ہو۔ رشحات۔ صفحہ ۲۱۱۔)

الصوفی ابن الوقت اشارہ اسی صفت کی طرف ہے۔

خرد مند زانکس تبرا کند کہ او کار امروز فردا کند

(۵۰) حضرت خواجہ سے دریافت کیا گیا کہ اگر کوئی علم منطق پڑھے تو کس نیت سے پڑھے فرمایا کہ حق و باطل میں امتیاز کی نیت سے۔

(۵۱) جس شخص کی قابلیت کا بیضہ مختلف صحبتوں کے سبب سے فاسد ہوگیا۔ اس کا معاملہ دشوار ہے۔ سوائے اہل تدبیر (اولیاء اللہ) کی صحبت کے جو سرخ گندھک کی طرح کمیاب ہے درست نہیں ہوسکتا۔

جز صحبت عاشقان مستاں مپسند دل در ہوس قوم فرد مایہ مبند

ہر طائفہ ات بجاے خویش کشند چغدت سوے ویرانہ و طوطی سوے قند

(۵۲) خواجہ مسافر خوارزمی کا بیان ہے کہ میں حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ کی صحبت میں بہت رہا کرتا تھا۔ اور ان کی خدمت کیا کرتا تھا۔ مگر سماع (راگ) کی طرف میرا بہت میلان تھا۔ ایک روز میں نے آپ کے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ اتفاق کیا کہ قوال و دفاف حاضر کریں۔ اور حضرت خواجہ کی مجلس میں سماع میں مشغول ہوجائیں۔ دیکھیں حضرت خواجہ کیا فرماتے ہیں۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ اور گانے بجانے والوں کو لے آئے۔ حضرت خواجہ اُس مجلس میں بیٹھے اور کسی طرح منع نہ فرمایا۔ اخیر میں آپ نے فرمایا کہ ہم یہ کام نہیں کرتے اور انکار بھی نہیں کرتے۔[1]

(۵۳) بندہ کے اختیار کے ثابت کرنے میں بہت سعادت ہے تاکہ اگر کوئی عمل رضاے حق سبحانہ کے خلاف اس سے سرزد ہوجائے اور وہ اپنا اختیار سمجھے تو شرم کے مارے عذر و انابت میں مشغول ہوجائے۔ اور اگر رضائے حق تعالیٰ کے موافق اور اپنا اختیار سمجھے تو اس کی توفیق کا شکر کرے۔

---

[1] حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ کام ہمارے طریق خاص کے منافی ہے۔ اس لئے نہیں کرتے۔ اور چونکہ دیگر مشائخ نے کیا ہے۔ اس لئے اس پر انکار بھی نہیں کرتے۔ مکتوبات احمدیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۷۳۔

(۵۴) مشائخ کا قول ہے

المجاز قنطرۃ الحقیقۃ مجاز حقیقت کا پُل ہے

اس سے مراد یہ ہے کہ تمام عبادات ظاہری، قولی ہوں یا فعلی مجاز ہیں۔ جب تک سالک ان سے گذرے۔ حقیقت کو نہ پہنچے گا۔

(۵۵) اگر طالب کو اپنے شیخ مقتدا کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے۔ تو چاہئے کہ حتی الوسع صبر کرے اور بے اعتقاد نہ ہوجائے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی حکمت اس پر ظاہر ہوجائے۔ اور اگر صبر کی طاقت نہیں اور مبتدی ہو تو شیخ سے دریافت کرلے کیونکہ اس کے لئے حل ہوجانا ہے۔ اگر طالب متوسط الحال ہو۔ تو سوال نہ کرے۔

سلوک کا مقصد:

ماوراء النہر کے بڑے بڑے اہل اللہ میں سے ایک نے حضرت خواجہ سے پوچھا کہ سیر و سلوک سے مقصود کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ مقصود معرفت تفصیلی ہے۔ اُس بزرگوار نے دریافت کیا کہ معرفت تفصیلی کسے کہتے ہیں؟ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ معرفت تفصیلی سے مراد وہ کہ حضرت پیغمبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ بطریق اجمال قبول کیا گیا ہے اسے بطریق تفصیل پہنچایا جائے اور دلیل و برہان کے مرتبہ سے کشف و عیاں کے مرتبہ تک رسائی ہوجائے۔

بلا اور بلوے میں فرق:

حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے دریافت کیا گیا کہ بلا اور بلوے میں کیا فرق ہے؟ آپ نے جواب دیا کہ بلا بہ نسبت ظاہر ہے اور بلوے بہ نسبت باطن۔

(۵۸) حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ جس وقت حق تعالیٰ کسی درویش سے اپنی حال واپس کرلے۔ وہ کیا کرے۔ فرمایا کہ اگر اس حال کا کچھ بقیہ باقی ہے۔ تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے تضرع و نیاز مطلوب ہے۔ پس وہ حق تعالیٰ سے اس کا سوال کرے اور کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس سے صبر و رضا مطلوب

---

[1] اس فرق کے لئے دیکھو مکتوبات احمدیہ۔ دفتر سوم۔ مکتوب ۔۶۶۔

ہے۔

(۵۹) خدا طلبی بلا طلبی ہے۔ احادیث قدسیہ میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جس نے دوست رکھا میں نے اسے ابتلاء میں ڈالا"۔ یہ بات ظاہر ہے کہ وظیفہ محبت کو لازم ہے کہ محبوب کا جو ہو۔ محبوب جس قدر زیادہ عزیز ہوتا ہے۔ اس کی طلب کی راہ میں بلا زیادہ ہوتی اور احادیث میں وارد ہے کہ ایک شخص نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی۔ یارسول اللہ! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کے لئے تیار رہ۔ ایک اور شخص نے عرض کیا کہ میں خدا کو دوست رکھتا ہوں۔ حضرت نے فرما بلا کے لئے تیار رہ۔

(۶۰) حضرت خواجہ قدس سرہ سے سوال کیا گیا کہ کرامات کے بارے میں درویش کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ کرامتوں کا کیا ذکر جو کچھ کہ ہے کلمہ توحید کی حقیقت کے مقابلہ ہے۔ "اصحاب کرامت سب کے سب محجوب ہیں۔ اور عارف کرامت کی طرف نظر کرنے دور رکھے گئے ہیں۔"

نور کی فراست:

(۶۱) حضرت خواجہ قدس سرہ سے پوچھا گیا کہ اہل اللہ کو جو لوگوں نے خطرات و اعمال کی بصیرت و شناخت ہوتی ہے وہ کہاں سے ہے۔ فرمایا کہ اس نور کی فراست[2] سے ہے۔ جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے۔ "تم مومن کی فراست

---

[1] ترمذی شریف میں حدیث عبداللہ بن مغفل میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ خدمت میں تین بار یوں کہا۔ "خدا کی قسم! میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔" اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ نے فرمایا "پس تو فقر کے لئے برکستوان (پاکھر) تیار رکھ۔ البتہ فقر میرے محب کی طرف زیادہ جلد والا ہے۔ دروکے پانی سے جو اپنے ملتہا کو جلدی پہنچ جاتا ہے۔" مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ کے محب کو محنت فقر اٹھانی پڑتی ہے۔ جس کے لئے پاکھر کی ضرورت ہے۔ یہاں پاکھر کنایہ صبر سے یعنی جس طرح پاکھر گھوڑے کو میدان جنگ میں ضرر سے بچاتی ہے اسی طرح صبر انسان کو فقر و فاقہ کی سے بچاتا ہے اور جزع و فزع کے ورطہ میں گرنے نہیں دیتا۔ (مشکوٰۃ شریف باب فضل الفقراء۔

[2] فراست کے معنی لغت میں تثبت و نظر کے ہیں۔ اہل حقیقت کی اصطلاح میں اس سے مراد مکاشفہ معائنہ غیب ہے۔ کذا فی تعریفات الجرجانی۔

وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

(۶۲) لوگوں نے حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے کرامت طلب کی۔ آپ نے فرمایا کہ ہماری ظاہر ہے کہ باوجود اتنے گناہوں کے ہم روئے زمین پر چل سکتے ہیں۔

(۶۳) مرید سے احوال کا ظاہر ہونا شیخ کی کرامت ہے۔

(۶۴) حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہ سے لوگوں نے پوچھا کہ ہم آپ کے جنازہ کے کونسی آیت پڑھیں۔ شیخ نے فرمایا کہ یہ بیت پڑھنا۔

از ایں خوتبر در ہمہ آفاق کار دوست رسد نزد دوست یار بنزدیک یار

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ یہ پڑھنا بڑا کام ہے۔ تم ہمارے جنازہ کے آگے یہ بیت

طلسا نیم آمدہ در کوئے تو شیخا للہ از جمال روئے تو

(۶۵) حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کا بیان ہے کہ حضرت خواجہ بہاءالدین قدس سرہ نے فرمایا کہ میں نے مکہ معظمہ میں زاداللہ تعالیٰ شرفاً و کرامۃ دو شخصوں کو دیکھا۔ ایک نہایت بلند ہمت اور نہایت پست ہمت۔ پست ہمت وہ تھا جسے میں نے طواف میں دیکھا کہ خانہ کعبہ کے دروازے کے حلقہ پر ہاتھ رکھا ہوا ہے اور ایسی شریف جگہ اور ایسے عزیز وقت میں حق سبحانہ کے دیدار اور مانگ رہا ہے۔ بلند ہمت وہ جوان تھا جسے میں نے بازار منیٰ میں دیکھا کہ کم و بیش چالیس ہزار دینار کا سودا خرید و فروخت کیا اور اس عرصہ میں اس کا دل ایک لحہ حق سبحانہٗ سے غافل

(۶۶) حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے سوال کیا گیا کہ بعضے مشائخ کا ارشاد ہے کہ الصوفی غیر مخلوق (صوفی غیر مخلوق ہے) اس کا کیا مطلب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بعض اوقات صوفی کے لئے ایک حال ہوتا ہے کہ وہ نابود ہوتا ہے۔ مشائخ کا یہ قول اسی وقت کی نسبت ہے۔ ورنہ صوفی مخلوق

(۶۷) حضرت خواجہ قدس سرہٗ سے پوچھا گیا کہ صوفیہ کرام کا قول ہے کہ فقیر اللہ کا محتاج نہیں۔ اس قول سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ سوال کرنے کی حاجت کی نفی ہے۔ حسبی من

سوالی عملہ بحالی [1] سے مقام کی طرف اشارہ ہے۔

(۶۸) حضرت خواجہ قدس سرہ سے دریافت کیا گیا کہ اذا تم الفقر فھو اللہ [2] کے کیا معنی ہیں آپ نے فرمایا کہ یہ بندہ کی فنا و نیستی اور اس کی صفات کے محو ہونے کی طرف اشارہ ہے۔

(۶۹) یہ جو مشائخ کا قول ہے کہ ''عارف کی معرفت صحیح نہیں ہوتی جس وقت وہ خدا سے تضرع کرتا ہے'' یہ بندہ کی ہستی اور اس کی صفات کے باقی رہنے کی طرف اشارہ ہے۔

(۷۰) ایک شخص نے حضرت خواجہ کی خدمت میں عرض کیا کہ فلاں شخص بیمار ہے۔ اور آپ کے دل مبارک کی توجہ کا طالب ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پہلے خستہ دل کی حاجت [3] اس کے شکستہ دل کی توجہ۔

(۷۱) ہمارا روزہ ماسوا [4] کی نفی اور ہماری نماز مقام مشاہدہ [5] ہے۔ یہ رباعی [6] آپ کی ہے۔

---

[1] نمرود علیہ العنۃ نے آگ روشن کی۔ اور حضرت ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہ کو منجنیق کے پلہ میں رکھا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر عرض کیا۔ کیا تجھے کوئی حاجت ہے؟ حضرت نے فرمایا۔ تجھ سے کوئی حاجت نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ پس خدا تعالیٰ سے مانگئے۔ حضرت نے فرمایا۔ حسبی من سوالی علمہ بحالی (بجائے لسانِ قال کے لسانِ حال سے سوال کرنا میرے واسطے کافی ہے) یعنی میرا حال اللہ کی نسبت بہتر جانتا ہے۔ اسے خوب معلوم ہے کہ میری صلاح و بہبودی کس چیز میں ہے۔ پس مجھے سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔ کشف المحجوب۔

[2] یعنی جب فقر کمال کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ ہی باقی رہ جاتا ہے۔ انتہٰی حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ اس عبارت سے صوفیہ کرام کی مراد یہ ہے کہ جب فقر کامل ہو جاتا ہے اور نیستی محض حاصل ہو جاتی ہے تو انانیت نہیں رہتا۔ مگر اللہ تعالیٰ۔ یہ مراد نہیں کہ وہ فقیر خدا کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے کیونکہ یہ کفر و بیدینی ہے۔ مکتوبات شریف۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۶۶۔

[3] مطلب یہ کہ پہلے شکستہ دل اپنی حاجت کا اظہار کرتا ہے۔ اس کے بعد اہل اللہ اس کی حاجت براری کی طرف توجہ فرماتے ہیں۔ پس طالب کو مشائخ کی خدمت میں خالی جانا چاہئے۔ تاکہ پُر ہو کر واپس آئے اور اپنے افلاس کو ظاہر کرنا چاہئے۔ تاکہ ان کو اس پر شفقت آئے اور فیض رسانی کریں۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول۔ مکتوب ۱۵۷۔

[4] حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نفی ماسوا سے حضرت خواجہ کی مراد ماسوا سے تعلق کی نفی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ہارہ سے تو دیدہ ام من اے شمع طراز نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز
ار ہے تو بوم نماز من جملہ فجار چوں با تو بوم فجار من جملہ نماز

(۷۲) میں سال سے بفضل خدا ہم مقام بے صفتی سے مشرف ہیں [1]۔

(۷۳) حقیقت اخلاص فنا کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ جب تک بشریت غالب ہوتی ہے۔ اخلاص نہیں ہوتی۔

ساقی قدحے کہ نیم مستیم محمود صباحی الستیم
ارا تو بما ممال کہ تاما با خویشتیم بت پرستیم

ہم فضلی ہیں۔ ہم دوسو آدمی تھے جنہوں نے طلب کے کوچہ میں قدم رکھا۔ مگر فضل الٰہی مجھ

حاشیہ

ماسوا کی مقصودیت کی نفی ہے بلکہ ماسوا کے شعور و شہود کی نفی ہے جو فنا و توحید شہودی کا حاصل ہے۔ مکتوبات معصومیہ۔ دفتر اول۔ مکتوب ۱۵۲)۔

جبرائیل علیہ السلام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام و ایمان کے بعد احسان کو بدیں الفاظ بیان فرمایا ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک. یعنی حقیقت احسان یہ ہے کہ تو خدا کی عبادت کر اس طرح کہ گویا تو اسے دیکھ رہا ہے۔ اگر تو اس حال میں نہیں کہ گویا اسے دیکھ رہا ہے اس کی عبادت کر اس طرح کی وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔ انتہٰی۔ اس ارشاد میں پہلی حالت مقام مشاہدہ اور دوسری مراقبہ ہے۔

اس رباعی کو نقل کر کے مولانا یعقوب چرخی فرماتے ہیں کہ اسی کے معنی یہ ہیں کہ مقصود پر پہنچنے کے بعد معلوم ہوا ہے کہ اس کی طاعت نہیں کر سکتے۔ جو خدا تعالیٰ کے لائق ہو۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ وما قدروا اللہ حق قدرہ۔ یعنی انہوں نے اللہ تعالیٰ کی تعظیم نہیں کی جیسا کہ حق تعظیم ہے۔ کذا فی الرسالۃ الانسیۃ.

ہم فضلی سے اشارہ کشف ذاتی کی طرف ہے جو بہت بلند مقام ہے اور بہت شریف درجہ ہے۔ اس درجہ کا کمال حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ اور مقام محمود اس مرتبہ کے کمال کی طرف اشارہ ہے۔ دیگر انبیاء و اولیا بحسب مراتب آپ ہی کے خوشہ چین ہیں۔ مزید توضیح کے لئے رسالہ [illegible] محمد پارسا دیکھو۔

(۷۵) جو کچھ دیکھا گیا اور سمجھا گیا وہ سب غیر ہے اور حجاب ہے۔ حقیقت کلمہ لا سے اس کی نفی کرنا چاہئے۔

حضرت مجدد الف ثانی حضرت خواجہ کے اخیر کلمہ قدسیہ کو نقل کر کے یوں تحریر فرماتے ہیں۔ ''پس کثرت میں وحدت کا شہود بھی شایانِ نفی ہوا۔ اور جو کچھ شایانِ نفی ہے وہ اس جناب قدس سے منتفی ہے۔ حضرت خواجہ کے اس کلام نے مجھے اس شہود سے نکالا ہے۔ اور مشاہدہ معائنہ کی گرفتاریوں سے نجات بخشی ہے۔ اور لباس کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گیا ہے۔ جزاہ اللہ سبحانہ عنی خیر الجزاء۔ میں اس ایک بات سے حضرت خواجہ کا مرید ہوں اور ان کا غلام ہوں۔ حق یہ ہے کہ اولیاء میں سے کم کسی نے ایسی عبارت کے ساتھ کلام کیا ہے اور تمام مشاہدات و معانیات کو اس طریق پر نفی کیا ہے۔ اس مقام پر حضرت خواجہ کے اس ارشاد ''خدا کی معرفت بہاء الدین پر حرام اگر اُس کی ابتداء بایزید کی انتہاء نہ ہو'' کی حقیقت تلاش کرنی چاہئے۔ کیونکہ بایزید باوجود اُس بزرگی کے شہود و مشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور انہوں نے سبحانی کے کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ مگر حضرت خواجہ نے ایک کلمہ لا سے بایزید کے تمام مشاہدات کی نفی کر دی اور سب کو غیر حق جل سلطانہ قرار دیا۔ حضرت بایزید کی حد حضرت خواجہ کے نزدیک تشبیہ ہے اور ان کا بیچون حضرت خواجہ کے نزدیک چوں اور ان کا کمال حضرت خواجہ کے نزدیک نقص ہے۔ اس لئے حضرت بایزید کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں بڑھی ہے۔ حضرت خواجہ کی ابتدا ہوگی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے اور انتہا تنزیہ پر ہے۔ شاید آخر حال میں حضرت بایزید کو اس نقص کی اطلاع دی گئی کہ وہ مرگ کے وقت فرماتے تھے:۔

ما ذکرتک الا عن غفلة و ما خدمتک الا عن فترة

میں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور میں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سستی سے۔

وجہ یہ کہ انہوں نے حضور سابق کو غفلت جانا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کا حضور نہ تھا بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا اور ظہورات میں سے ایک ظہور کا حضور تھا۔ پس ناچار وہ حضرت جل سلطانہ سے غافل ٹھیرے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ ظلال و ظہورات تمام مبادی و مقدمات اور معارف و معدات سے ہیں۔ اور وہ جو حضرت خواجہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے

ہیں حالانکہ واقع ہے۔ کیونکہ ابتدا سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہوتی ہے۔ اور اسم و رسم سے بجز ذات ان کی مراد نہیں ہوتی۔ اس طریقہ عالیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت بطریق توجہ شیخ منتہا سے جو اس کمال سے مشرف ہو حاصل ہوتی ہے خواہ وہ مبتدی جانیں یا نہ جانیں۔ پس ناچار دوسرے طریقوں کے کامل مشائخ کی نہایت ان بزرگوں کی ہدایت میں درج ہوگی[1]۔

(انیس الطالبین مولفہ خواجہ صالح بن مبارک بخاری خلیفہ مجاز حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ، نفحات قدسیہ)

❋❋❋

[1] مکتوبات شریف۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۷۲۔

۱۸۔ خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ اول اور نائب مطلق تھے۔ آپ کا نام مبارک محمد بن محمد بخاری ہے۔ دراصل خوارزم سے ہیں۔ جب آپ کے والد نے وفات پائی آپ نے ان کے ترکہ سے کوئی چیز قبول نہ کی۔

تحصیل علم:

حالت تجرید میں بخارا کے ایک مدرسہ میں تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے۔ طالب علمی ہی کی حالت میں آپ کا عقد حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی سے ہو گیا۔ جب طریق حق کی طلب آپ کے دل میں پیدا ہوئی تو علوم رسمی کا مطالعہ چھوڑ کر حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور طریقہ اخذ کیا۔ حضرت خواجہ کی آپ پر نظر خاص تھی۔ مجالس میں آپ کو اپنے پاس بٹھاتے اور بار بار آپ کی طرف متوجہ ہوتے۔ بعضے محرموں نے حضرت خواجہ سے اس کا سبب دریافت کیا۔ فرمایا کہ میں ان کو اپنے پاس بٹھاتا ہوں تا کہ ان کو بھیڑیا نہ کھا جائے۔ ان کے نفس کا بھیڑیا گھات میں ہے۔ اس لئے ہر لحظہ ان کا حال دریافت کرتا رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت خواجہ بزرگ کی توجہات عالیہ سے آپ بہت جلد درجہ کمال پر پہنچ گئے۔ حضرت خواجہ اپنی حیات ہی میں بہت سے طالبوں کی تربیت آپ کے سپرد کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ علاؤ الدین نے ہمارا بوجھ بہت ہلکا کر دیا ہے۔ آپ کو بہت سے انوار و آثار ولایت بدرجہ اتم و اکمل ظہور میں آئے۔ اور آپ کے حسن تربیت اور صحبت کی برکت سے بہت سے طالب دوری اور نقصان کے درجہ سے قرب و کمال کی پیشگاہ پر پہنچ گئے اور مرتبہ کمال و تکمیل پر فائز ہوئے۔ بعض بزرگوں سے سننے میں

آیا ہے کہ قدوۃ المحققین سید شریف جرجانی جو آپ کے اصحاب میں سے تھے بارہا فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں شیخ زین الدین کی صحبت میں نہ پہنچا رفض سے رہائی نہ پائی اور جب تک خواجہ علاؤ الدین عطار کی صحبت سے مشرف نہ ہوا۔ میں نے خدا کو نہ پہچانا۔

حضرت خواجہ علاؤ الدین صاحب طریقہ خاص ہیں۔ ان کے طریقہ کو علائیہ کہتے ہیں اس کا ذکر حضرت مجدد الف ثانی نے اپنے مکتوبات (دفتر اول۔ مکتوب ۲۹۰) میں بالتفصیل کیا ہے۔

کرامات کا بیان

(۱) بخارا میں علماء کی ایک جماعت کے درمیان رؤیت باری تعالیٰ میں مباحثہ ہوا۔ انہوں نے بالاتفاق خواجہ علاؤ الدین کو ثالث تسلیم کیا۔ اور خدمت شریف میں حاضر ہو کو طالب ہوئے۔ آپ نے منکرین رؤیت سے جو مذہب معتزلہ کی طرف مائل تھے فرمایا کہ تم تین دن تک باوضو ہماری صحبت میں رہو۔ بعد ازاں ہم فیصلہ دیں گے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ تیسرے روز کے آخر میں ان پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ بیہوش ہو کر زمین پر لوٹنے لگے۔ جب ہوش میں آئے تو نہایت نیازمندی سے عرض کرنے لگے کہ ہم رؤیت حق پر ایمان لائے۔ اس کے بعد وہ کبھی خواجہ قدس سرہ کی خدمت سے علیحدہ نہ ہوئے۔

(۲) آپ مرض موت میں حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کو موجود دیکھتے اور ان سے باتیں کرتے اور ان کی باتوں کو سنتے تھے۔

شفاعت کا مرتبہ:

(۳) حضرت خواجہ محمد پارسا نے لکھا ہے کہ حضرت خواجہ علاؤ الدین اپنی وفات سے سات سال پہلے اوائل شعبان ۷۹۵ھ میں چغانیاں سے حضرت خواجہ بزرگ کے مزار مبارک کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ اور اٹھارہ روز کے بعد بخارا میں پہنچے اور اوائل شوال میں واپس آئے۔ عید رمضان کی رات کو بخارا ہی میں تھے۔ اس رات حضرت خواجہ بزرگ کے ایک درویش نے خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت بڑی شاندار بارگاہ ہے۔ حضرت خواجہ علاؤ الدین حضرت خواجہ

بزرگ کے ساتھ اُس بارگاہ کے قریب ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ بارگاہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ حضرت خواجہ بزرگ زیارت کے لئے اُس بارگاہ میں داخل ہوئے۔ اور تھوڑی دیر کے بعد وہاں سے نہایت خوش وخرم نکلے۔ اور فرمایا کہ مجھے یہ کرامت عطا کی گئی ہے کہ جو شخص میری قبر کے گرد چاروں طرف سو سو فرسنگ کے اندر دفن ہوگا میں باذن الٰہی اس کی شفاعت کروں گا۔ اور عطار کو ان کی قبر سے ہر طرف چالیس فرسنگ تک شفاعت کا مرتبہ عطا ہوا ہے۔ اور میرے محبوں اور پیروی کرنے والوں کو ان کی قبروں سے ایک ایک فرسنگ تک شفاعت کرنے کا مرتبہ ہے۔

وصال مُبارک:

بروز دوشنبہ ۲ ماہ رجب ۸۰۲ھ میں آپ بیمار ہوگئے۔ اور چار شنبہ کی رات ۱۸ رجب ۸۰۲ھ میں نماز عشاء کے بعد وصال فرمایا۔ مزار مبارک قصبہ چغانیاں میں ہے[1]۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے وہ کلمات قدسیہ جمع کئے ہیں جو حضرت خواجہ علاء الدین قدس سرہ نے مجالس صحبت میں ارشاد فرمائے ہیں۔ ان میں سے بعضے بہ نیت تیمن وتبرک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

(۱) ریاضت سے مقصود تعلقات جسمانی کی پوری نفی اور عالم ارواح وعالم حقیقت کی طرف توجہ تام ہے اور سلوک سے مقصود یہ ہے کہ بندہ اپنے اختیار وکسب سے ان تعلقات سے جو موانع راہ میں گزر جائے اور ان تعلقات میں سے ہر ایک کو اپنے اوپر پیش کرے۔ جس تعلق سے گزر جائے وہ علامت ہے اس امر کی کہ وہ تعلق مانع نہیں اور غالب نہیں۔ اور جس تعلق میں وہ ٹھیر جائے اور اُس سے اپنی دلبستگی پائے تو جان لے کہ وہ تعلق اُس کے راستے کا مانع ہوگیا ہے۔ اُس

[1] چغانیاں جسے عربی میں صغانیاں کہتے ہیں ماوراء النہر میں ایک وسیع علاقہ کا نام ہے جس میں اسی نام کا قصبہ بھی ہے (معجم البلدان یاقوت حموی) واضح رہے کہ دریائے جیحوں سے مشرقی علاقہ کو ماوراء النہر اور مغربی کو خراسان کہتے ہیں۔

[illegible] کی تدبیر کرے۔ ہمارے حضرت خواجہ بزرگ جب کوئی نیا کپڑا پہنتے تو از روئے احتیاط [illegible] کہ یہ فلاں شخص کا ہے۔ اور بطور رعایت پہنتے۔

(۲) مُرشد کے ساتھ تعلق اگرچہ حقیقت میں غیر ہے اور آخر میں اس کی بھی نفی کرنی چاہئے [illegible] میں یہ تعلق وصول کا سبب ہے۔ اور اس کے ماسوا کی نفی کرنا لوازم سلوک سے ہے۔ ہر [illegible] سے مرشد کی خوشنودی طلب کرنی چاہئے۔

(۳) بڑے بڑے مشائخ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کا ارشاد ہے۔ التوفیق مع السعی۔ (توفیق کوشش کے ساتھ ہے)۔ اسی طرح مرشد کی روحانیت کی مدد طالب کے لئے بقدر کوشش طالب [illegible] ہوتی ہے۔ جو شیخ مقتدا کے امر سے ہو۔ بغیر اس کوشش کے مرشد کی مدد کو بقا نہیں۔ کیونکہ طالب کی طرف شیخ کی توجہ چند روز سے زیادہ باقی نہیں رہتی۔

(۴) جب ملک[1] وملکوت طالب سے پوشیدہ فراموش ہوجائے۔ تو یہ مرتبۂ فنا ہے۔ اور جب سالک کی ہستی بھی سالک سے پوشیدہ ہوجائے تو یہ مرتبہ فناء فنا ہے۔

(۵) جباری کی صفت کے دیکھنے سے مقصود تضرع وزاری اور توبہ وانابت کی صفت کا ظہور [illegible] اور اس دید کی صحت کی نشانی مناجات کی طرف مائل ہونا ہے۔ نہ کہ خرابات (بتخانہ) کی طرف۔

فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَتَقْوٰهَا۔ (سورۂ شمس)

پس جی میں ڈالی اُس کے بدکاری اُس کی اور پرہیزگاری اُس کی۔

اس میں حکمت یہ ہے کہ جب رضا کا ارادہ ومیلان دیکھے تو شکر کرے اور اُسی پر چلے۔ اور جب [illegible] رضا کا ارادہ ومیلان دیکھے تو تضرع کرے اور حق سبحانہٗ کی طرف رجوع کرے اور استغناء کی [illegible] سے ڈرے۔

(۶) خدا تعالیٰ کی سابقہ عنایت ازلی کا خیال کرنا چاہئے اور اُس عنایتِ بے علت کی [illegible] داری سے اور اس عنایت کی طلب سے ایک لحظہ غافل نہ ہونا چاہئے اور اپنے تئیں استغناء

[1] ملک سے مراد عالم شہادت اور ملکوت سے مراد عالم غیب ہے۔ اسی طرح جبروت سے عالم انوار قاہرہ اور لاہوت سے عالم ذات حق مراد ہے۔

سے بچانا چاہئے۔ اور حق سبحانہ' کی تھوڑی چیز کو بڑا سمجھنا چاہئے۔ اور استغنائے حقیقی کے ظہور سے ڈرتے اور کانپتے رہنا چاہئے۔

(۷) ولایت جب ثابت ہوتی ہے کہ سالک کو اوصاف حیوانی کے ساتھ نہ چھوڑیں کہ اگر قصور سرزد ہو تو باز پرس ہو۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون. (یونس۔ع ۷)

آگاہ رہو کہ خدا کے دوستوں کے لئے کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

فرمایا کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اولیاء اللہ کو سابقہ اوصاف حیوانی کے ظہور کا خوف نہیں۔ کیونکہ مشائخ کا ارشاد ہے الفانی لا یردالی اوصافہ۔ یعنی صاحب فناء اپنے اوصاف کی طرف نہیں لوٹایا جاتا۔

(۸) مشائخ کبار قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم کے مزارات سے زیارت کرنے والا اسی قدر فیض لے سکتا ہے جس قدر اس نے اس بزرگ صفت کو پہچانا ہے اور اس صفت کی طرف متوجہ اور اس میں مستغرق ہوا ہے۔ اگرچہ مزارات مقدسہ کی زیارت میں ظاہری قرب کا بہت اثر ہے۔ لیکن حقیقت ارواح مقدسہ کی طرف توجہ کے لئے ظاہری دوری مانع نہیں ہے۔ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں جو وارد ہے صلوا علی حیثما کنتم (تم مجھ پر درود بھیجو جہاں کہیں تم ہو) یہ اس امر کا بیان اور دلیل قاطع ہے۔ اور اس زیارت میں اہل قبور کی صفت کو پہچاننے کے مقابلہ میں ان اہل قبور کی مثالی صورتوں کا مشاہدہ چنداں وقعت نہیں رکھتا۔ بایں ہمہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ فرماتے تھے۔ کہ خالق سبحانہ کا مجاور ہونا مخلوق کی مجاورت سے احق و اولیٰ ہے۔ اور آپ اکثر یہ بیت پڑھا کرتے تھے۔

تو تا کے گور مرداں را پرستی بگرد کار مرداں گرد و رستی

اکابر دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات کی زیارت سے مقصود یہ ہونا چاہئے کہ توجہ حق سبحانہ کی طرف ہو اور اس برگزیدہ حق کی روح کو خدا کی طرف کمال توجہ پیدا کرنے کا وسیلہ بنائے۔ مخلوق کے ساتھ تواضع کی حالت میں چاہئے کہ اگرچہ ظاہر میں تواضع مخلوق کے ساتھ ہو مگر حقیقت میں خالق

کے ساتھ ہو۔ کیونکہ مخلوق کے ساتھ تواضع اس وقت پسندیدہ ہے کہ خالص خدائے عزوجل کے لئے ہو۔ بدیں معنی کہ مخلوق کو خالق کی قدرو حکمت کے آثار کا مظہر سمجھے ورنہ یہ تصنع ہے نہ کہ تواضع۔

(۹) مراقبہ کا طریق نفی واثبات کے طریق سے اعلیٰ اور اقرب بجذبہ الٰہیہ ہے۔ مراقبہ[1] سے سالک اور ملک وملکوت میں تصرف کے مرتبہ پر پہنچ سکتے ہیں۔ خطرات سے آگاہی اور دوسرے لطائف کی نظر سے دیکھنا اور اس کے باطن کو منور کرنا دوام مراقبہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اور مراقبہ کے ملکہ سے جمعیت خاطر کا دوام اور دلوں میں قبولیت کا دوام حاصل ہوتا ہے۔ اس حالت کو جمع و قبول کہتے ہیں۔

(۱۰) خاموشی تین صفتوں سے خالی نہ ہونی چاہئے۔ خطرات کی نگہداشت یا دل کے ذکر کا ملکہ ہو گیا ہو گیا ہو یا ان حالات کا مشاہدہ جو دل پر گزرتے ہیں۔

(۱۱) خطرات مانع نہیں۔ ان سے بچنا دشوار ہے۔ خطرات کا روکنا بڑا کام ہے۔ بعضوں کی رائے ہے کہ خطرات کا کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن خطرہ کو متمکن نہ ہونے دینا چاہئے۔ کیونکہ اس کے متمکن ہونے سے فیض کی انتڑیوں میں سدہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہمیشہ باطن کے حالات کی جستجو رہنا چاہئے۔ اور حضور یا غیبت میں مرشد کے حکم سے سانس لے کر اپنے آپ کو خالی کرنا بظاہر ان خطرات کی نفی کیلئے ہے جو باطن میں متمکن ہو گئے ہوں۔ اس کا سبب یہ ہے ہر معنی ایک صورت کے لباس میں ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر وقت اپنے تئیں ان خطرات وموانع سے جو متمکن ہو گئے ہوں سانس لے کر خالی کرنا چاہئے۔

(۱۲) اپنے آپ سے غیبت اور حق سبحانہ کے ساتھ حضور بقدر عشق کے ہوتا ہے اور افراط محبت کا تابع ہوتا ہے۔ عشق جس قدر زیادہ ہوتا ہے۔ اسی قدر عاشق کو اپنے آپ سے غیبت اور معشوق کے ساتھ حضور زیادہ ہوتا ہے۔

(۱۳) اس زمانہ میں وجوہ معاش میں سے تجارت کی نسبت زراعت اور باغبانی اور باغبانی

---

[1] حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس ارشاد کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے منسوب کیا ہے۔ دیکھو مکتوبات معصومیہ۔ دفتر ثانی۔ مکتوب ۱۱۳۔

حلیت (حلال ہونے) سے اقرب ہے۔

(۱۴) اہل اللہ کی صحبت میں ہمیشہ رہنا عقل معاد کی زیادتی کا ذریعہ ہے۔

(۱۵) صحبت سنت موکدہ ہے۔ ہر روز یا ہر دوسرے روز اولیاء اللہ کی خدمت میں حا
چاہئے۔ اور ان کے آداب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اگر ظاہری دوری کا اتفاق ہو۔ تو ہر
دوسرے مہینے اپنے ظاہری و باطنی حالات کو خطوں کے ذریعہ سے عرض کرنا چاہئے۔
مکان میں ان کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھنا چاہئے تا کہ غیبت کلی واقع نہ ہو۔

(۱۶) مرض موت میں آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ رسم و عادت کو چھوڑ دو اور
کے خلاف کرو اور ایک دوسرے سے اتفاق رکھو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بش
عادات و رسوم کے اٹھا دینے کے لئے تھی۔ تم ایک دوسرے کی مدد و تائید کرو۔ اور تمام
میں عزیمت پر عمل کرو۔ جہانتک ہو سکے عزیمت کو ہاتھ سے نہ دو۔ اہل اللہ کی صحبت سنت
ہے۔ اس سنت پر خصوصاً و عموماً ہمیشگی کرو۔ اور صحبت کو ہرگز ترک نہ کرو۔ اگر تم امور
استقامت اختیار کرو گے۔ تو اس استقامت سے تمہیں وہ حاصل ہوگا جو میری تمام عمر کا
ہے۔ اور تمہارے حالات ترقی پر ہوں گے۔ اور اگر تم ان وصیتوں پر عمل نہ کرو گے تو پر
جاؤ گے۔ (رشحات۔ نفحات)

❋❋❋

۱۹۔ مولانا یعقوب بن عثمان چرخی قدس سرہٗ

آپ حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے اصحاب میں
سے ہیں۔ چونکہ آپ کی تکمیل حضرت خواجہ علاء الدین عطار سے ہوئی۔ اس سبب سے ان ہی کے
خلفاء میں شمار ہوتے ہیں۔

تحصیل علم:

آپ دراصل چرخ سے ہیں جو ولایت غزنی میں ایک گاؤں کا نام ہے۔ ابتدائے
احوال میں کچھ مدت جامع ہرات میں اور کچھ مدت دیار مصر میں تحصیل علوم مشغول رہے ہیں۔
علوم ظاہری سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو سلوک کا خیال آیا۔ تو حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت
میں حاضر ہوئے۔ جس کا قصہ آپ خود یوں بیان فرماتے ہیں:۔

"سبب اللہ تعالیٰ کی عنایت بیغایت سے طلب کی خواہش اس فقیر کے دل میں پیدا ہوئی۔ تو خدا
تعالیٰ کا فضل قائد و عصا کش کی طرح مجھ کو کشاں کشاں حضرت خواجہ بزرگ کی خدمت میں لے
گیا۔ میں بخارا میں ان کی صحبت میں حاضر ہوتا اور ان کے کرم عمیم سے توجہ پاتا۔ یہانتک کہ
خدائے بے نیاز کی ہدایت سے مجھے یقین ہوگیا۔ کہ حضرت خواجہ خواص اولیاء اللہ سے ہیں اور
کامل عمل ہیں۔ غیبی اشارات اور بہت سے واقعات کے بعد میں نے کلام اللہ شریف سے فال لیا
تو یہ آیت نکلی۔

"یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے۔ پس تو ان کی ہدایت کی پیروی
کر۔" (سورہ انعام۔ رکوع ۱۰)

میں شام کے وقت فتح آباد میں جو اس فقیر کا مسکن تھا شیخ عالم سیف الحق والدین باخرزی رحمۃ
علیہ (متوفی ۷۵۱ھ) کے مزار کی طرف متوجہ بیٹھا تھا کہ اچانک خدا تعالیٰ کی قبولیت کا قاصد آیا
اور مجھ میں بے قراری پیدا ہوئی۔ میں نے حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا قصد
جب میں موضع کوشک ہندواں (قصر عارفاں) میں جو آپ کا قیام گاہ تھا پہنچا۔ تو حضرت خواجہ
راستے میں منتظر پایا۔ آپ لطف و احسان سے پیش آئے۔ اور نماز شام کے بعد صحبت کا شرف
بخشا۔ آپ کی ہیبت مجھ پر اس قدر غالب ہوئی کہ دیکھنے کی مجال نہ رہی۔ آپ نے فرمایا "علم
ہیں۔ ایک قلب کا علم اور یہ نبیوں اور رسولوں کا علم ہے۔ دوسرا زبان کا علم اور یہ بنی آدم پر
ہے۔ امید ہے کہ علم باطن سے تجھے حصہ ملے گا۔" پھر فرمایا کہ حدیث میں ہے۔

اذا جالستم اهل الصدق فجالسوهم بالصدق فانهم جواسيس القلوب يدخلون فى قلوبكم و ينظرون الىٰ هممكم	جب تم اہل صدق کی صحبت میں بیٹھو تو ان کے پاس صدق سے بیٹھو۔ کیونکہ وہ دلوں کے جاسوس ہیں۔ تمہارے دلوں میں داخل ہو جاتے ہیں اور تمہارے ارادوں کو دیکھ لیتے ہیں۔

قبولیت کا اشارہ:

ہم مامور ہیں۔ اپنے آپ کسی کو قبول نہیں کرتے۔ آج رات دیکھیں گے کہ تیرے
بارے میں کیا اشارہ ہوتا ہے۔ تاکہ اُس پر عمل کیا جائے۔ وہ رات مجھ پر ایسی سخت گزری کہ عمر بھر
کوئی رات ایسی نہ گزری تھی۔ میں ڈرتا تھا کہ مبادا رد کر دیں۔ جب میں نے صبح کی نماز آپ کے
ساتھ پڑھی۔ تو فرمایا کہ قبولیت کا اشارہ ہوا ہے۔ ہم کسی کو قبول نہیں کرتے۔ اگر کرتے ہیں تو دیر
سے کرتے ہیں۔ تاکہ دیکھیں کہ کوئی کس نیت سے آتا ہے اور کس وقت آتا ہے۔ پھر آپ نے
اپنے مشائخ کا سلسلہ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ تک بیان فرمایا۔ اور اس فقیر کو وقوف
عددی میں مشغول کیا۔ اور فرمایا کہ یہ علم لدنی کا پہلا سبق ہے۔ جو خاصانِ خدا میں سے ایک
بزرگ نے جو بقول مشہور حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کو پڑھایا
تھا۔ بعد ازاں میں ایک مدت تک حضرت خواجہ کی خدمت میں رہا۔ یہانتک کہ آپ نے اس فقیر کو

سفر کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا کہ جو کچھ تجھے ہم سے ملا ہے وہ بندگانِ خدا تک پہنچا
کہ ان کی سعادت کا سبب ہو۔ اور رخصت کے وقت تین بار فرمایا۔ ترا بخدا سپردیم (ہم نے
تجھے خدا کے سپرد کیا)۔ اس سپرد کرنے سے بہت امید ہوگئی۔ کیونکہ حدیث میں ہے۔ ان اللہ
تعالیٰ اذا استودع شیئ حفظه۔ جب کوئی چیز حوالہ خدا کی جائے۔ اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت
کرتا ہے۔ جب میں بخارا سے روانہ ہو کر شہر کش[1] میں پہنچا اور کچھ مدت وہاں رہا تو حضرت خواجہ کی
وفات کی خبر پہنچی۔ میرے دل پر رنج اور صدمہ ہوا اور بڑا خوف غالب ہو گیا کہ مبادا عالم طبیعت کی
طرف پھر میلان ہو جائے اور طلب کی خواہش نہ رہے۔ میں نے حضرت خواجہ کی روحانیت کو دیکھا
کہ آپ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اور یہ آیت پڑھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ "اِلَّا
رَسُوْلٌ" قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ط اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ ط (آل
عمران ع ۱۵)۔ اور محمد تو ایک رسول ہیں۔ اُن سے پہلے بہت رسول ہو چکے۔ پھر کیا اگر وہ مر گئے یا
مارے گئے تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ چونکہ میں آپ کی صحبت سے محروم ہو گیا تھا۔ اس لئے
خیال ہوا کہ درویشوں کے کسی دوسرے گروہ سے جاملوں اور ان کے طریقہ میں مشغول ہو جاؤں۔
اس لئے پھر حضرت خواجہ کی روحانیت کو دیکھا کہ فرماتے ہیں۔ قال زید بن الحارثه الدين
واحد۔ فرمایا زید بن حارثہ نے کہ دین ایک ہی ہے۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ اجازت نہیں ہے۔
آپ نے صحابہ کرام میں سے حضرت زید بن حارثہ کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ حضرت زید رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسر خواندہ یعنی منہ بولے بیٹے تھے۔ ہمارے حضرت خواجگان قدس اللہ
اسرارہم کو فرزندی میں قبول فرماتے ہیں۔ پس ان کے اصحاب ان کے منہ بولے بیٹے ہوتے
ہیں۔ واللہ اعلم۔

ایک دفعہ اور میں نے حضرت خواجہ کو دیکھا اور پوچھا کہ میں آپ کو قیامت میں کس عمل
سے پاؤں۔ فرمایا۔ تشریع سے یعنی شریعت پر عمل کرنے سے۔ ان تین بشارتوں سے اس ارشاد کی
طرف اشارہ ہوا جو آپ عالمِ حیات میں فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے جو کچھ پایا وہ بفضلِ الٰہی قرآن و
سنت پر عمل کرنے سے اور اس عمل سے نتیجہ طلب کرنے سے اور تقویٰ و حدودِ شرعیہ کی رعایت ملحوظ
رکھنے اور عزیمت پر اور طریقہ اہلِ سنت و جماعت پر چلنے سے اور بدعت سے پرہیز کرنے سے

[1] یہ موضع دیہات اصفہان میں سے ہے۔ بعضے ماوراء النہر میں بتاتے ہیں۔

پایا۔

جب حضرت خواجہ نے فقیر کو بخارا سے سفر کی اجازت دی۔ تو اشارۃً حضرت خواجہ
الدین کی متابعت کا حکم دیا تھا۔ حضرت خواجہ کی وفات کے بعد میں موضع کش سے بدخشاں
تھا۔ میں وہیں تھا کہ حضرت نے مجھے چغانیاں سے ایک خط لکھا اور اُس اشارۂ متابعت کو یاد
اس لئے میں چغانیاں میں چند سال آپ کی صحبت میں رہا۔ آپ سب پر بالخصوص اس فقیر
حد لطف و کرم فرماتے تھے۔ جب آپ کا وصال ہوگیا تو میں نے چاہا کہ میں حضرت خواجہ
کے اس ارشاد کی تعمیل کروں کہ تجھے جو کچھ ہم سے پہنچا ہے اُسے بندگانِ خدا تک پہنچا
مناسب حال حاضرین کو بطریق خطاب اور غائبین کو بذریعہ کتابت تبلیغ کرنا۔ فقیر اپنے
خدمت کا اہل نہیں سمجھتا۔ مگر اعتقاد یہ ہے کہ حضرت خواجہ کو اشارہ حکمت سے خالی نہ ہوگا۔"

آپ کی کرامت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کے حالات میں بیان ہوگی۔ انشاءاللہ تعا

وصال مُبارک:

آپ کی وفات شریف ۵ صفر ۸۵۱ھ میں ہوئی۔ مزار مبارک قریہ ہلغتو میں ہے
حصار واقع ماوراءالنہر کے مضافات میں سے ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) حضرت خواجہ عبیداللہ احرار کا بیان ہے کہ مولانا یعقوب چرخی شیخ زین الدین خوافی
ساتھ ملک مصر میں مولانا شہاب الدین سیرامی کی خدمت میں ہم سبق رہے ہیں۔ ایک دن آ
نے مجھ سے پوچھا کہ کہتے ہیں کہ شیخ زین الدین حل وقائع اور خوابوں کے تعبیر کا شغل رکھتے
اور اس بارے میں اہتمام تمام رکھتے ہیں۔ ہم نے عرض کیا کہ ہاں درست ہے۔ پھر آپ
ساعت بے خود ہوگئے۔ آپ کا طریقہ یہ تھا کہ ساعت بساعت بیخود ہوجایا کرتے تھے۔
ہوش میں آئے تو آپ نے یہ بیت پڑھی۔

چو غلام آفتابم ہم از آفتاب گویم نہ شنم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

فرماتے تھے کہ شہر ہرات کے اوقاف میں سے تین جگہ کے سوا کوئی چیز نہیں کھا سکتے۔ یعنی
اللہ انصاری قدس سرہ کی خانقاہ میں اور خانقاہ ملک میں اور مدرسہ غیاثیہ میں اور مدرسہ
۔ ان تینوں کے سوا کوئی اور جگہ کہ جہاں وقف میں شک نہ ہو نہیں ہے۔ اسی واسطے
اکابر قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے اپنے مریدوں کو ہرات کے سفر سے منع کیا ہے۔
ہاں حلال کم ہے۔ جب سالک حرام میں مبتلا ہوجاتا ہے۔ تو عالم طبیعت کی طرف رجعت
کرتا ہے اور راہ مستقیم کے سلوک سے منحرف ہوجاتا ہے۔

حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ صاحب تصانیف بھی ہیں۔ آپ نے قرآن مجید
پاروں کی تفسیر لکھی ہے۔ جس کے مطالعہ سے بڑا ذوق شوق پیدا ہوتا ہے۔ رسالہ انسیہ
آپ کی تصنیف ہے۔ جس میں آپ نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ کے حالات درج کئے
(رسالہ انسیہ۔ نفحات۔ رشحات)

❋❋❋

۲۰۔ خواجہ ناصر الدین عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

نام ولقب:

آپ کا نام مبارک عبداللہ ہے۔ ناصر الدین لقب ہے۔ کیونکہ آپ سے دین اسلام کو نصرت پہنچی۔ احرار بھی آپ کا لقب ہے۔ جو اصل میں خواجہ احرار ہے۔ چونکہ آپ کے اسم گرامی کے معنی میں چھٹائی پائی جاتی ہے۔ اس لئے اس کے تدارک کے لئے آپ کو خواجہ احرار کی اضافت لقب دیا گیا۔ اس لقب میں آپ کی بڑی منقبت ہے۔ کیونکہ اہل اللہ کے نزدیک حر (واحد احرار) اُسے کہتے ہیں جو عبودیت۔ کی حدود کو بدرجہ کمال قائم کرے اور اغیار کی رقیت (غلامی) سے نکل جائے۔ استعمال میں بعض وقت لفظ خواجہ کو حذف کر کے فقط احرار کہتے ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ باغستان میں جو تاشکند واقع توران کے مضافات سے ہے ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں پیدا ہوئے۔ تولد کے بعد چالیس دن تک کہ ایام نفاس ہیں آپ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا۔ جب اس نے نفاس سے پاک ہو کر غسل کیا۔ تو پینا شروع کیا۔ لڑکپن ہی سے رشد وسعادت کے آثار اور قبول وعنایت الٰہی کے انوار آپ کی پیشانی میں نمایاں تھے۔ تین چار سال کی عمر سے نسبت آگاہی بحق سبحانہ تعالیٰ حاصل تھی۔ طفولیت میں مکتب میں آمد ورفت رکھتے۔ مگر دل پر وہی نسبت غالب تھی۔ بچپن میں مزارات مشائخ پر حاضر ہوتے۔ جب سن بلوغ کو پہنچے۔ تو تاشکند کے مزارات پر جو ایک دوسرے سے فاصلہ پر واقع ہیں پھرا کرتے۔ اور بعض دفعہ ایک ہی رات میں تمام مزارات کی گشت کر آتے۔

تحصیل علم:

آپ کے ماموں خواجہ ابراہیم علیہ الرحمۃ کو آپ کی تعلیم کا بڑا خیال تھا۔ اسی غرض سے وہ آپ کو پانچ سال کی عمر میں تاشکند سے سمرقند لے گئے۔ مگر شغل باطنی غلبہ علم ظاہری کی تحصیل میں حائل رہا۔ خواجہ فضل اللہ ابوالیثی جو سمرقند کے اکابر علماء سے تھے فرماتے تھے کہ ہم خواجہ عبید اللہ کے کمال کو نہیں جانتے۔ مگر اتنا جانتے ہیں کہ انہوں نے بحسب ظاہر علوم رسمی سے بہت کم حاصل کیا اور ایسا دن کم ہوگا کہ وہ تفسیر قاضی بیضاوی میں ہمارے سامنے کوئی شبہ پیش کریں اور ہم اس کے حل سے عاجز نہ آئے ہوں۔

ولادت:

پانچ برس کی عمر سے انتیس برس کی عمر تک آپ سفر میں رہے۔ اس عرصہ آپ کو بہت سے مشائخ زمانہ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ چنانچہ سمرقند میں آپ اکثر مولانا نظام الدین خلیفہ حضرت علاء الدین عطار قدس سرہٗ کی صحبت میں حاضر ہوتے تھے۔ آپ کی تشریف آوری سے پہلے ایک روز مولانا نے مراقبہ کے بعد نعرہ مارا۔ جب سبب دریافت کیا گیا۔ تو فرمایا غیب کی طرف سے ایک شخص نمودار ہوا جس کا نام خواجہ عبید اللہ ہے۔ اُس نے تمام روئے زمین کو گھوما۔ وہ عجیب بزرگ شخص ہے۔ سمرقند کے قیام میں ایک روز آپ مولانا کے ہاں سے جو نکلے ایک بزرگ نے پوچھا کہ یہ جوان کون ہے۔ مولانا نے فرمایا۔ ''وہ خواجہ عبید اللہ ہیں۔ دنیا کے سلاطین ان میں مبتلا ہوں گے۔''

سمرقند ہی میں آپ حضرت سید قاسم تبریزی کی صحبت سے مشرف ہوئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ وہاں سے بخارا کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک ہفتہ شیخ سراج الدین کلال خلیفہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہما کی صحبت میں رہے۔ بخارا میں پہنچ کر مولانا حسام الدین شاشی کی زیارت کی۔ جو سید امیر حمزہ بن سید امیر کلال کے خلیفہ اول تھے۔ اور خواجہ بزرگ خلیفہ خواجہ علاء الدین غجدوانی کی خدمت میں بہت دفعہ حاضر ہوئے۔ بعد ازاں آپ نے بخارا کے قصبہ وابکنی کے دیہات میں سے ایک گاؤں کا نام ہے۔ وہاں سے بخارا چار شرعی فرسنگ ہے۔

خراسان کا سفر اختیار کیا اور مرو کے راستے ہرات میں آئے۔ ہرات میں آپ نے چار سال قیام کیا۔ اس عرصہ میں آپ اکثر سید قاسم تبریزی اور شیخ بہاء الدین عمر قدس سرہما کی صحبت میں اور کبھی کبھی شیخ زین الدین خوافی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

مولانا یعقوب چرخی کی خدمت میں حاضری:

ہرات میں آپ نے ایک سوداگر سے حضرت خواجہ یعقوب چرخی کے فضائل سنے۔ اس لئے وہاں سے اُن کی صحبت کی نیت سے بلخ کے راستے حصار کی طرف متوجہ ہوئے۔ بلخ میں [illegible] الدین پارسا خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہما کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور وہاں حضرت خواجہ علاء الدین عطار قدس سرہ کے مزار کی زیارت کے لئے چغانیاں پہنچے۔ اور چغانیاں سے ہلغتو میں مولانا یعقوب چرخی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جس کا قصہ آپ خود یوں فرماتے ہیں۔

''جب میں ولایت چغانیاں میں پہنچا تو بیمار ہو گیا۔ اور بیس روز تپ لرزہ آتا رہا۔ اس عرصہ میں نواح چغانیاں کے بعضے لوگوں نے مولانا یعقوب چرخی کی بہت غیبت کی۔ بیماری کے دنوں میں ایسی پریشان باتوں کے سننے سے مولانا کی ملاقات کے ارادے میں بڑا فتور واقع ہوا۔ آخر کار میں نے اپنے دل میں کہا کہ تو اس قدر دور فاصلہ سے آیا ہے یہ اچھا نہیں کہ تو ان سے ملاقات نہ کرے میں روانہ ہو گیا۔ اور ان کی خدمت میں پہنچا۔ وہ بڑی عنایت سے پیش آئے اور ہر طرح کی باتیں کیں۔ لیکن دوسرے روز جو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو بہت غصہ ہوئے اور سخت و درشتی سے پیش آئے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ان کے غصہ کا سبب غیبت کا سننا اور تیرے ارادے میں فتور کا آنا ہوگا۔ پھر تھوڑی دیر کے بعد وہ لطف سے پیش آئے اور بہت توجہ و عنایت فرمائی۔ اور حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہٗ سے اپنی ملاقات کا حال بیان فرما کر اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا اور کہا کہ بیعت کر۔ چونکہ ان کی پیشانی مبارک پر کچھ سفیدی مشابہ برص تھی طبیعت کی نفرت کا موجب ہوتی ہے۔ اس لئے میری طبیعت ان کے ہاتھ پکڑنے کی طرف مائل نہ ہوئی۔ وہ میری کراہت کو سمجھ گئے اور جلدی اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ اور بطریق خلع ولبس اپنی صورت تبدیل کر کے ایسی صورت میں ظاہر ہوئے کہ میں بے اختیار ہو گیا۔ قریب تھا کہ بیخود ہو کر آپ

[illegible] جاؤں آپ نے دوسری دفعہ اپنا دست مبارک بڑھایا اور فرمایا کہ حضرت خواجہ بہاء [illegible] قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا تھا کہ تیرا ہاتھ ہمارا ہاتھ ہے۔ جس نے تمہارا ہاتھ پکڑا [illegible] ہمارا ہاتھ پکڑا۔ خواجہ بہاء الدین کا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے بلا توقف مولانا یعقوب کا ہاتھ پکڑ [illegible] طریقہ حضرات خواجگان مجھے شغل نفی واثبات جس کو وقوف عددی کہتے ہیں سکھایا اور [illegible] کہ ہم کو حضرت خواجہ بزرگ سے پہنچا ہے یہی ہے۔ اگر تم بطریق جذبہ طالبوں کی [illegible] تو تمہیں اختیار ہے۔''

طالب اور مرشد:

کہتے ہیں کہ مولانا کے بعض اصحاب نے آپ سے پوچھا کہ جس طالب کو آپ نے اس [illegible] طریقہ کی تعلیم دی اس کی نسبت کس طرح آپ نے فرمادیا کہ تمہیں اختیار ہے۔ چاہو [illegible] جذبہ تربیت کرو۔ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ طالب کو مرشد کے پاس اس [illegible] آنا چاہئے کہ سب چیزیں تیار ہوں۔ صرف اجازت کی دیر ہو۔ مولانا جامی نفحات الانس میں [illegible] ہیں۔ مولانا یعقوب فرماتے تھے کہ جو طالب کسی بزرگ کی صحبت میں آنا چاہے۔ اُسے خواجہ [illegible] کی طرح آنا چاہئے کہ چراغ اور تیل بتی سب تیار ہے۔ صرف دیا سلائی دکھانے کی دیر [illegible] خواجہ عبید اللہ احرار فرماتے تھے کہ جب میں نے مولانا یعقوب سے اجازت طلب کی تو آپ [illegible] حضرات خواجگان کے تمام طریقے بیان فرمادیئے۔ جب طریق رابطہ کی نوبت پہنچی تو [illegible] اس طریقہ کی تعلیم میں دہشت نہ کھانا اور اعتعداد والوں کو بتا دینا۔

وطن کی طرف واپسی:

حضرت خواجہ عبید اللہ مولانا یعقوب کی خدمت سے رخصت پا کر پھر ہرات میں آئے اور کم وبیش ایک سال وہیں رہے۔ بعد ازاں انتیس سال کی عمر میں وطن مالوف کی طرف [illegible] فرمائی۔ اور تاشقند میں مقیم ہو کر زراعت کا کام ایک شخص کی شراکت میں شروع کیا۔ [illegible] ایک جوڑی بیل سے کھیتی کا کام کرنے لگے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کی زراعت [illegible] برکت دی۔ آپ کے مال ومنال اور ضیاع وعقار اور گلہ ومواشی اور اسباب واملاک [illegible] حد سے زائد تھے۔ مگر یہ سب درویشوں کے لئے تھے۔ چنانچہ مولانا جامی یوسف زلیخا

میں آپ کی منقبت میں یوں لکھتے ہیں ؎

ازاں دانہ کزو آدم بنا کام	جس دانہ سے حضرت آدم علیہ السلام ناچار ہا
زبستانِ بہشت آمد بدیں دام	بہشت سے اس جال (دنیا) میں آئے۔
ہزارش مزرعہ در زیر کشت است	اُن کے ہزار کھیت زیر کاشت ہیں جو
کہ زادِ فتنِ راہِ بہشت است	بہشت میں چلنے کا توشہ ہیں۔
دریں مزرعہ فشاند تخم دانہ	وہ اِس کھیت (دنیا) میں بیج بو رہے ہیں اور اُس
در آں عالم کند انبار خانہ	عالم میں ذخیرہ کر رہے ہیں۔

کرامات کا بیان

(۱) حضرت خواجہ احرار فرماتے ہیں کہ ہمت سے مراد دل کا ایک امر پر اس طرح جمع کرنا ہے کہ اُس کا خلاف دل میں نہ آئے۔ ایسی ہمت سے مراد متخلف نہیں ہوتی۔ فرماتے ہیں کہ ابتدائی جوانی میں جب کہ ہم مولانا سعد الدین کاشغری کے ساتھ ہرات میں تھے اور دونوں سیر کیا کرتے تھے۔ تو کبھی کشتی لڑنے والوں کے اکھاڑہ میں جا پہنچتے۔ اور اپنی قوت اور توجہات کا امتحان کرتے دو پہلوانوں میں سے ایک کی طرف توجہ مبذول کرتے۔ تو وہ غالب آتا۔ پھر مغلوب کی طرف متوجہ ہوتے تو وہ غالب ہو جاتا اس طرح کئی بار اتفاق ہوا۔ مقصود یہ تھا کہ معلوم ہو جائے کہ ہمت کی تاثیر کس درجہ پر پہنچی ہے۔

حاکم کی موت:

مولانا ناصر الدین اتراری جو حضرت عبید اللہ احرار کے خادموں میں سے تھے بیان کرتے ہیں کہ حضرت نے واقعہ میں دیکھا تھا کہ آپ کی مدد سے شریعت کو تقویت پہنچے گی۔ آپ کے مبارک دل میں آیا کہ یہ بات سلاطین کی مدد کے بغیر حاصل نہ ہوگی۔ اس غرض سے آپ سمرقند کی طرف آئے۔ اس وقت میرزا عبد اللہ بن میرزا ابراہیم بن میرزا شاہرخ بن امیر تیمور والیٔ سمرقند کا حاکم تھا۔ میں اس سفر میں آپ کی خدمت میں تھا۔ جب آپ سمرقند میں پہنچے تو میرزا عبد اللہ کا ایک امیر آپ کی خدمت میں آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ یہاں آنے سے ہماری

[illegible] سے میرزا کی ملاقات ہے۔ اگر تمہارے ذریعہ سے یہ کام ہو جائے تو خوب ہے۔ اس [illegible] ادبی سے جواب دیا کہ ہمارا امیر زا بے پرواجوان ہے۔ اُس سے ملاقات مشکل ہے۔ [illegible] کو ایسی باتوں سے کیا مطلب۔ آپ نے خفا ہو کر فرمایا کہ ہم کو سلاطین کی ملاقات کا حکم [illegible] ہم اپنے آپ نہیں آئے۔ اگر تمہارا امیر زا پروا نہیں کرتا تو دوسرا لایا جائے گا جو پروا کرے [illegible] وہ امیر چلا گیا تو آپ نے اس کا نام سیاہی سے اُس مکان کی دیوار پر لکھا اور اپنے لعاب [illegible] مٹا دیا اور فرمایا کہ ہمارا کام اِس بادشاہ اور اس کے امیروں سے نہیں چل سکتا۔ اور اُسی [illegible] کی طرف روانہ ہوئے۔ ایک ہفتہ کے بعد وہ امیر مر گیا اور ایک مہینے کے بعد سلطان ابو [illegible] میرزا ابن محمد میرانشاہ بن امیر تیمور اطراف ترکستان سے ظاہر ہوا اور اُس نے میرزا عبد اللہ پر [illegible] کر کے اُسے (۸۵۵ھ میں) قتل کر ڈالا۔

[illegible] پر توجہ:

میرزا بابر بن میرزا بایسنغر بن میرزا شاہرخ بن امیر تیمور ایک لاکھ سپاہ لے کر خراسان [illegible] سمرقند کی طرف متوجہ ہوا۔ میرزا سلطان ابوسعید نے حضرت کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ [illegible] اس کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ کیا کروں۔ آپ نے اسے تسلی دی۔ جب میرزا دریائے آمو [illegible] گزرا تو سلطان ابوسعید کے امیروں کی ایک جماعت نے اتفاق و مشورہ کیا کہ میرزا کو ترکستان [illegible] لے جائیں۔ اور وہاں قلعہ نشین ہو جائیں۔ چنانچہ کل سامان اونٹوں پر لدوا دیا گیا۔ حضرت کو [illegible] گی تو شتر بانوں پر خفا ہوئے اور سامان اتروا دیا۔ اور خود میرزا کے ہاں تشریف لے گئے اور [illegible] کہ کہاں جاتے ہو۔ جانے کی ضرورت نہیں۔ یہیں کام بن جائے گا۔ میں نے تمہاری مہم [illegible] لے لی ہے۔ امیر گھبرا گئے۔ یہانتک کہ بعضوں نے اپنی پگڑیاں زمین پر پھینک دیں [illegible] اپنی ٹوپیاں زمین پر پھینک دیں اور کہنے لگے کہ حضرت خواجہ ہم کو مروا رہے ہیں۔ چونکہ میرزا [illegible] اعتقاد صادق تھا اس نے کسی کی نہ سنی اور سمرقند ہی میں قلعہ نشین ہو گیا۔

جب میرزا بابر سمرقند کے قلعہ کے گرد پہنچا تو خلیل جو اس کے مقدمہ لشکر پر تھا عیدگاہ سمرقند کے دروازے پر ٹھیر گیا۔ شہر سے تھوڑے سے آدمی نکل کر خلیل سے لڑے۔ خلیل گرفتار ہو گیا۔ میرزا بابر سمرقند کے پرانے قلعہ میں اترا۔ اس کے لشکری سامان معیشت کے لئے جس طرف

جاتے ہیں اہل سمرقند ان کو پکڑ کر ناک کان کاٹ دیتے۔ اس طرح میرزا بابر کے لشکر کے سے سپاہیوں نے اپنے ناک کان کٹوا لئے۔ میرزا بابر کا لشکر نہایت تنگ آ گیا۔ اور چند روز بعد ان کے گھوڑوں میں وبا نمودار ہوئی۔ جس سے بہت گھوڑے تلف ہوئے۔ آخر کار میرزا نے مولانا محمد معمائی کو حضرت کی خدمت میں بھیج کر صلح کی درخواست کی۔ مولانا محمد نے اثنا گفتگو میں کہا کہ ہمارا میرزا نہایت غیور اور عالی ہمت بادشاہ ہے۔ جس طرف متوجہ ہوتا ہے اسیر کئے واپس نہیں آتا۔ حضرت نے اس کے جواب میں فرمایا کہ میں اُس کے دادا میرزا شاہرخ (متوفی ۸۵۰ھ) کے زمانہ میں ہرات میں تھا۔ مجھے اُس کے طفیل سے بڑی فراغت اور جمعیت حاصل تھی۔ اگر شاہرخ کے حقوق نہ ہوتے تو معلوم ہو جاتا کہ میرزا بابر کا کیا حال ہوتا آخر الامر حضرت کے خاص مرید مولانا قاسم کی وساطت سے صلح ہو گئی۔

دشمن پر غلبہ:

جب میرزا سلطان ابوسعید بتاریخ ۲۵ رجب ۸۷۳ھ شہید ہو گیا تو اُس وقت اُس کے گیارہ بیٹوں میں سے چار برسرِ حکومت تھے۔ چنانچہ میرزا الغ بیگ کابل میں میرزا سلطان محمود حصار و قندوز و بدخشاں میں حکمران تھا۔ میرزا سلطان محمود نے سمرقند کے محاصرہ کا ارادہ کیا۔ جب حضرت خواجہ کو یہ خبر لگی تو آپ نے بذریعہ رقعہ و پیام میرزا سلطان محمود کو اس حرکت سے منع فرمایا۔ مگر وہ رو براہ نہ ہوا۔ اور ولایت حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوا۔ اس کیساتھ سامان و لشکر بے شمار تھا اور چغتائی لشکر کے علاوہ چار ہزار ترکمان ہم رکاب تھے۔ میرزا سلطان احمد میں مقابلہ کی طاقت نہ تھی۔ اس لئے اس نے بھاگنا چاہا اور حضرت خواجہ سے اجازت چاہی۔ حضرت شہر سمرقند کے مدرسہ میں مقیم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم بھاگ جاؤ گے تو سمرقند کے تمام باشندے قید ہو جائیں گے۔ تم گھبراؤ مت۔ میں تمہارے معاملہ کا ذمہ دار ہوں۔ اگر دشمن مغلوب نہ ہوا تو تم مجھ سے مواخذہ کرنا۔ پھر آپ نے میرزا سلطان احمد کو مدرسہ کے ایک حجرے میں اتارا جس کا ایک ہی دروازہ تھا اور آپ اس دروازے میں بیٹھ گئے۔ خادموں نے آپ کے حکم سے ایک تیز رفتار اونٹنی لا کر اس حجرے کے آگے بٹھا دی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میرزا سلطان محمود سمرقند پر قابض ہو جائے اور اس دروازے سے کہ جہاں لڑائی ہو شہر میں داخل ہو جائے تو تم اس اونٹنی پر سوار ہو کر

دروازے سے بھاگ جائیو۔ آپ نے اس تدبیر سے میرزا سلطان احمد کو تسکین دی۔ بعد ازاں آپ نے مولانا سید حسین اور مولانا قاسم اور میر عبدالاول اور مولانا جعفر کو جو آپ کے اکابر خلفاء سے تھے طلب فرمایا اور حکم دیا کہ تم فوراً اس دروازے کے برج میں جا کر مراقبہ کرو۔ وہ وہاں جا کر مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ مولانا قاسم کا بیان ہے کہ مراقبہ میں بیٹھتے ہی ہم نے دیکھا کہ تمام حضرت ہی حضرت ہیں اور تمام عالم آپ کے وجود مبارک سے پر ہے۔ اوائل وقت چاشت تک جاری رہی۔ قریب تھا کہ دشمن غالب آ جائے۔ شہر والے حیران و پریشان تھے کہ ناگاہ دشت قپچاق کی طرف سے ایک سخت آندھی اٹھی اور میرزا سلطان محمود کے لشکر و لشکر گاہ میں گرد و غبار کا وہ طوفان برپا ہوا کہ کسی کو آنکھ کھولنے کی مجال نہ رہی۔ ہوا پیادوں اور سواروں کو زمین پر گراتی۔ اور خیمہ و سراپردہ و خرگاہ کو اکھاڑ کر اوپر کی طرف اڑاتی اور زمین پر پھینک دیتی۔ میرزا سلطان محمود اپنے امیروں اور ترکمانوں کی جماعت کثیر کے ساتھ ایک تالاب کے کنارے سوار کے پشتہ کے نیچے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ کہ ناگاہ پشتہ کا ایک حصہ پھٹ گیا۔ جس کے ہولناک دھماکہ سے قریباً چار سو مرد اور گھوڑے جو اس کے نیچے کھڑے تھے دب کر مر گئے۔ ترکمانوں کے گھوڑے بھاگنے لگے۔ سواروں نے ہر چند روکا مگر نہ رکے۔ القصہ لشکر پراگندہ ہو گیا۔ میرزا سلطان محمود کو شکست ہوئی میرزا سلطان احمد کے لشکر اور شہر کے لوگوں نے قریباً پانچ کوس تک ان کا تعاقب کیا۔ اور بہت سے سوار اور گھوڑے پکڑ لائے اور بہت کچھ سامانِ غنیمت ہاتھ آیا۔

دشمن کی ذلت سے بچا لیا:

مولانا شیخ ابوسعید مجلد جو میرزا شاہرخ کے زمانہ میں نہایت خوبصورت جوان تھے بیان کرتے ہیں کہ جوانی میں ایک بار ایک خوبصورت عورت سے اتفاقاً میری ملاقات ہو گئی۔ وہ میرے مکان میں آ گئی۔ میں نے چاہا کہ خلوت میں اس سے بات چیت کروں۔ اس اثنا میں ناگاہ میں نے حضرت خواجہ کی آواز سنی کہ فرماتے ہیں۔ ابوسعید! چہ کار مے کنی؟ یہ سن کر میری حالت بدل گئی اور میرے دل پر ہیبت طاری ہو گئی اور میرے اعضا میں رعشہ پیدا ہو گیا۔ میں نے فوراً اس عورت کو اپنے مکان سے نکال دیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت تشریف لائے۔ جب

آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمانے لگے کہ اگر حق تعالیٰ کی توفیق تیری یاوری نہ کرتی شیطان تجھ کو برباد کر دیتا۔

گمشدہ غلام کی واپسی:

حضرت خواجہ کے مخلصوں میں سے ایک بزرگ نقل کرتے ہیں کہ سمرقند میں میرا ایک غلام غائب ہو گیا۔ اس غلام کے سوا میرا مال و متاع اور کچھ نہ تھا۔ چار مہینے میں نے اس کی تلاش کی۔ سمرقند کے نواح میں کوئی جگہ ایسی نہ تھی جہاں میں کئی بار نہ گیا۔ پہاڑ اور صحرا میں بہت پھرا مگر کہیں اس کا نشان نہ پایا۔ اس پریشانی میں ناگاہ حضرت خواجہ مجھے صحرا میں ملے۔ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب و خدام بھی تھے۔ میں نے حالت اضطراب میں حضرت کے گھوڑے کی باگ تھام لی۔ اور نیاز مندی سے اپنا حال بیان کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ہم تو دہقانی آدمی ہیں۔ ایسی باتوں کو کیا جانیں۔ میں نے سنا ہوا تھا کہ اولیاء اللہ ایسا تصرف کیا کرتے ہیں کہ غائب کی خبر دے دیتے ہیں۔ بلکہ غائب کو حاضر کر دیتے ہیں۔ اس لئے میں نے اصرار کیا اور گھوڑے کی باگ نہ چھوڑی۔ جب آپ نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو ایک لحظہ سکوت فرمایا اور پوچھا کہ یہ گاؤں جو نظر آ رہا ہے کیا اس میں بھی تم نے اسے تلاش کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں تو بارہا اس میں گیا ہوں مگر محروم واپس آیا ہوں۔ فرمایا پھر تلاش کرو مل جائے گا۔ یہ کہہ کر آپ نے گھوڑے کو تیز دوڑایا۔ جب میں اس گاؤں کے نزدیک پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس غلام نے پانی کا گھڑا بھرا ہوا آگے رکھا ہے اور خشک جگہ پر حیران کھڑا ہے۔ جب میری نظر اس پر پڑی میں نے بے اختیار نعرہ مارا اور کہا اے غلام! تو اس عرصہ میں کہاں رہا۔ اس نے جواب دیا کہ میں آپ کے گھر سے نکلا تو ایک شخص بہکا کر مجھے خوارزم میں لے گیا۔ اور وہاں مجھے ایک شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ میں اس شخص کی خدمت میں تھا۔ آج اس کے ہاں ایک مہمان آیا اس نے مجھ سے کہا کہ پانی کا گھڑا بھر لاؤ تا کہ کھانا تیار کریں۔ میں گھڑا اٹھا کر پانی کے کنارے پر پہنچا اور پانی سے بھر لیا۔ جب میں نے پانی سے نکالا تو اپنے آپ کو یہاں حاضر پاتا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں یہ معاملہ بیداری میں دیکھ رہا ہوں یا خواب میں۔ حضرت خواجہ کا یہ تصرف دیکھ کر میرا حال بدل گیا۔ میں نے غلام کو تو آزاد کر دیا اور خود حضرت کا غلام بن گیا۔

[illegible] کا ٹھہر جانا:

مولانا زادہ فرکنی مولانا نظام الدین علیہ الرحمۃ کے مرید تھے۔ وہ اپنے مرشد کی وفات [illegible] حضرت خواجہ کی خدمت میں بہت رہے ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ ایک روز میں حضرت خواجہ [illegible] ایک گاؤں کو جا رہا تھا۔ جاڑے کا موسم تھا اور دن چھوٹے۔ ہم نے نماز عصر راستے میں [illegible] شام ہونے کو آئی۔ آفتاب زرد ہو گیا۔ منزل تک پہنچنے میں دو شرعی (کوس) باقی تھے۔ اس [illegible] کوئی پناہ و آرام گاہ نہ تھی۔ میرے دل میں آیا کہ دن ختم ہو گیا۔ راستہ خطرناک، ہوا سرد اور [illegible] زیادہ ہے کیا حال ہوگا۔ جب یہ خیال کئی بار میرے دل میں آیا تو حضرت نے منہ پھیر کر [illegible] کہ ڈرو مت۔ گھوڑا دوڑاؤ۔ ممکن ہے کہ غروب آفتاب سے پہلے ہم منزل پر پہنچ جائیں۔ یہ [illegible] آپ نے گھوڑے کو تیز دوڑایا۔ میں بھی آپ کے پیچھے تیز دوڑا رہا تھا۔ اور پلٹ پلٹ کر [illegible] آفتاب کی ٹکیہ کو دیکھتا جاتا تھا۔ آفتاب اسی طرح افق پر ٹھیرا ہوا تھا۔ گویا کسی نے اس میں میخ [illegible] دی ہے جس سے وہ افق پر ٹھیرا ہوا ہے۔ جب ہم گاؤں میں پہنچے تو یک بیک آفتاب ایسا [illegible] ہوا کہ شفق کی سرخی و سپیدی جو غروب کے بعد ہوا کرتی ہے اس کا کوئی نشان نہ رہا۔ اور عالم [illegible] ایسی تاریکی پھیل گئی کہ شکلوں اور رنگوں کا نظر آنا ناممکن ہو گیا۔ یہ دیکھ کر حیرت و ہیبت مجھ پر [illegible] ہوئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ حضرت خواجہ کا تصرف ہے۔ آخر کار بے اختیار ہو کر میں نے [illegible] خواجہ سے عرض کیا کہ خدا کے لئے فرمایئے یہ کیا راز تھا جو میں نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا [illegible] طریقت کے شعبدوں میں سے ایک شعبدہ تھا۔

شہد شراب میں بدل گئی:

خواجہ کلاں فرماتے ہیں کہ حضرت کا ایک خادم سمرقند کو جا رہا تھا۔ آپ نے اس سے [illegible] کہ ہمارے واسطے سمرقند سے چند ڈبے خالص شہد کے لانا۔ وہ سمرقند سے کئی ڈبے شہد سے بھر [illegible] اور ان کے منہ پر مہر لگا کر روانہ ہوا۔ اتفاقاً بازار سمرقند میں کسی کام کے لئے بزاز کی دکان پر ٹھیر [illegible] اور اس نے شہد کے ڈبوں کو اپنے سامنے رکھ لیا۔ ناگاہ ایک خوبصورت مست عورت جو اس [illegible] کی آشنا تھی وہاں آئی اور دکان کے ایک طرف بیٹھ کر بزاز سے باتیں کرنے لگی۔ اس خادم [illegible] نے بار نظر حرام سے اس عورت کو دیکھا۔ پھر وہ ڈبوں کو اٹھا کر تاشقند لے آیا۔ جب وہ

حضرت کے دولتخانہ میں پہنچا تو آپ جنگل تشریف لے گئے تھے۔ اُس نے آپ کے پیچھے چاہا۔ اتنے میں حضرت تشریف لے آئے۔ اس نے وہ ڈبے پیش کئے۔ جب حضرت کی نظر ڈبوں پر پڑی تو خفا ہو کر فرمایا کہ ان ڈبوں سے شراب کی بو آتی ہے۔ اے بد بخت! میں نے سے شہد لانے کو کہا تھا۔ تو میرے واسطے شراب لے آیا۔ خادم نے عرض کیا کہ میں تو شہد لایا ہوں آپ کے ارشاد سے جب کھول کر دیکھا گیا تو ہر ڈبہ شراب سے بھرا ہوا پایا گیا۔

وصال مُبارک:

آپ کی تاریخ وفات شب شنبہ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ ہے۔ شام وخفتن کے درمیان جب آپ کا نفس شریف منقطع ہونے لگا تو مکان میں بہت سی شمعیں روشن کی گئیں۔ جن سے مکان نہایت روشن ہو گیا۔ اس حال میں اچانک دیکھا گیا کہ آپ کے دو ابروئے مبارک کے درمیان ایک نور چمکتی بجلی کی طرح نمودار ہوا۔ جس کی شعاع نے شمع کے نور کو مات کر دیا۔ حاضرین نے اس نور کا مشاہدہ کیا۔ بعد ازاں آپ کا وصال ہو گیا۔ اور محلہ خواجہ کفشیر میں محو ملایاں میں دفن ہوئے۔ آپ کی اولاد بزرگوار نے آپ کے مرقد مبارک پر عالیشان عمارت تعمیر کر دی اور قبر مبارک کو نہایت عمدہ وضع پر بنایا۔

ارشاداتِ عالیہ

(۱) پیر کون ہے؟ پیر وہ شخص ہے کہ جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسندیدہ نہیں وہ اس میں نہ رہا ہو اور جو کچھ آپکا پسندیدہ ہے وہ اس میں رہا ہو بلکہ وہ اور اس کی خواہش تمام اس سے گم ہو گئی ہو۔ اور وہ آئینہ ہو گیا ہو کہ جس میں سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق واوصاف کے کچھ نہ ہو۔ اس مقام میں وہ صفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصف ہونے کے سبب سے حق سبحانہ کے تصرف کا مظہر ہو جاتا ہے اور تصرف الٰہی سے اصحاب استعداد کے باطن میں تصرف کرتا ہے۔

از بسکہ درکنار ہمے گیرداں نگار بگرفت بوئے یار و رہا کرد بوے طین

(۲) مرید وہ ہے کہ ارادت کی آگ کی تاثیر سے اس کی خواہش جل گئی ہو۔ اور اس کی

اس میں سے کچھ نہ رہا ہو۔ اور اپنے دل کی بصیرت سے پیر کے آئینہ میں مراد جمال دیکھ کر اس کی آنکھوں سے منہ پھیر لیا ہو اور پیر کا جمال اس کا قبلہ ہو گیا ہو۔ اور پیر کی بندگی میں آزادی حاصل کر کے سوائے پیر کے آستانہ کے اپنے سر نیاز کو کہیں خم نہ کرتا ہو۔ اور سب سے منہ پھیر کر عبادت پیر کی قبولیت میں اور اپنی شقاوت پیر کے رد میں سمجھتا ہو۔ بلکہ نیستی کا خط وجود کی پیشانی پر کھینچ کر وجود غیر کے شعور کے تفرقہ سے رہائی پا گیا ہو۔

از ما کہ در سرائے نگاریست فارغ است از باغ و بوستان و تماشاے لالہ زار

(۳) ہم درویشوں کی ایک جماعت تھی۔ حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ جمعہ کے دن ایک ساعت ایسی ہوتی ہے کہ اس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگتا ہے وہ اسے عطا کر دیتا ہے۔ اس ساعت کا تذکرہ ہوا کہ اگر وہ ساعت میسر آئے تو اس میں اللہ تعالیٰ سے کیا مانگنا چاہئے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ کہا۔ جب میری باری آئی تو میں نے کہا کہ ارباب جمعیت[1] کی صحبت مانگنی چاہئے کیونکہ اس کے ضمن میں تمام سعادتیں حاصل ہیں۔

(۴) اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ توحید کیا ہے۔ تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کی آگاہی سے دل کا آزاد کرنا توحید ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وحدت کیا ہے۔ تو جواب دے کہ غیر حق سبحانہ کے علم وشعور سے دل کی خلاصی وحدت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ اتحاد کیا ہے۔ تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی ہستی میں استغراق اتحاد ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ سعادت کیا ہے تو جواب دے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی دید کے ساتھ خودی سے خلاصی سعادت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شقاوت کیا ہے۔ تو جواب دے کہ خودی میں رہنا اور حق سے باز رہنا شقاوت ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ وصل کیا ہے تو جواب دے کہ وجود حق سبحانہ کے نور کے شہود کے ساتھ اپنے آپ کا نسیان وصل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ فضل کیا ہے تو جواب دے کہ دل کا غیر حق سبحانہ سے جدا کرنا فضل ہے۔ اگر پوچھا جائے کہ شکر کیا ہے تو جواب دے کہ ایسے حال کا دل پر ظاہر ہونا کہ دل اس چیز کو پوشیدہ نہ رکھ سکے جس کا پوشیدہ رکھنا اس حال سے پہلے واجب تھا۔

---

[1] ارباب جمعیت سے مراد وہ سالکین ہیں جو تمام سے منہ پھیر کر مطلوب حقیقی کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں۔

(۵) فرماتے تھے کہ اگر تمام احوال[1] اور مواجید[2] ہمیں عطا کئے جائیں اور ہمیں اہل سنت وجماعت کے عقائد سے آراستہ نہ کیا جائے تو ہم اسے بجز خرابی کچھ نہیں سمجھتے۔ اور اگر تمام خرابیاں ہم پر جمع کی جائیں اور اہل سنت وجماعت کے عقائد سے سرفراز فرمایا جائے تو ہمیں کچھ ڈر نہیں۔

ہماری زبان دل کا آئینہ ہے۔ اور دل روح کا آئینہ ہے۔ اور روح حقیقت انسانی کا آئینہ ہے۔ اور حقیقت انسانی حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا آئینہ ہے۔ حقائق غیبیہ غیب ذات سے دور دراز فاصلے طے کر کے زبان پر آتے ہیں اور یہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدانِ حقائق کے کانوں میں پہنچتے ہیں۔

(۷) میں جو بعض اکابر کی خدمت میں رہا۔ تو انہوں نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائیں۔ ایک یہ کہ میں جو کچھ لکھوں جدید ہو گا نہ کہ قدیم۔ دوسرے یہ کہ میں جو کچھ کہوں مقبول ہو گا۔

(۸) آیہ وکونوا مع الصٰدقین کے معنی میں آپ فرماتے تھے۔ کہ کینونت مع الصادقین کے دو معنی ہیں۔ ایک کینونت بحسب صورت اور وہ یوں ہے کہ اہل صدق کے ساتھ مجالست ومصاحبت کو لازم پکڑے تا کہ ان کی صحبت کو دوام کے سبب سے اس کا باطن ان کے صفات واخلاق کے انوار سے روشن ہو جائے۔ دوسرے کینونت بحسب معنی بدیں طور کہ باطن کی شاہراہ سے اس گروہ کے ساتھ رابطہ کا طریق اختیار کرے جو واسطہ ہونے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اور صحبت کو اس امر میں حصر نہ کرے۔ کہ ہمیشہ آنکھ کے ساتھ دیکھے۔ بلکہ ایسا کرے کہ صحبت دائمی ہو جائے اور صورت سے معنی کی طرف عبور کرے تا کہ واسطہ ہمیشہ نظر میں رہے۔ جب اس بات کو دوام کے طور پر ملحوظ رکھے گا تو اس کے باطن کو ان کے باطن کے ساتھ نسبت واتحاد پیدا ہو جائے گا۔ اور اس واسطہ سے اسے مقصود اصلی حاصل ہو جائے گا۔

---

[1] احوال جمع ہے حال کی۔ حال وہ معنی ہے جو سالک کے دل پر بغیر تصنع واجتلاب واکتساب کے وارد ہوتا ہے۔ مثلاً خوشی یا غم میں یا قبض یا بسط وغیرہ۔ حال جب دائم ہو اور ملکہ بن جائے تو اسے مقام کہتے ہیں۔ پس احوال مواہب میں اور مقامات مکاسب (احوال عین جود سے آتے ہیں اور مقامات بذل مجہود سے حاصل ہوتے ہیں۔

[2] مواجید جمع ہے وجد کی۔ وجد وہ ہے جو سالک کے دل پر آئے اور بغیر تکلیف وتصنع کے وارد ہو۔ مواجید اوراد ووظائف پر بفضل الٰہی مترتب ہوتے ہیں۔ اکتساب کو ان میں دخل نہیں۔

(۹) حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ شیبتنی سورہ ھود (سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا) اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں استقامت کا حکم آیا ہے۔ چنانچہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فاستقم کما اُمرتَ (پس تو استقامت کر جیسا کہ تجھے حکم ہوا ہے) اور استقامت نہایت دشوار ہے کیونکہ استقامت کے معنی ہیں قائم رہنا حد وسط میں تمام افعال واقوال اور اخلاق واحوال میں بدیں طور کہ تمام افعال میں ضرورت سے تجاوز صادر نہ ہو اور افراط وتفریط سے محفوظ رہے۔ اسی لیے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ ضروری کام تو استقامت ہے۔ کرامات وخوارق عادات کے ظہور کا کچھ اعتبار نہیں۔

(۱۰) لوگوں کے اعمال واخلاق سے جمادات کا متاثر ہونا محققین کے نزدیک ایک ثابت امر ہے۔ حضرت شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ نے اس بارے میں بہت تحقیقات کی ہے۔ یہ تاثر اس درجہ تک ہے کہ اگر ایک شخص نماز کو جو افضل عبادات ہے ایسی جگہ میں ادا کرے جو ایک جماعت کے اعمال واخلاق ناپسندیدہ سے متاثر ہو گئی۔ تو اس نماز کا جمال اور رونق اس نماز کے برابر نہیں جو ایسی جگہ میں ادا کی جائے جو ارباب جمعیت کی برکت سے متاثر ہو۔ یہی سبب ہے کہ حرم مکہ میں دو رکعت نماز غیر حرم میں بہت سی رکعتوں کے برابر ہے۔

(۱۱) ہمارے زمانہ میں تو حید یہ ہو گئی ہے کہ لوگ بازاروں میں جاتے ہیں اور بے ریش لڑکوں کو دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم تو حق سبحانہ کے حسن وجمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایسے گمراہوں سے خدا کی پناہ!

حضرت سید قاسم تبریزی قدس سرہٗ اس ولایت میں تشریف لائے تھے۔ ان کے گروہ کی ایک جماعت بازاروں میں پھرتی تھی۔ اور بے ریش لڑکوں کا نظارہ کرتی اور ان سے تعلق پیدا کرتی تھی اور کہتی تھی کہ صور جمیلہ میں ہم حق سبحانہٗ کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ حضرت سید بعض وقت فرماتے کہ ہمارے سور کہاں گئے ہیں؟ اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ وہ گروہ حضرت سید کی نظر بصیرت میں سور کی شکل میں دکھائی دیتا تھا۔

(۱۲) ایک روز آپ نے ایک شخص سے کہا کہ اگر تمہیں حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہ کی خدمت میں ایک نسبت حاصل ہو جائے اس کے بعد تم کسی دوسرے بزرگ کی خدمت میں چلے

جاؤ اور اس کی صحبت میں بھی وہی نسبت پھر حاصل ہو جائے۔ تو تم کیا کرو گے۔ کیا خواجہ
الدین کو چھوڑ دو گے۔ پھر آپ ہی فرمایا۔ کہ کسی دوسری جگہ سے اگر تمہیں وہی نسبت حاصل ہو
تمہیں چاہئے کہ اس کو حضرت خواجہ بہاء الدین سے سمجھو۔ اور یہ حکایت بیان کی۔ کہ قطب الد
حیدر کے مریدوں میں سے ایک مرید شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں گیا
نہایت بھوکا تھا۔ اس نے اپنے پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شیئاً للہ قطب الد
حیدر۔ شیخ شہاب الدین کو جو اس کا حال معلوم ہوا تو اپنے خادم کو حکم دیا۔ وہ کھانا اس کے پاس
گیا۔ جب وہ درویش کھانا کھا کر فارغ ہوا تو پھر پیر کے گاؤں کی طرف منہ کر کے کہا۔ شکر اللہ
قطب الدین حیدر۔ کہ آپ نے ہم کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔ جب خادم حضرت شیخ کے پاس گیا
آپ نے پوچھا کہ تم نے اس درویش کو کیسا پایا۔ خادم نے عرض کیا کہ وہ مہمل شخص ہے۔ کھا
آپ کا کھاتا ہے مگر شکر قطب الدین حیدر کا کرتا ہے۔ شیخ نے فرمایا کہ مریدی اس سے سیکھنی
چاہئے کہ ظاہری و باطنی فائدہ جس جگہ پائے اسے اپنے پیر کی برکت سے سمجھے۔

(۱۳) ایک روز سادات کی توقیر و تعظیم کے بارے میں فرما رہے تھے کہ جس بستی میں سادات
ہوں اس میں رہنا نہیں چاہتا۔ کیونکہ ان کی بزرگی اور شرف زیادہ ہے۔ میں ان کی تعظیم کا حق
نہیں لا سکتا۔

ایک روز امام اعظم رضی اللہ عنہ درس کی مجلس میں کئی بار اٹھے کسی کو اس کا سبب معلوم
ہوا آخر کار حضرت امام کے ایک شاگرد نے دریافت کیا۔ حضرت امام نے فرمایا کہ سادات علوی کا
ایک لڑکا ان لڑکوں میں سے ہے جو مدرسہ کے صحن میں کھیل رہے ہیں۔ وہ لڑکا جب اس درس کے
قریب آتا ہے اور اس پر میری نظر پڑتی ہے تو میں اس کی تعظیم کے لئے اٹھتا ہوں۔

(۱۴) کشف قبور یہ ہے کہ صاحب قبر کی روح مثالی صورتوں میں سے کسی مناسب صورت
کے ساتھ متمثل ہو جاتی ہے۔ صاحب کشف اس کو بصیرت کی آنکھ سے اسی صورت میں مشاہدہ کرتا
ہے لیکن چونکہ شیطانوں کو مختلف صورتوں اور شکلوں کے ساتھ متمثل و متشکل ہو جانے کی قوت ہوتی
ہے اس لئے ہمارے خواجگان قدس اللہ ارواحہم نے اس کشف کا اعتبار نہیں کیا ہے۔ اصحاب قبور
کی زیارت میں ان کا طریقہ یہ ہے کہ جب وہ کسی بزرگ کی قبر پر پہنچتے ہیں تو اپنے تئیں تمام

علائق اور نسبتوں سے خالی کر کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں کہ کیا نسبت ظاہر ہو۔ اس نسبت
سے صاحب قبر کا حال معلوم کر لیتی ہیں۔ اور بیگانوں کی صحبت میں بھی ان کا یہی طریقہ ہے۔ کہ
جس کے پاس بیٹھے وہ اپنے باطن پر نظر ڈالتے ہیں۔ جو کچھ اس شخص کے آنے کے بعد ظاہر
ہوا جان لیتے ہیں۔ کہ یہ اس کی نسبت ہے۔ اور ہمارا اس میں کچھ دخل نہیں۔ اس نسبت کے
حاصل ہونے کا سبب یا قبر سے اس سے پیش آتے ہیں۔

(۱۵) محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ موت کے بعد اولیاء اللہ ترقی کرتے ہیں۔

(۱۱) اس سلسلہ کے خوجگان قدس اللہ ارواحہم ہر ریاکار و بازیگر کی طرف نسبت نہیں رکھتے۔
اس کا کارخانہ بلند ہے۔

(۱۷) ہر زمانہ میں رجال غیب صالحین میں سے اس شخص کی صحبت میں رہتے ہیں۔ جو
رخصت پر عمل کرتا ہے۔ یہ گروہ رخصت سے بھاگتا ہے۔ رخصت پر عمل کرنا ضعیفوں کا کام
ہے۔ ہمارے خواجگانِ قدس اللہ ارواحہم کا طریقہ عزیمت ہے۔

(۱۸) جس وقت آپ عزیمت و احتیاط کے طریق سے کوئی کام کرتے۔ تو فرماتے کہ لقمہ
حرام میں احتیاط کرنا ضروریات سے ہے۔ چاہئے کہ کھانا پکانے والا باوضو ہو۔ وہ شعور و آگاہی
کی چولہے میں رکھے اور آگ جلائے۔ جس پکانے میں غصہ یا پریشان باتیں ظہور آئیں
حضرت خواجہ بہاء الدین قدس سرہٗ اس کھانے کو نہ کھاتے۔ اور فرماتے کہ اس کھانے میں ظلمت
ہے میں اس کا کھانا جائز نہیں۔

(۱۹) چاہئے کہ مرید کی توجہ پیر کے دو ابرو کے درمیان ہو۔ اور پیر کو تمام اوقات اور احوال
میں آگاہ و حاضر سمجھے تا کہ پیر کی بزرگی اور عظمت اس میں تصرف کرے اور جو چیز پیر کے حضور میں
نامناسب ہو وہ مرید کے باطن سے کوچ کر جائے۔ اور اس امر کے کمال کے سبب سے یہ حال ہو
جائے کہ پیر و مرید کے درمیان سے حجاب اٹھ جائے اور پیر کی تمام مرادیں اور مقاصد بلکہ اس کے
احوال بواردات مرید کے مشاہدہ و معائنہ میں آ جائیں۔

عزیمت شریعت میں اصل شروع کو کہتے ہیں۔ اور رخصت اسے بولتے ہیں جو کسی عذر کے سبب سے مباح
کیا گیا ہو حالانکہ اس کی حرمت کی دلیل قائم ہو۔

(۲۰) ردی خطرات اور طبعی مقتضیات میں گرفتاری سے خلاصی کا طریق تین چیزوں میں ایک ہوسکتی ہے۔ اول یہ کہ اعمال خیر جو اس گروہ نے مقرر کئے ہیں ان میں سے ہر ایک عمل اوپر لازم کرلے کہ میں ایسا نہیں کہ خود بخود اس بلا سے خلاصی حاصل کرسکوں اور عاجزی کے طور پر ہمیشہ حق سبحانہٗ کی جناب میں تضرع اور انکساری کرے تاکہ حق سبحانہ اس کو اس بلا سے نجات دے۔ تیسرے یہ کہ حاضرین سے پوچھا کہ ان تین طریقوں میں سے بہتر کونسا ہے۔ آپ ہی فرمایا کہ پیر کی ہمت سے مدد مانگنا اور اس کی طرف متوجہ ہونا بہتر ہے۔ کیونکہ طالب صورت میں اپنے تئیں حق سبحانہ کی طرف توجہ سے عاجز سمجھ کر پیر کو اس توجہ اور حق سبحانہ کی جناب میں وصول کا وسیلہ بناتا ہے۔ یہ امر حصول نتیجہ کے قریب تر ہے۔ جو کچھ طالب کا مقصود ہے اس تقدیر پر زیادہ جلدی متفرع ہوگا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ پیر کی ہمت سے مدد طلب کرنے والا ہوگا۔

(۲۱) عبادت سے مراد یہ ہے کہ اوامر پر عمل کریں اور نواہی سے پرہیز کریں۔ عبودیت مراد حق سبحانہ کی جناب کی طرف ہمیشہ توجہ واقبال ہے۔

(۲۲) شریعت طریقت حقیقت تین چیزیں ہیں ظاہر پر احکام کا جاری کرنا شریعت جمعیت باطمن میں تعمل وتکلف طریقت ہے۔ اور اس جمعیت میں رسوخ حقیقت ہے۔

(۲۳) سیر دو طرح کی ہے۔ سیر مستطیل[1] اور سیر مستدیر۔ سیر مستطیل بُعد در بُعد ہے اور مستدیر قُرب در قُرب ہے۔ سیر مستطیل سے مراد مقصود کو اپنے دائرے کے خارج سے طلب کرنا ہے اور سیر مستدیر اپنے دل کے گرد پھرنا اور مقصود کو اپنے سے ڈھونڈنا ہے۔

(۲۴) علم دو ہیں۔ علم وراثت اور علم لدنی۔ علم وراثت وہ ہے جس سے پہلے کوئی عمل ہو چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

لمن عمل بما علم ورثه الله علم مالم يعلم. جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو وارث بناتا ہے اس علم کا جو اسے معلوم نہیں۔

اور علم لدنی وہ علم ہے جس سے پہلے کوئی عمل نہ ہو۔ بلکہ بغیر کسی سابق عمل کے حق سبحانہ محض عنایت بے علت سے اپنے پاس سے بندے کو کسی خاص علم کے ساتھ مشرف کرے۔ چنانچہ

---

[1] سیر مستطیل سے مراد سیر آفاقی سے مستدیر سے مراد سیر انفسی ہے۔

حق سبحانہ کا ارشاد ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (سورہ اور سکھایا تھا ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم ۹۶)

آپ نے فرمایا کہ علم کی طرح اجر بھی دو قسم کا ہے۔ اجر ممنون اور اجر غیر ممنون۔ اجر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو۔ بلکہ محض موہبت ہو۔ اور اجر غیر ممنون وہ ہے جو کسی عمل کے مقابلہ میں ہو۔

(۲۵) لوگوں نے خیال کیا ہے کہ شاید کمال توانا الحق کہنے میں ہے۔ نہیں بلکہ کمال اس میں ہے کہ وہ کیا جائے اور کبھی اُسے یاد نہ کیا جائے۔

(۲۶) فنائے مطلق کے معنی یہ نہیں کہ صاحب فنا کو اپنے اوصاف وافعال کا شعور نہ ہو۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ بطریق ذوق اپنے آپ سے اوصاف وافعال کے اسناد کی نفی کرے اور فاعل حقیقی اہل ذکر کے لئے اسناد ثابت کرے۔ وہ جو صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ ارواحہم نے فرمایا ہے کہ نفی کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی اس کے یہی معنی ہیں۔ آپ نے مثال کے طور پر فرمایا کہ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں عاریتی ہے اور مجھے اس کے عاریتی ہونے کا علم نہیں۔ اور اس سبب سے اس کو میں اپنی ملک سمجھتا ہوں اس سے تعلق رکھتا ہوں۔ ناگاہ مجھے اس کپڑے کے عاریتی ہونے کا علم ہوگیا۔ اسی وقت میرا تعلق اس سے منقطع ہوگیا۔ حالانکہ میں بالفعل پہن رہا ہوں۔ اسی طرح تمام صفات کو قیاس کرنا چاہئے کہ سب عاریتی ہیں۔ تاکہ غیر حق سبحانہ سے دل منقطع ہوجائے اور پاک ومطہر ہوجائے۔

(۲۷) وصل حقیقت میں یہ ہے کہ دل بطریق ذوق حق سبحانہ کے ساتھ جمع ہوجائے۔ جب یہ جمع دائم ہوجائے تو اسے دوام وصل بولتے ہیں۔ نہایت یہی ہے۔ وہ جو حضرت خواجہ بہاء الدین قدس اللہ تعالیٰ سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ اس سے مراد یہی ہے اور وہ جو آپ نے فرمایا ہے کہ ہم محض قبولیت کا واسطہ ہیں۔ ہم سے منقطع ہونا چاہئے مقصود سے ملنا چاہئے یہی وصل ہے۔

(۲۸) تجلی کے معنی کشف ہیں۔ اس امر کا ظہور دو طرح سے ہوسکتا ہے۔ ایک کشف عیانی جو

دار جزا میں سر کی آنکھ کے ساتھ مقصود کے جمال کا مشاہدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ غلبہ محبت کے غائب کو کثرت سے حاضر کرنے کے ذریعہ سے وہ غائب مثل محسوس کے ہو جائے۔ کیونکہ محبت میں سے ہے کہ وہ غائب کو مثل محسوس کے کر دیتی ہے۔ دنیا میں ارباب کمال کے قدم یہی ہے۔

(۲۹) اگر ہم شیخی کرتے تو اس زمانہ میں کسی شیخ کو مرید نہ مل سکتا۔ لیکن ہمیں اور کام ہے کہ مسلمانوں کو ظالموں کے شر سے بچائیں۔ اس واسطے ہمیں بادشاہوں سے میل جول ان کے نفوس کو مسخر کرنا اور اس عمل کے ذریعہ سے مسلمانوں کی مطلب برآری ضروری ہے۔

(۳۰) حق سبحانہ نے محض عنایت سے مجھے ایسی قوت عطا کی ہے کہ اگر میں چاہوں تو رقعہ سے بادشاہ خطا کو جو الوہیت کا دعویٰ کرتا ہے ایسا کر دوں کہ بادشاہت کو چھوڑ کر خطا سے خار و خاشاک میں دوڑتا ہوا اپنے تئیں میری آستان پر پہنچ جائے۔ لیکن باوجود ایسی کے ہم خدا کے حکم کے منتظر ہیں۔ جس وقت وہ چاہے اور حکم دے وقوع میں آئے گا۔ اس کے لئے ادب لازم ہے۔ ادب یہ ہے کہ بندہ اپنے تئیں حق سبحانہ کے ارادہ کا تابع بنائے۔ حق تعالیٰ کو اپنے ارادہ کا تابع بنائے۔ (رشحات۔ نفحات)

❊❊❊

۲۱۔ مولانا محمد زاہد وخشی قدس سرہٗ

تعلق:

آپ کا انتساب طریقہ نقشبندیہ میں حضرت خواجہ احرار سے ہے۔ بقول شیخ شرف الدین حسین مجددی صاحب روضۃ السلام آپ خواجہ یعقوب چرخی کے رشتہ دار بلکہ نواسہ تھے۔ آپ نے ذکر کی تلقین ان کے کسی خلیفہ سے حاصل کی تھی۔ جب خواجہ احرار کے ارشاد کا آوازہ آپ کے کان میں پہنچا تو حصار سے سمرقند کی طرف روانہ ہوئے۔ اور سمرقند میں پہنچ کر محلہ بالسرا میں اترے۔ محلہ دانسرا سے حضرت خواجہ کا مسکن تین کوس پر تھا۔ حضرت کو بذریعہ کشف معلوم ہو گیا کہ مولانا زاہد ہماری ملاقات کے لئے آرہے ہیں آپ کے دل میں آیا کہ مولانا کے استقبال کے لئے نکلیں۔ عین دوپہر کے وقت آپ نے فرمایا کہ سواری کا اونٹ لاؤ۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ تمام مریدین ساتھ تھے۔ کسی کو معلوم نہ تھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپ نے اونٹ کو اس کے حال پر چھوڑ دیا کہ جہاں چاہے چلا جائے۔ جب حضرت مولانا کے قیامگاہ پر پہنچے تو اونٹ خود بخود رُک گیا۔ اور حضرت اُتر پڑے۔ مولانا کو حضرت کی تشریف آوری کی خبر ہوئی تو بے اختیار دوڑے آئے۔ اور حضرت کا استقبال کیا۔ اور آپ کے پاؤں کو بوسہ دیا۔ مولانا نے خلوت میں اپنے واردات و معاملات حضرت کے آگے پیش کئے اور بیعت کی خواہش کی۔ حضرت نے آپ کو بیعت کر کے اُسی مجلس میں درجہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور خلافت عطا کر کے وہیں سے رخصت کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت کے بعض اصحاب آتش غیرت میں جلنے لگے۔ کہ مولانا محمد زاہد کو آپ نے پہلی ہی صحبت میں خلافت عطا فرما دی۔ حالانکہ ہم برسوں سے آپ کی خدمت کر رہے ہیں۔ مگر ہم پر یہ عنایت نہیں فرمائی۔ حضرت نے فرمایا کہ مولانا زاہد چراغ اور تیل بتی تیار کر کے ہمارے پاس آئے تھے۔ ہم نے اس کو صرف روشن کر کے رخصت کر دیا۔ یہ معاملہ حضرت

خواجہ کے تصرف عظیم اور مولانا کے کمال استعداد و قابلیت پر دلالت کرتا ہے۔

وصال مُبارک:

مولانا محمد زاہد قدس سرہ کا وصال موضع وخش[1] میں غرہ ربیع الاول ۹۳۶ھ میں ہوا وہیں دفن ہوئے۔ (حضرات القدس مصنفہ شیخ خواجہ بدرالدین سرہندی خلیفہ مجدد الف ثانی خزینۃ الاصفیا۔ مصنفہ جناب مفتی غلام سرور لاہوری)

***

[1] معجم البلدان یاقوت حموی میں ہے کہ وخش نواح بلخ میں ولایت ختلان کا ایک شہر ہے۔ ختل سے یہ شہر اس قدر متصل ہے کہ دونوں ایک بستی سمجھے جاتے ہیں۔ یہ بڑی بستی دریائے جیحوں کے کنارے پر ہے۔ وہاں شاہی عمارتیں ہیں۔ حضرات القدس میں ہے کہ وخش ایک گاؤں کا نام ہے جو حصار کے مضافات سے ہے۔

۲۱۔ مولانا درویش محمد قدس سرہٗ

مولانا درویش محمد کو اپنے ماموں مولانا محمد زاہد سے خلافت ہے۔ صاحب تذکرہ ۃ الاولیاء لکھتے ہیں کہ خواجہ درویش محمد بیعت سے پندرہ سال پہلے زہد و ریاضت میں مشغول رہا کرتے تھے۔ اور تجرید و تفرید کی حالت میں بے خور و خواب ویرانوں میں اوقات بسر کرتے تھے۔

صبر و قناعت کی طلب:

ایک روز بھوک کی شدت میں آسمان کی طرف منہ اُٹھایا۔ اُسی وقت حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ اگر صبر و قناعت مطلوب ہے تو خواجہ محمد زاہد کی خدمت میں جاؤ۔ وہ تم کو صبر و قناعت سکھا دیں گے۔ یہ سن کر حضرت مولانا خواجہ ممدوح کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور مراحل تکمیل کو پہنچے۔ اور ان کے انتقال کے بعد ان کے مستقل نائب ہو گئے۔ ورع و تقویٰ۔ عمل بالسنت اور حفظ نسبت میں آپ شان عظیم رکھتے تھے۔ طریق گمنامی اور حالات کے چھپانے کا بڑا اہتمام تھا۔ اسی واسطے آپ بچوں کو قرآن شریف پڑھایا کرتے تھے۔ تاکہ کسی کو آپ کے حال و کمال سے آگاہی نہ ہونے پائے۔ ایک روز کسی ترک درویش کا آپ کے شہر میں گذر ہوا۔ اُس نے کہا کہ یہاں ایک مردِ خدا کی بو آتی ہے۔ اور مولانا درویش محمد کی طرف اشارہ کیا۔

شہرت کی وجہ:

آپ کے صاحبزادے مولانا خواجگی امکنگی سے روایت ہے کہ میرے والد کی شہرت کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک روز ایک درویش نے شیخ نورالدین خوافی کے حالات کا تذکرہ کیا۔ والد ماجد نے میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ بیٹا! یہ شیخ بہت بزرگ معلوم ہوتے ہیں۔ جب اس طرف ان کے آنے کا اتفاق ہوگا۔ میں بھی ان سے ملوں گا۔ اس ارشاد کے چند روز بعد شیخ ممدوح کا

نواح امکنہ میں گزر ہوا۔ میرے والد نے جب ان کے آنے کی خبر سنی تو آپ ان ہی کپڑوں
جو آپ کے بدن مبارک پر تھے کچھ ہدیہ لے کر شیخ کی ملاقات کے لئے روانہ ہوئے۔ میں
آپ کے ہمراہ تھا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو انہوں نے میرے والد سے خوب معانقہ کیا اور دیر
بغلگیر رہے۔ پھر شیخ دوزانو مراقب ہو کر بیٹھ گئے اور میرے والد بھی بیٹھے رہے۔ بعد ازاں
ماجد نے رخصت کی اجازت چاہی۔ شیخ نے چند قدم مشایعت کر کے رخصت کیا۔ والد کے
آنے کے بعد شیخ نے حاضرین مجلس سے پوچھا کہ یہاں کے طالبان خدا اس بزرگ کے
بہت آمد و رفت رکھتے ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہ تو کوئی شیخ نہیں۔ بلکہ ایک ملا ہیں جو بچوں
قرآن پڑھانے میں مشغول رہتے ہیں۔ یہ سن کر شیخ نورالدین نے فرمایا کہ یہاں کے لوگ
اندھے اور مردہ دل ہیں جو ایسے درویش کامل سے فائدہ و فیض حاصل نہیں کرتے۔ جب شیخ کا
کلمہ مشہور ہوا۔ تو ہر طرف سے طالبان طریقت آپ کی خدمت میں آنے لگے۔ مگر آپ ہمیشہ
گوشہ نشینی اور گمنامی کی لذت کو یاد کیا کرتے اور خلق خدا کی آمد و رفت کی کثرت سے دل تنگ
کرتے تھے۔

کرامت

شیخ حسین خوارزمی کردی قدس سرہٗ اپنے وقت کے مقتدر تھے۔ جہاں کہیں تشریف
لے جاتے وہاں کے مشائخ کی ان کے تصرفات کے سامنے کوئی ہستی نہ رہتی۔ جو درویش آپ کی
ملاقات کو آتا آپ اس کی نسبت سلب کر لیتے۔ رفتہ رفتہ مولانا درویش محمد کے شہر میں بھی ان کا گزر
ہوا۔ شہر کے مشائخ ان کی ملاقات کے لئے گئے۔ مولانا نے فرمایا کہ ہم کو بھی شیخ حسین کی ملاقات
کے لئے جانا چاہئے۔ یہ فرما کر مولانا نے شیخ موصوف کی نسبت اپنے باطن میں اندر ہی اندر سلب
کر لی۔ ادھر شیخ حسین اپنے آپ کو نسبت سے خالی پا کر حیران و پریشان ہوئے۔ جب حضرت
مولانا ملاقات کے لئے سوار ہوئے تو اس وقت شیخ نے اپنے باطن میں نسبت کی بو پائی۔ جیسا کہ
حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص کی بو پائی۔ تھی جب وہ مصر سے
روانہ ہوئے تھے۔ شیخ اونٹ پر سوار ہو کر نسبت کی بو کے پیچھے پیچھے روانہ ہوئے۔ جس قدر شیخ
حضرت مولانا سے قریب ہوتے جاتے تھے۔ اپنی گم شدہ نسبت کی بو زیادہ محسوس کرتے تھے۔

راستے میں شیخ و مولانا میں باہم ملاقات ہوئی تو وہ بو بھی وہیں منقطع ہو گئی۔ اسی وقت شیخ
جان لیا کہ میری نسبت حضرت مولانا نے اپنے تصرف سے سلب کر لی ہے۔ شیخ نے نہایت
اصرار اور بے حد تواضع کی۔ اور نہایت عاجزی سے کہا کہ مجھے یہ علم نہ تھا کہ یہ اقلیم آپ کے زیر
حکومت ہے۔ اب میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ حضرت مولانا کو شیخ پر رحم آیا اور سلب شدہ نسبت
واپس دے دی۔ چنانچہ شیخ نے اُسی وقت اپنے آپ کو نسبت سے معمور پایا۔ اور اسے غنیمت سمجھ کر
بسواری پر واپس ہوئے۔ اور اپنے قیام گاہ پر پہنچ کر وطن واپس ہو گئے۔

وصال مبارک:

حضرت مولانا درویش محمد کی تاریخ وصال روز پنجشنبہ ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ ہے۔ مزار
قریہ موضع استرار میں ہے جو شہر سبز واقع ماوراء النہر کا مشہور موضع ہے۔ (حضرات القدس۔ خزینۃ
الاصفیاء)

❋❋❋

۲۳۔ مولانا خواجگی اِمکنگی قدس سرہٗ

آپ کا اسم مبارک خواجگی ہے۔ جس کے لفظی معنی منسوب بہ خواجہ ہیں۔ آپ موضع اِمکنہ میں رہا کرتے تھے جو بخارا کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے۔ اس گاؤں کی طرف منسوب کر کے آپ کو اِمکنگی بولتے ہیں۔

ظاہری و باطنی تربیت:

آپ کی تربیت ظاہری و باطنی اپنے والد بزرگوار خواجہ درویش محمد قدس سرہٗ سے ہے اور اُن ہی سے آپ کو خلافت ہے۔

آپ تیس برس تک مسند خلافت پر رونق افروز رہے۔ اگرچہ معمر ہو گئے تھے۔ مگر آنے جانے والوں کی خدمت خود کیا کرتے تھے۔ مہمانوں کے لئے کھانا خود لاتے۔ بلکہ بسا اوقات مہمانوں کے خادموں اور سواریوں کی بھی خود خبر گیری کیا کرتے تھے۔

آپ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ کے اصل طریقہ کے پابند تھے۔ اور ذکر جہر وغیرہ محدثات طریقہ سے پرہیز کرتے تھے۔ عابد و زاہد اور صاحب کرامات و خوارق تھے۔ اپنے حالات کے اخفاء میں بہت کوشش کرتے تھے۔ اپنے وقت میں طالبان طریقت کے مرجع تھے۔ تصرف باطنی کا یہ عالم تھا کہ علماء و فضلاء اور امراء و فقراء استفاضہ کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے بلکہ ملوک و سلاطین آپ کے آستانہ عالیہ کی خاک کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے تھے۔

کرامات:

(۱) عبداللہ خان والئے توران نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان خیمہ کھڑا ہے۔

اس کے دروازے پر آنجناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم التحیۃ والصلوٰۃ تشریف رکھتے ہیں۔ ایک بزرگ بارگاہ رسالت کے دروازے پر عصا ہاتھ میں لئے عرض بیگی کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ اور خلائق کے مقدمات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں پیش کر کے جواب لا رہے ہیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس بزرگ کے ہاتھ ایک تلوار مجھے ارسال فرمائی اور انہوں نے کمر میں لٹکا دی۔ اس کے بعد عبداللہ خان کی آنکھ کھل گئی۔ خان موصوف نے اس بزرگ کی تلاش شروع کی۔ آخر کار اس کے ایک مصاحب نے عرض کیا کہ اس حلیہ کے بزرگ خواجہ امکنگی ہیں۔ بادشاہ یہ سُن کر بہت خوش ہوا۔ اور بڑے شوق سے ہدایا و تحائف لے کر حاضر خدمت ہوا۔ آپ کا حلیہ بعینہٖ وہی پایا جو خواب میں دیکھا تھا۔ نہایت تواضع اور نیاز مندی سے ہدایا قبول کرنے کی التماس کی۔ مگر مولانا نے قبول نہ کیا۔ اور فرمایا کہ فقر کی حلاوت نامرادی اور گمنامی میں ہے۔ بادشاہ نے آیہ شریفہ **اطیعو اللہ و اطیعو الرسول و اولی الامر** منکم پیش کی۔ تب آپ نے مجبوراً قبول فرمایا۔ اس کے بعد بادشاہ ہر روز صبح کے وقت نہایت انکساری کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا۔

عالم سمرقند کو فتح دلا دی:

سنا گیا ہے کہ پیر محمد خاں نے پچاس ہزار سوار ساتھ لے کر سمرقند پر چڑھائی کی۔ باقی محمد خاں عالم سمرقند کے پاس صرف چودہ ہزار سوار و پیادہ تھے۔ وہ بغرض استمداد حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت نے بذاتِ خود پیر محمد خاں کے پاس جا کر نصیحت کی۔ مگر وہ صُلح پر راضی نہ ہوا۔ اس لئے آپ خفا ہو کر واپس آئے۔ اور باقی محمد سے فرمایا کہ اگر تو دل سے تائب ہو جائے کہ آئندہ خلق خدا پر کبھی ظلم نہ کرے گا اور انصاف و عدل سے حکومت کرے گا تو فتح پائے گا۔ باقی محمد نے عہد کیا کہ میں آئندہ ظلم و تعدی نہ کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ حملہ کرو۔ ملک ماوراء النہر کی سلطنت تجھے مبارک ہو۔ یہ فرما کر دستِ شفقت اُس کی پیٹھ پر رکھا اور اپنی قرص مبارک اس کی کمر پر باندھ دی۔ القصہ باقی محمد رخصت ہوا۔ اُس کے پیچھے مولانا بھی درویشوں کی ایک جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے اور شہر کے کنارے ایک پرانی مسجد میں قبلہ رو مراقب ہو بیٹھے۔ اور ہر ایک سے سر اٹھا کر پوچھتے تھے کہ کیا خبر ہے۔ اس اثناء میں یہ خبر آئی کہ باقی محمد خان نے فتح پائی اور پیر

محمد مارا گیا۔ اُس وقت مولانا مراقبہ سے اُٹھ کر اپنے قیام گاہ کو تشریف لائے۔

قلبی خیال سے آگاہی:

ایک درویش جو حضرت مولانا کا مرید تھا ناقل ہے کہ ایک رات حضرت کہیں تشریف لے جا رہے تھے۔ میں بھی دیگر خدام کے ساتھ ہمرکاب تھا۔ میرے پاؤں ننگے تھے۔ اتفاقاً کانٹا چبھا جس سے میں بے قرار ہو گیا۔ مجھے خیال آیا کہ اگر حضرت مجھ کو پاپوش عنایت فرماتے تو اچھا ہوتا۔ حضرت نے اس خیال سے آگاہ ہو کر فرمایا۔ ''جب تک پاؤں میں کانٹا نہیں چبھتا ہاتھ نہیں آتا۔''

تین طالب علموں کی نیت:

حضرت مولانا کے بڑے بڑے مریدوں سے سنا گیا ہے کہ تین طالب علم مختلف ارادوں سے حضرت کی خدمت میں آئے۔ ایک نے نیت کی کہ اگر حضرت فلاں قسم کا کھانا کھلائیں تو بے شک صاحب کرامت ہیں۔ دوسرے نے دل میں کہا کہ اگر فلاں قسم کا میوہ عطا فرمائیں تو ولی ہیں۔ تیسرے نے خیال کیا کہ اگر فلاں حسین لڑکے کو مجلس میں حاضر کریں تو صاحب خوارق ہیں۔ مولانا نے پہلے دو کو ان کے خیال کے مطابق کھانا اور میوہ عطا کیا۔ اور تیسرے سے فرمایا کہ درویشوں نے جو کمالات حاصل کئے ہیں وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع سے کئے ہیں۔ لہٰذا ان سے کوئی کام خلاف شریعت صادر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد تینوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ امر مباح کی نیت سے بھی درویشوں کے پاس نہیں آنا چاہئے کیونکہ بسا اوقات وہ ایسے کاموں کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتے۔ اور آنے والے بد اعتقاد ہو کر ان کی صحبت کی برکات سے محروم رہ جاتے ہیں۔ فقراء کے ہاں کرامتوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ ان کے پاس خالصۃً لوجہ اللہ آنا چاہئے تا کہ فیض باطنی کا کچھ حصہ ملے۔

وصال مُبارک:

حضرت مولانا نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنے خلیفہ خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کو ایک خط میں یہ دو شعر تحریر فرمائے۔

زماں تا زماں مرگ یاد آیدم ندانم کنوں تا چہ پیش آیدم
چو ایں مبادا مرا از خدا دگر ہرچہ پیش آیدم شایدم

اس خط کے پہنچتے ہی حضرت کی وفات کی خبر خواجہ ممدوح کو پہنچی۔ آپ کی عمر نوے سال [illegible] تاریخ وصال ۱۰۰۸ھ ہے۔ آپ کا مولد و مرقد قریہ امکنہ ہے۔ (حضرات القدس۔ خزینۃ الاصفیاء)

❋❋❋

۲۴۔ سراج الملۃ مؤید الدین الرضی خواجہ محمد باقی قدس

ولادت باسعادت:

حضرت خواجہ محمد باقی عرف باقی اللہ قدس سرہٗ کو مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ
خلافت ہے۔ آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی عبدالسلام خلجی سمرقندی قریشی تھا۔ جو صاحب
وحال اور ارباب فضل وصفا سے تھے۔ اور ایک عرصے سے اپنے قبائل سمیت کابل میں سکونت
تھے۔ کابل ہی میں آپ نے شادی کی اور یہیں حضرت خواجہ ۹۷۱ھ میں یا ایک سال بعد
ہوئے۔ لڑکپن ہی سے بزرگی و ہمت اور تجرید وتفرید کے آثار آپ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔
ایام میں بعض وقت آپ تمام دن گوشہ تنہائی میں گزار دیتے۔ مولانا صادق حلوائی سے جو اُس
میں علماء کبار سے تھے۔ آپ نے علوم رسمی کی تعلیم شروع کی۔ اور مولانا کی رفاقت میں کابل
ماوراء النہر چلے گئے۔ اور اپنی علوفطرت کے سبب سے تھوڑے ہی عرصے میں اپنے ہم عصروں
امتیاز حاصل کیا۔

درویشی کا شوق:

علوم رسمی کا کچھ حصہ ابھی باقی تھا کہ آپ کو درویشی کا شوق دامنگیر ہوا۔ اس لئے آپ
ماوراء النہر کے شہروں میں جوان دنوں میں مشائخ کبار کا معدن تھا۔ اولیاء اللہ کی تلاش میں
لگاتے پھرے بعضوں سے مستفید ہوئے اور بعضوں کے ہاتھ پر توبہ وانابت کی تجدید کی۔ چنا
آپ خود بیان فرماتے ہیں۔ ''پہلے پہل خواجہ عبید کی خدمت میں گناہوں سے توبہ کی گئی۔
رجوع کا خیال اور ترک کا عزم باطن میں تھا۔ اور فاتحہ کی التماس ظاہر میں۔ خواجہ عبید مولانا
اللہ کے خلفاء سے تھے۔ اور مولانا لطف اللہ مولانا خواجگی دہیدی علیہ الرحمۃ کے خلیفہ تھے۔

اقامت کی توفیق حاصل نہ ہوئی تو دوسری بار حضرت بندگان افتخار شیخ کی خدمت میں توبہ
کی۔ وہ سمرقند میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت خواجہ احمد بسوی کی خاندان کے اکابر میں سے
تھے۔ اگرچہ شیخ سمرقندی راضی نہ تھے اور فرماتے تھے کہ تم جوان ہو۔ لیکن چونکہ فقیر کا ارادہ مصمم
تھا چار آپ نے فاتحہ پڑھی اور فرمایا کہ خدا استقامت بخشے۔ ان بزرگوں کی فراست کے
باعث عزیمت درہم برہم ہوگئی۔ اور عجیب خرابی پیدا ہوئی۔ تیسری مرتبہ فقیر کے قصد واختیار کے
بغیر حضرت امیر عبداللہ بلخی مدظلہٗ کی خدمت میں از سرنو توبہ ظہور میں آئی۔ یہ غیر مترقب نعمت تھی۔
ان بخششوں کی برکتیں تا قیامت رہیں گی۔ القصہ کچھ مدت اور نگہداشت حدود کے
قیام میں رہا۔ پھر اسم المعطی کی تاثیر نے اس دیوار کو توڑ دیا۔ آخر کار خدائے بے نیاز کی ہدایت
خواب میں خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الحق والدین کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور ان کی
توجہ سے صورت توبہ منعقد ہوئی۔ اور اہل اللہ کے طریقہ کی طرف میلان کا ظہور میں آیا۔ فقیر
نے طریق ایشبشت بکل حشیش ہر طرف ہاتھ مارتا تھا۔ انجام کار مخدوموں میں سے
کسی نے فرمایا کہ ذکر وہی نتیجہ خیز ہے جو بطریق عنعنہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک
پہنچی ہے۔ بندگی وبیقراری نے مجھے اس پر آمادہ کیا کہ اُسی بزرگ سے ذکر ومراقبہ کا طریق حاصل
کیا جائے۔ چنانچہ دو سال اُسی مخدوم کے بتائے ہوئے ذکر ومراقبہ اور اوراد کی پابندی کی گئی۔
اس زمانے میں آیا تھا کہ سالک جب تک تقریباً چالیس سال لا الٰہ کے میدان کو طے نہیں کرتا لا
کے اصول پر نہیں پہنچتا۔ اس لئے سادہ لوحی یہ خیال دلاتی تھی کہ عمر ذکر میں گزرنے کو غنیمت سمجھ
اسی طرح کی عبادت پر قناعت کر۔ اگرچہ اس اثنا میں دوسرے طریقہ کے سلوک کے لئے غیبی
اشارے ظہور میں آتے تھے۔ مگر فقیر اپنے مضبوط قدم کو جگہ سے نہ اُٹھاتا تھا۔ اور اسی
طریقہ (نقشبندیہ) کے بزرگوں کی زمین کرم میں وفیھا ما تشتھیہ الانفس[2] کا بیج بوتا تھا بدیں
امید کہ اللہ العزیز آخر کار کسی بزرگ کا دست کرم اس بیج کو ما لا عین رأت ولا اذن
سمعت کی نہر سے سیراب کرے گا۔ آخر کار فقیہ کشمیر میں (۹۹۹ھ) میں پہنچا اور حضرت شیخ بابا
قدس اللہ سرہ العالی کی ملازمت میں حاضر ہونے کا اتفاق پڑا اور ان کی نظر کی برکتوں سے بہرہ
اندوز ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر واحسان ہے کہ ان نظروں سے قبول کا دروازہ کھل گیا چونکہ حضرت شیخ کو

---

[2] اور اس میں وہ چیز ہے جسے جی چاہے۔

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بھی اجازت حاصل تھی اور فقیر طلب کی استعداد اس بزرگوار کے آ
طرف متوجہ تھی اس لئے اسی خانوادہ کی کھڑکی سے فیضان الٰہی پہنچنا شروع ہوا۔ جب حضرت
شیخ (۱۵ صفر ۱۰۰۱ھ میں) بہشت کی طرف انتقال کر گئے تو حضرت خواجگان نقشبندیہ کی
معہودہ جلوہ گر ہوئی۔ اور ان کی پاک روحیں مبشرات میں نظر آنے لگیں اور طرح طرح کی
کرنے لگیں۔ ان کی توجہ کی برکت سے اس نسبت میں قوت پیدا ہوگئی۔ اور غیبت کا دائرہ
راستہ روشن ہوگیا۔ اور ایک قسم کی جمعیت حاصل ہوئی۔ یہانتک کہ ان کی عنایات کی کشش
مخدومی حقائق پناہی ارشاد دستگاہی حضرت مولانا خواجگی امکنگی قدس سرہ العزیز کی خدمت
رسائی ہوگئی اور خوشی و رغبت سے ان سے بیعت و مصافحہ کر کے خواجگان کا طریقہ حاصل کیا
اور حضرت کی ملازمت اور خواجہ نقشبند اور ان کے خلفاء کی پاک روحوں کے طفیل سے اس
کے چلنے والوں اور اس درگاہ کے نیاز مندوں کے سلسلہ میں داخل ہوگیا۔ یا اللہ! مجھے مسکینی
حالت میں زندہ رکھنا اور مسکینی کی حالت میں موت دینا اور مسکینوں کے زمرہ میں اُٹھانا۔
علیٰ من اتبع الہدیٰ۔"

حضرت خواجہ کے بیان بالا سے پایا جاتا ہے کہ آپ اویسی تھے۔ یعنی آپ نے حضرت خواجہ
بہاء الحق والدین اور آپ کے خلفاء بلکہ خود جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت
سے تربیت پائی تھی۔ اور ان بزرگواروں کی نظر عنایات سے اِس خدمت کو انجام پر پہنچایا تھا۔
کی ابیات ذیل سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے۔

شنیدم کاشفِ راز نہانی ابو القاسم چراغ کرگانی
کہ بودے دردِ جاں نام اویسش[1] کہ باشد شربے از جام اویسش

[1] اولیاء اللہ کا ایک گروہ ہے جسے مشائخ طریقت و کبرائے حقیقت اویسی کہتے ہیں۔ اُن کو ظاہر میں کسی
حاجت نہیں۔ کیونکہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم اُن کو بلا واسطہ غیر سے اپنی عنایت کی گود
طرح پالتے ہیں۔ جس طرح آپ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کو پالا تھا۔ یہ بہت بڑا مقام
طریقہ نقشبندیہ کے بہت سے مشائخ کی توجہ سلوک میں اسی مقام کی طرف تھی۔ چنانچہ شیخ بزرگوار
ابو القاسم کرگانی کا ابتدا میں یہی ذکر تھا کہ ہمیشہ کہا کرتے۔ اویس اویس۔ رسالہ قدسیہ۔ مصنفہ
پارسا۔

کم من کیں ہوس گیرد وماغم نیا بد نور ایں سودا چراغم
دلم زیں تلفظ گرچہ بند است سر بیخو است صید ایں کمند است

اگرچہ یہ کمال آپ کو پہلے ہی سے حاصل تھا۔ مگر چونکہ پیر ظاہر سے چارہ نہیں۔ اس لئے
میں مولانا خواجگی سے اجازت حاصل کی۔

ہندوستان میں تشریف آوری:

حضرت مولانا خواجگی قدس سرہٗ سے بیعت ہونے سے پیشتر آپ ہندوستان میں بھی
لائے۔ یہاں آپ کے ہمسروں میں سے بعض لوگوں نے جو شاہی مناصب پر مامور
آپ کی مادی ترقی کی غرض سے چاہا کہ آپ بھی ارباب لشکر کے زمرہ میں داخل ہو کر دنیوی
متاع سے تونگری حاصل کریں۔ لیکن چونکہ آپ کی قسمت میں دولت دین و متاع یقین کی
تونگری مقدر تھی۔ اس لئے ان کی کوشش رائگاں گئی۔ ایک درویش جو آپ کے ہمراہ تھا بیان کرتا
کہ آپ نے سالکوں اور مجذوبوں کی تلاش میں اس قدر کوشش کی کہ اس سے بڑھ کر طاقت
تصور نہیں۔

شہر لاہور میں آمد:

شہر لاہور میں برسات کے موسم میں کیچڑ کی کثرت سے کوچوں سے گزرنا بہت دشوار تھا
آپ باوجود نازک تنی کے بہت سی گزرگاہوں پہاڑوں، ویرانوں، قبرستانوں، بیابانوں اور
لوگوں کو ارباب باطن کی ملاقات کے شوق میں کھوندتے پھرتے تھے۔ ایک روز میرے دل میں یہ
ہوا کہ میں بھی آپ کے ساتھ چلوں۔ آپ نے ہر چند منع فرمایا مگر میں باز نہ آیا۔ جب
چند کوچے آپ کی رفاقت میں طے کئے تو کیچڑ کی کثرت کے سبب سے میں تھک گیا۔ اور
پاؤں میں درد ہونے لگا۔ پاس ادب و حیاء میں اپنا حال ظاہر نہ کر سکتا تھا۔ یہانتک کہ خود
میرے حال سے آگاہ ہو کر مجھے واپس کر دیا۔ اُس وقت میں نے جان لیا کہ آپ ظاہری
سے نہیں بلکہ دوسرے قدموں سے یہ راہیں طے کر رہے ہیں۔

قطع ایں راہ بجز پائے جنوں نتواں کرد

مجذوب کی کرم فرمائی:

حضرت خواجہ کا یک اور رفیق بیان کرتا ہے کہ ان دنوں شہر لاہور کے ایک [illegible] قبرستان کے قریب ایک عجیب مجذوب صاحب احوال تھا۔ آپ کو اس کے حال سے آگاہی [illegible] تو اُس کے پیچھے پیچھے پھرا کرتے۔ وہ جس وقت آپ کو دیکھتا سوائے گالیاں دینے کے کچھ [illegible] کبھی آپ پر پتھر پھینکتا اور کبھی آپ سے متنفر ہو کر کسی اور جگہ بھاگ جاتا۔ لیکن حضرت خواجہ [illegible] طلب کے سبب سے اس کا پیچھا نہ چھوڑتے۔ یہاں تک کہ ایک روز اُس دیوانہ صورت فرزانہ [illegible] کی مہربانی کی رگ حرکت میں آئی۔ آپ کو اپنے پاس بلا کر حصول مراد کے لئے توجہات [illegible] دعائیں کیں۔ جن کی برکت سے آپ کو صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں۔ کہ ایک صادق القول صاحب دل نے جو اس وقت حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر تھا مجھ سے بیان کیا کہ حضرت ابھی ہندوستان سے ماوراء النہر تشریف نہ لے گئے تھے کہ ایک روز لاہور کی ایک مسجد میں فرض [illegible] ادا کرنے کے لئے تشریف لائے۔ ناگاہ اثنائے نماز میں آپ کے سینہ سے ایک ہیبت ناک آواز ظاہر ہوئی۔ جس سے تمام نمازی حیران ہوئے۔ امام کے سلام پھیرتے ہی حضرت خواجہ نہایت سرعت سے مسجد سے نکل گئے۔ اور اس دن کے بعد اپنے دو تین ساتھیوں کو جمع کر کے اپنے [illegible] پر جماعت کر لیا کرتے تھے۔

نماز کی کیفیت:

ایک اور بزرگ کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت خواجہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے [illegible] میں سے ایک میں بھی تھا۔ ایک روز میں نے اثنائے نماز میں دیکھا۔ کہ حضرت خواجہ کا [illegible] مبارک قبلہ کی طرف ہے اور ہماری طرف بھی۔ اور ہمیں دیکھ رہے ہیں۔ یہ حال دیکھ کر مجھ [illegible] رعشہ پیدا ہو گیا۔ تھر تھراتے ہوئے بڑی دشواری سے میں نے نماز پوری کی۔ اور جو کچھ دیکھا [illegible] حضرت کی خدمت میں عرض کیا۔ مسکرا کر فرمایا کہ اس واقعہ کا کسی سے ذکر مت کرنا۔ یہ دو معاملے [illegible] اس امر پر شاہد عدل ہیں کہ حضرت خواجہ کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال [illegible] مناسبت حاصل تھی۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ روایت ہے کہ نماز میں آپ کے سینہ انور سے ایک ایسا جوش اُٹھتا تھا کہ جس کی آواز ایک میل تک پہنچتی تھی۔ اور یہ بھی حضور [illegible]

[illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل سے ہے۔ کہ آپ جس طرح سامنے دیکھتے تھے اُسی طرح پیچھے سے [illegible] آپ کو ہر چیز نظر پڑتی تھی۔ لیکن حضور سرورِ انبیاء کو یہ کیفیت ہر وقت حاصل تھی۔ پس حضور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اِس بزرگ کو اگر نماز میں جو معراج مومن ہے آنحضرت صلی [illegible] علیہ وسلم کے غایت اتباع کے سبب سے کسی وقت یہ دولت حاصل ہو جائے تو محال نہیں۔ کیونکہ [illegible] کا قول ہے کہ تابع کامل کو متبوع کے تمام کمالات سے کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ملتا ہے۔

[illegible] و سیاحت:

اگرچہ حضرت خواجہ کو یہ حالات و کمالات حاصل تھے۔ اور طالبوں کا رجوع بھی آپ [illegible] کی طرف کثرت سے تھا۔ لیکن آپ کی عالی ہمت مشیخت اور تعلیم طریقت پر مائل نہ [illegible] ہندوستان سے ماوراء النہر اور بلخ و بدخشاں کی طرف کشاں کشاں لے گئی۔ تا کہ سلسلہ [illegible] اور دیگر سلاسل کے بزرگوں کی صحبت میں پہنچ کر فوائد حاصل کریں۔ اور احوال حاصلہ کی [illegible] کرائیں۔ اس سفر میں آپ مولانا شیر غانی قدس سرہ کی صحبت میں حاضر ہوئے۔ وہاں سے [illegible] طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں سے ہندوستان کے بعض دوستوں کو آپ نے ایک خط لکھا [illegible] شروع میں یہ شعر درج تھا۔

من از محیط محبت نشاں ہمے دیدم کہ استخوان عزیزاں بساحل افتاداست

[illegible] و خلافت:

اسی سفر میں آپ ماوراء النہر کے ایک شہر کو جا رہے تھے کہ حضرت مولانا خواجگی واقعہ [illegible] پر نمودار ہوئے اور فرمانے لگے اے فرزند چشم ما بر راہ شما است۔

[illegible] اس واقعہ سے بہت خوش وقت ہوئے اور بے ساختہ یہ شعر آپ کی زبان پر جاری [illegible]

[illegible] غم آسودہ کہ ناگہ زکمیں میں غم سے آسودہ جا رہا تھا کہ اچانک گھات میں

[illegible] آشوب نگاہے سر راہم بگرفت سے ایک جہاں آشوب نگاہ نے مجھے راستے میں گھیر لیا۔

[illegible] کوتاہ جب آپ مولانا موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے تو مولانا نے آپ پر

نہایت عنایات ورعایت مبذول فرمائیں۔ اور آپ کے احوال حاصلہ سُن کر آپ کو تین دن اپنی صحبت میں رکھا۔ اور بعض مزید فوائد کی اطلاع دے کر فرمایا۔ کہ تمہارا کام بعنایت الٰہی سلسلہ عالیہ کے اکابر کی روحانیت کی تربیت سے انجام کو پہنچا ہوا ہے۔ اب تم پھر ہندوستان جاؤ تا کہ تمہارے ذریعہ سے یہ سلسلہ عالیہ وہاں پوری رونق پائے۔ اور وہاں کے عالی تمہاری تربیت کی برکت سے کامیابی حاصل کریں۔ آپ نے انکسار و دید قصور سے بہت سے عذر پیش کئے۔ مگر حضرت مولانا اصرار سے باز نہ آئے۔ استخارہ کیا تو اس حضرت مولانا ہی کی تائید ہوئی۔ اس لئے ناچار آپ کو ہندوستان آنا پڑا۔

ہندوستان میں دوبارہ آمد:

جب حضرت مولانا کے بعض قدیم الخدمت صاحب نسبت نے سنا کہ آپ نے خواجہ کو چند روزہ صحبت میں خلافت اور اجازت کاملہ عنایت فرما کر ہندوستان کی طرف جانے دیا ہے تو انہوں نے غیرت کے مارے شور مچایا۔ جب یہ خبر حضرت مولانا کو پہنچی تو آپ سے فرمایا کہ تم کو معلوم نہیں کہ یہ جوان درجہ تکمیل کو پہنچا ہوا تھا۔ وہ ہمارے پاس صرف اپنے حاصلہ کی تصحیح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ اور ضرور ہے کہ جو شخص جیسا آئے گا ویسا جائے گا۔ حضرت خواجہ بیابانِ ہندوستان کے تشنہ لبوں کے لئے ابرِ رحمت بن کر اس طرف روانہ ہوئے زمانہ نے بزبان حال یہ شعر پڑھا۔

شکر شکن شوند ہمہ طوطیانِ ہند زیں قند پارسی کہ بنگالہ مے رود

لاہور اور دہلی میں قیام:

جب آپ ہندوستان میں پہنچے تو ایک سال شہر لاہور میں رہے۔ وہاں کے بہت علماء فضلاء آپ کی محبت کے گرویدہ ہو گئے۔ بعد ازاں شہر دہلی میں جو دارالاولیاء اور بیت الخلا تھا تشریف لائے اور قلعہ فیروزی میں سکونت اختیار کی۔ جو نہایت دلکشا اور ساحل دریا پر واقع اور جس میں ایک عظیم الشان بابرکت وصفا مسجد تھی۔ زمان وفات تک آپ یہیں سکونت رہے۔

نسبت انکسار آپ پر ایسی غالب تھی کہ اگر کسی طالب سے کوئی خطا سرزد ہو جاتی تو بجائے اس کے فقیر کیا کریں۔ یہ تو ہماری ہی بدصفتی کا اثر ہے۔ جو ان پر منعکس ہو رہا ہے۔ آپ کا تواضع کا یہ عالم تھا کہ جب کوئی طالب آپ کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوتا تو بہت سے عذر کرتے اور فرماتے کہ میں کس لائق ہوں۔ تم نے جو گمان کیا ہے میں اس کے شایاں نہیں تم کسی اور کو تلاش کرتے۔ اگر کوئی رہبر ملے تو مجھے بھی اطلاع دینا تا کہ ہم بھی اس کی خدمت میں حاضر ہوں۔ صادق العقیدہ طالب آپ کے آستانہ مبارک کو نہ چھوڑتے اور اپنے مقصود کو پہنچتے۔

کامل کا طالب:

کہتے ہیں کہ ایک خراسانی جوان حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی قدس سرہ کے مزار مبارک کا مجاور تھا اور حضرت کی روحانیت سے ایک پیر کامل کا طالب تھا جو قید حیات میں ہو۔ اتفاقاً حضرت باقی باللہ دہلی میں رونق افروز ہوئے تو اُس جوان کو واقعہ میں دکھایا گیا کہ طریقہ نقشبندیہ کا ایک بزرگ اب شہر میں وارد ہوا ہے تم اُس کی خدمت کو لازم پکڑو۔ چنانچہ وہ جوان حسب الامر آپ کی خدمت میں پہنچا۔ اور واقعہ عرض کر کے قبولیت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ مسکین اپنے تئیں اس کے شایاں نہیں سمجھتا۔ وہ کوئی دوسرا ہوگا۔ جب آپ نے بطریق انکسار بہت سے عذر کئے وہ جوان واپس چلا گیا۔ دوسری رات واقعہ میں اُس سے کہا گیا کہ پیر کامل وہی بزرگ ہیں جن کی خدمت میں تم حاضر ہوئے اور ان کی انکساری دیکھی۔ دوسرے روز وہ آپ کے آستانہ پر ایسا آیا کہ پھر واپس نہ گیا۔ اور شرف قبولیت حاصل کیا۔ اور دیکھا جو دیکھا۔

اسی طرح حضرت خواجہ کے خلیفہ حسام الدین کا بیان ہے کہ میں حسب الارشاد پیر کامل کی تلاش میں آگرہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اُس شہر میں پہنچ کر حیران و پریشان تھا۔ کہ کیا کیا جائے۔ اور دل میں کہتا تھا کہ آپ کے آستانہ پر حاضر ہو کر عرض کروں گا کہ میں نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی۔ مگر وہ بزرگ آپ فرما رہے تھے مجھے نہیں ملا۔ اسی اثناء میں ایک راستہ میں گزر رہا تھا کہ ایک مکان سے راگ کی آواز آئی۔ کان لگا کر بغور جو سنا تو قوال شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی یہ بیت گا رہے تھے۔

تو خواہی آستیں افشاں و خواہی دامن اندر کش مگس ہرگز نخواہد رفت از دکانِ حلوائی

یہ بیت سن کر مجھے مزید اشتیاق پیدا ہوا۔ اور حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو کر ماجرا بیان کیا۔ اور پایا جو پایا۔

درویش کا رونا:

ایک روز لاہور کے ایک فقیر نے واقعہ میں دیکھا کہ حضرت خواجہ ابلق گھوڑے پر سوار رہے ہیں۔ اور بہت سے لوگ آپ کے پیچھے ہیں۔ اور کہہ رہے ہیں کہ یہ قطب وقت ہیں۔ ازاں اُس درویش نے حاضر خدمت ہو کر قبولیت کی درخواست کی آپ نے حسب معمول پیش کیا۔ وہ بیچارہ مسجد میں آ کر درویشوں کے مجمع میں روتا ہوا کہنے لگا کہ یارو! کیا ناز و گداز اپنا جمال دکھا کر میرا دل لے لیا ہے۔ اب جو ناشاد و خانہ خراب حاضر خدمت ہوا ہوں تو جواب دیتے ہیں اور آستانہ سے نکالتے ہیں کیا کروں کہاں جاؤں۔ اس نے اس ماجرا کو پیرایہ میں بیان کیا کہ بہت سے حاضرین بیہوش ہو گئے اور عجیب شور برپا ہوا۔ یہانتک کہ خواجہ کے کان تک پہنچا۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیسا شور ہے۔ عرض کیا گیا۔

کزاب شیرین تو شوریست در ہر خانہ

آپ نے تبسم فرمایا اور اُس درویش کو بلا کر تلقین سے سرفراز فرمایا۔

تا نگرید طفل کے جوشد لبن تا نگرید ابر کے خندد چمن

تحمل و برداشت:

صاحب زبدۃ المقامات کا بیان ہے کہ ایک روز میں ایک مسجد کے گوشہ میں تنہا بیٹھا تھا۔ مجھ سے کچھ فاصلے پر ایک فقیر دوسرے فقیر سے شیوۂ اولیاء اللہ کا تذکرہ کر رہا تھا۔ اِسی ضمن میں اُس نے کہا کہ میں نے عمر بھر میں ایک شخص دیکھا ہے جو بے نفسی و بردباری میں اس زمانہ میں مثل ہے اور ہمارے محترم کا نام لیا۔ اور بیان کیا کہ میں خواجہ قطب الدین بختیاری کاکی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار شریف پر تھا کہ ناگاہ خبر پہنچی کہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس اللہ سرہٗ تشریف لا رہے ہیں۔ خدام نے مزار شریف کے قریب آپ کے لیے ایک تخت بچھایا اور اس پر فرش اور تکیہ لگا آپ کی تشریف آوری سے پہلے ایک آزاد فقیر آیا۔ اُس کی نظر جو تخت و فرش پر پڑی تو پوچھا

اس کے لئے ہے۔ خدام نے کہا کہ فلاں بزرگ کے لئے ہے۔ یہ سُن کر وہ حضرت خواجہ کو لگا اسی اثناء میں حضرت خواجہ بھی آ پہنچے آپ کو دیکھ کر وہ اور برافروختہ ہوا اور آپ ہرزہ گوئی کر کے کہنے لگا کہ اے شخص! تو ایسی کونسی لیاقت رکھتا ہے کہ یہاں تیرے بچھایا جائے۔ حضرت خواجہ کے ہمراہ جو درویشوں کی بڑی جماعت تھی وہ یہ سُن کر بے ہوش ہو گئی اور چاہتی تھی کہ اُس بے لگام فقیر کو تنبیہ کرے۔ مگر حضرت نے اپنی نگاہِ خشم آلود سے اس ارادے سے باز رکھا۔ اور خود اس بدزبان فقیر کے پاس جا کر نہایت نرمی سے عذر کیا فرمایا کہ میں کسی لائق نہیں۔ آپ جو کچھ فرماتے ہیں درست ہے۔ یہ سارا تکلف میرے اور علم کے بغیر ہوا ہے۔ آپ معاف کیجئے اور مجھ بدنصیب کے پیچھے اپنا مغز خالی نہ آپ زبانِ مبارک سے یہ فرماتے جاتے تھے اور اپنی آستین مبارک کے ساتھ اُس کی پونچھتے جاتے تھے۔ اور اظہارِ تواضع فرما رہے تھے۔ چند درہم خود اس نے مانگے دے رہے تھے۔ راوی کا قول ہے کہ میں نے کسی طرح کا تغیر و تذبذب حضرت خواجہ کے حال و قال میں نہ دیکھا۔ اُس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ نفس مَلَکی جسے کہتے ہیں وہ اِس عالم میں

اکثر ایسا ہوتا تھا کہ مخلص امراء آپ کی خدمت میں سیم و زر اِس غرض سے بھیجتے تھے کہ آپ کے صوابدید اور رائے سے فقراء میں تقسیم کیا جائے۔ خلق اللہ پر شفقت کی وجہ سے وہ رقم خود فقراء میں تقسیم فرماتے۔ اور اِس ضمن میں اپنے ہاں سے بھی کچھ دیتے۔ اِس پر بھی بعضے محتاج بے فائدہ زبان طعن دراز کرتے۔ آپ کے اصحاب ان کو منع کرنا چاہتے تو آپ ان کو نیستی اور دید اور بردباری کی ہدایت کرتے۔ اور اس امر کو راہِ عرفاں کی دلیل بتاتے۔ اگر آپ کے اصحاب سے اِس امر کے خلاف ظہور میں آتا تو آپ اُن کو نہایت عتاب کے ساتھ نصیحت فرماتے۔

اور رونے کا جذبہ:

حضرت خواجہ کی شفقت و ترحم کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ لاہور میں قحط پڑا۔ آپ اسی شہر میں تشریف رکھتے تھے۔ آپ نے کئی دن تک کھانا نہ کھایا۔ جس وقت کھانا آپ کے آگے رکھا جاتا

فرماتے کہ یہ انصاف سے بعید ہے کہ ایک تو کوچہ میں بھوک کے مارے جان دے رہا ہو اور
کھانا کھائیں۔ ماحضر کو بھوکوں کے لئے بھیج دیتے اور آپ قوتِ روحانی پر گزارہ کرتے۔

جب آپ لاہور سے دہلی کی طرف متوجہ ہوئے تو اکثر ایسا اتفاق پڑتا۔ کہ آپ
فرسنگ بلکہ ایک میل بھی طے نہ کرتے کہ کوئی عاجز پیادہ نظر پڑتا یہ دیکھ کر آپ اُسے اپنے گھوڑ
پر سوار کرتے اور خود اس پیادہ کے مکان تک پیدل چلتے اور سر پر چادر اوڑھ لیتے تا کہ کوئی
آپ کے اس عمل خیر پر اطلاع نہ پائے۔ جب مکان کے نزدیک پہنچتے تو بغرض اخفاء آپ
گھوڑے پر سوار ہو جاتے۔

آپ کی شفقت حیوانات کے بھی شامل حال تھی۔ چنانچہ ایک رات آپ تہجد کے لئے
اٹھے۔ ایک بلی آ کر آپ کے لحاف پر سو گئی۔ آپ نے بلی کو جگانا گوارا نہ کیا۔ اور خود دن چڑھے
تک سردی کی تکلیف برداشت کرتے رہے۔

تقویٰ

حضرت خواجہ کے زہد و استغناء کا یہ حال تھا کہ آپ کی مجلس میں امور دنیا کا ذکر نہ ہوتا
تھا۔ ہاں اگر کوئی حاجتمند حاضر ہوتا تو اُس کی سفارش فرما دیتے۔ اور ان کاموں میں اپنے اور اپنے
درویشوں کے لئے کبھی کوئی تدبیر نہ کرتے تھے۔ اور اپنے مُریدوں کے لئے سوائے فقر و مسکنت
قناعت کے کچھ نہ چاہتے۔ اور فرماتے کہ جس کو ہم سے مالی امداد پہنچے۔ وہ یقین کر لے کہ اس
کے ساتھ ہمیں دینی محبت کم ہے۔ آپ کے عقیدتمندوں میں بعضے متمول و مالدار التماس کرتے تھے
کہ اگر حکم ہو تو آستانہ شریف کے فقراء کے لئے کچھ روزینہ مقرر کر دیا جائے۔ مگر آپ اُن لوگوں
کے بارے میں اجازت نہ دیتے تھے جنہوں نے آپ کے ساتھ نسبت معنوی درست کر لی تھی
ہاں اوروں کے لئے منظور فرماتے۔ آپ متاع دینوی کے قبول کرنے سے اس قدر متنفر تھے کہ
جس وقت آپ نے حجاز کے سفر کا ارادہ کیا تو مرزا عبدالرحیم خانخاناں نے جو فقراء سے عموماً اور
حضرت خواجہ سے خصوصاً کمال عقیدت رکھتا تھا ایک لاکھ روپیہ نقد آپ کے اور آپ کے ہمراہیوں
کے زادراہ کے لئے بھیجا۔ اور عرض کیا کہ اسے قبول فرما کر مجھے ممنون فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے
یہ سُنا تو خفا ہوئے۔ اور فرمایا کہ حج کرنا ہمارے لئے اِس قدر ضروری نہیں کہ مسلمانوں کا اِس قدر

اپنے صرف میں لا کر ضائع کر دیں۔ غرض وہ روپیہ آپ نے قبول نہ کیا اور واپس کر دیا۔

[illegible]:

[illegible] سے انتہا تک بڑے بڑے عظیم الشان حالات آپ پر وارد ہوئے۔ مگر آپ کی بلند
[illegible] کسی ایک حال و کشف پر قناعت نہ کی۔ بلکہ باوجود کمال کے آپ ہمیشہ اپنی نایافت کا
[illegible] فرماتے تھے۔ اور عین بحر وصال میں خشک لب و تشنہ رہتے تھے۔ جیسا کہ آپ کی اس رباعی
[illegible] جاتا ہے۔

در راہ خدا جملہ ادب باید بود تاجاں باقیست در طلب باید بود
دریا دریا اگر بکامت ریزند گم باید کرد و خشک لب باید بود

شیخ تاج الدین جو حضرت خواجہ کے جلیل القدر خلفاء میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک دن
[illegible] خواجہ عجیب کیفیت کے ساتھ دریا کے ساحل کی طرف متوجہ ہوئے۔ قبا کے بند کھلے۔ سینہ
[illegible] عمامہ پریشان۔ چہرہ مبارک سے شکستگی اور قلق واندوہ کے آثار نمایاں۔ آپ کی یہ کیفیت دیکھ
[illegible] میں بھی آپ کے پیچھے ہو لیا۔ کچھ دیر کے بعد آپ کو میرا احساس ہوا۔ نہایت آہ و درد کے ساتھ
[illegible] کہ تاج! اس قدر واردات اور احوال اور فیوضات اور انوار و اسرار مجھ پر وارد ہو رہے ہیں کہ
[illegible] دریا سیاہی ہو جائے تو ان کے لکھنے کے لئے کافی نہ ہو۔ مگر مجھے ان سے کیا کام۔ میرا
[illegible] دید و دانش سے دور ہے۔

طلب بے چون و مطلب ہیچ گونہ نہ آں را شبہ ورز ایں را نمونہ

گریہ کی کیفیت:

یہ بھی شیخ تاج الدین کا بیان ہے۔ کہ ایک روز میں صف جماعت میں حضرت خواجہ
[illegible] باہو میں تھا۔ نماز کے درمیان آپ پر گریہ و اضمحلال کے غلبہ کے آثار محسوس ہوئے۔ نماز سے
[illegible] ہو کر آپ اسی حالت میں حجرے میں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے آیا۔ اور
آپ کو اسی حال میں پایا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے خلاف ادب گستاخانہ عرض کیا۔ کہ اس بے
[illegible] رونے اور اندوہ و آشفتگی کا سبب کیا ہے۔ فرمایا۔ تو اس بات کو دریافت نہ کر۔ ہم کو اس درد و

اندہ میں رہنے دے۔ چونکہ خواجہ کی عنایت نے مجھے بہت دلیر کر دیا تھا میں نے اصرار کیا
عین نماز میں جو مومن کا معراج ہے میری روح نے مقصود وراء الوراء کی طلب میں عروج کیا
المقدور اُس کی جستجو میں کوشش کی۔ مگر جب کامیاب نہ ہوئی تو ناچار حیران و گریاں اپنے
قالب میں لا ڈالا۔ اُس کا یہ گریہ واندوہ اسی حسرت کی وجہ سے تھا۔

تفرید کا غلبہ:

تفرید آپ پر اس قدر غالب تھی کہ طالبوں کو اپنی صحبت میں رکھنے اور مشیخت کا خیال تک
صرف دو تین سال درویشوں کی تربیت میں مشغول رہے۔ جب حضرت مجدد الف ثانی قدس
آپ کی عنایات سے درجہ کمال پر پہنچ گئے تو آپ ارباب ارادت کی تعلیم وصحبت سے کنارہ
ہو گئے۔ اور یاروں کو ان کے حوالہ کر کے خود گوشہ نشینی اختیار کی۔ اور قطب آفاق بوعلی دقاق قدس
سرہ کی طرح درد واندوہ کے ساتھ سر مبارک گریبان نیستی میں لے گئے۔ اور بجز مسجد جامع کے
بھی نماز جماعت کے لئے اور کہیں تشریف نہ لے جاتے۔ جو شخص آپ کو دیکھتا تھا۔ اُسے
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک یاد آجاتی تھی۔

من اراد ان ینظر الیٰ میت یمشی علیٰ وجہ الارض فلینظر الیٰ ابن ابی قحافۃ

جو شخص مردہ کو روئے زمین پر چلتا ہوا دیکھنا چاہے وہ ابو قحافہ کے بیٹے (ابو بکر صدیقؓ) کو دیکھ لے۔

عظمت وشوکت:

باوجود حالت مذکورہ بالا کے آپ کی ہیبت و دہشت اِس قدر تھی۔ کہ غافل و بے خبر لوگ
بھی جب آپ کو دیکھتے۔ تو انہیں بمصداق حدیث اذا رؤا ذکر اللہ[1] خدا یاد آجاتا۔ چنانچہ ایک
روز آپ کا گزر ایک ہنود کی بستی پر ہوا۔ جہاں کے باشندے کھیتی باڑی کا کام کیا کرتے تھے
جونہی ان کی نظر آپ پر پڑی۔ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہ عجیب شخص ہے۔ اس کے دیکھنے

[1] عبدالرحمن بن غنم اور اسماء بنت یزید سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ خیار عباداللہ الذین اذا رؤا ذکر اللہ الحدیث۔ کتاب الآداب۔ باب حفظ اللسان من الغیبۃ والشتم۔ فصل ثالث۔

ایک دفعہ فاضل کا بیان ہے۔ کہ ایک روز میں مسجد میں نماز پڑھنے گیا۔ دیکھا کہ صف
ہو رہی ہے۔ اور حضرت خواجہ بھی صف میں تشریف رکھتے ہیں۔ پہلی صف بھر گئی تھی۔ مگر
میں درویشوں نے بپاس ادب کچھ جگہ چھوڑی ہوئی تھی۔ چونکہ مجھے خواجہ سے
تھی۔ اور میں نے آپ کو بچہ سا دیکھا تھا۔ اس لئے اپنی نسبت اُن کو کم عمر پا کر
کا خیال نہ آیا۔ اور اُس خالی جگہ میں گھس کر نیت باندھ لی۔ کچھ عرصہ نہ گزرا تھا۔ کہ
دھکوہ نے مجھ پر اثر کیا۔ ہر چند میں نے بچنے کی کوشش کی۔ مگر کچھ فائدہ نہ
کہ میں عین نماز میں پیچھے ہٹنے لگا۔ ہٹتے ہٹتے یہانتک نوبت پہنچی۔ کہ اگر قدم اور پیچھے
سے نیچے گر پڑوں۔ مگر میں خبردار ہو گیا۔ اور یہ معاملہ دیکھ کر خواجہ بزرگوار کے
کے سلسلہ میں داخل ہو گیا۔

کا فیض:

حضرت خواجہ کی عظمت وعلو رتبہ کی شہادت میں یہی ایک امر کافی ہے۔ کہ آپ صرف دو
سال مسند مشیخت پر جلوہ افروز رہے۔ مگر اِس قلیل عرصہ میں کس قدر بندگان خدا آپ کے
سے بہرہ ور ہوئے اور کیسی کیسی برکتیں آپ کی بدولت ہندوستان کے وسیع ملک میں
پھیل گئیں۔ سلسلہ نقشبندیہ جو آپ کے زمانہ تک اِس ملک میں مسافرانہ حالت میں تھا آپ کے
پورے طور پر رائج ہو گیا۔ اگرچہ اس سلسلہ عالیہ کے بہت سے مشائخ اس سرزمین میں
اور سالوں یہیں رہے۔ مگر خواجہ محترم کی دو تین سالوں کی برکات ان مشائخ کی
سال کی کوششوں میں کہاں۔ شیخ محمد بن فضل اللہ رحمہما اللہ تعالیٰ جو فقر وعرفان میں بلند پایہ
اس فرماتے ہیں کہ خواجہ محترم کی بزرگی کا یہی نشان کافی ہے کہ آپ تین چار سال سے زیادہ
کان خدا کی ہدایت میں مشغول نہیں رہے۔ مگر آج تک آپ کے آثار و برکات روز افزوں

معمولات:

ستر احوال۔ دید قصور۔ عزلت نشینی وگمنامی آپ کا شیوہ تھا۔ سادات وعلماء کی مبالغہ فرمایا کرتے تھے۔ اور جزوی وکلی عملیات میں فقہاے متورع کی طرف رجوع تھے۔

تمام امور میں آپ کا عمل عزیمت واولیٰ پر تھا۔ سماع ورقص ووجد کو آپ کے ہاں تھا۔ یہاں تک کہ ایک روز ایک درویش نے آپ کے حضور میں بآواز بلند پکار کر کہا نے فرمایا کہ اِس سے کہہ دو کہ ہماری مجلس کے آداب کو ملحوظ رکھ کر ہمارے پاس آیا کرے۔

فاتحہ کا پڑھنا:

بہت سی روایتوں میں آیا ہے۔ کہ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھی جائے۔ اِس لئے خواجہ چند روز امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے رہے۔ اِس اثناء میں آپ نے امام الا الامۃ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو واقعہ میں دیکھا کہ اپنی مدح میں ایک قصیدہ پڑھ رہے ہیں سے یہ سمجھتا جاتا تھا کہ میرے مذہب میں بکثرت اولیا کرام ہوئے ہیں۔ جو امام کے پیچھے پڑھتے تھے۔ اِس واقعہ کے بعد آپ نے امام کے پیچھے فاتحہ کا پڑھنا ترک کر دیا۔

شان بے نیازی:

آپ کے کھانے پینے اور مسکن میں بے تقیدی اس درجہ تھی کہ اگر کئی روز تک آپ لئے ایسا کھانا لایا جاتا جو آپ کو مرغوب ومطبوع نہ ہوتا تو آپ ہرگز نہ فرماتے۔ کہ اور طرح لاؤ۔ اسی طرح اگر بدن مبارک کے کپڑے میلے ہو جاتے۔ تو یہ نہ فرماتے کہ دوسرے صاف کپڑے لاؤ۔ علیٰ ہذا القیاس آپ تاریک وتنگ مکان میں رہتے۔ یہانتک کہ وہ شکستہ یا کوڑے کرکٹ سے پٹ جاتا۔ مگر آپ تسلیم ورضا کے بحر میں ایسے غرق تھے کہ اس کی صفائی اور روشنی تک کا ذکر آپ کی زبانِ مبارک پر نہ آتا۔ باوجود ایسی تسلیم ورضا اور ضعف کے جودائمی تھا آپ کو ہر وقت باوضو رہنے اور کثرت سے طاعت بجالانے کا نہایت شوق تھا۔ عشاء پڑھکر آپ حجرے میں تشریف لے جاتے اور کچھ دیر مراقبہ میں بیٹھتے۔ جب اعضاء پر

سر نو وضو کر کے دو رکعت پڑھ کر اور مراقب ہو جاتے۔ پھر جب اعضاء میں درد ہوتا تو اسی طرح کرتے۔ اکثر رات اسی طرح گزر جاتی۔

[illegible] حال:

لقمہ احتیاط کا یہ حال تھا کہ ہدیہ جو آتا۔ اگرچہ بحکم حدیث صحیح نحن لا نرد الھدی ہ[1] رد کرتے۔ مگر اُسے بجنسہٖ اپنے مصارف میں نہ لاتے۔ بلکہ کسی پاک محل سے قرض حسنہ لا کر اس کے عوض اُسے دے دیتے۔ کیونکہ بحکم فقہاء وہ علت میں ایک اور درجہ پیدا کر دیتا ہے۔ اپنے [illegible] تاکید فرماتے۔ کہ کھانا پکانے والا وضو کے ساتھ بلکہ صاحب حضور وصفا ہو۔ اور پکاتے [illegible] بات زبان پر نہ لائے اور فرماتے تھے کہ جو لقمہ بغیر حضور واحتیاط کے کھایا جائے۔ اُس [illegible] خواں پیدا ہوتا ہے۔ جو فیض کے راستوں کو بند کر دیتا ہے اور ارواح طیبہ جو فیض کا وسیلہ [illegible] قلب کے مقابل نہیں ہوتیں۔ آپ تمام مریدوں کو اس احتیاط کی ترغیب دیتے تھے۔ جو [illegible] اس احتیاط میں تساہل سے کام لیتے آپ اپنی نسبت کی نزاکت وصفائی کی وجہ سے اس کا [illegible] ان کے حالات میں معائنہ فرماتے۔ چنانچہ ایک روز ایک صاحب حال وکشف درویش [illegible] خدمت میں آیا۔ اُس نے عرض کیا کہ میں اپنے کام میں بستگی اور باطن میں کدورت پاتا [illegible] معلوم نہیں کہ مجھ سے کیا تقصیر سرزد ہوئی ہے۔ آپ نے متوجہ ہو کر فرمایا کہ لقمہ میں بے [illegible] ہو گئی ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ لقمہ تو وہی ہے۔ جو میں ہر روز کھایا کرتا ہوں۔ آپ نے [illegible] جا کر خوب دریافت کرو ہمیں تو بجز اس کے کچھ نظر نہیں آتا۔ لقمہ کے کسی جزء میں ضرور فتور [illegible] ہو گا۔ جب اُس درویش نے اچھی طرح تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ جن لکڑیوں سے کھانا پکایا جاتا [illegible] میں سے دو تین لکڑیاں ایسی شامل کر دی گئی تھیں جن میں احتیاط سے کام نہ لیا گیا تھا۔

[illegible] کی کیفیت:

لقمہ کی طرح آپ نماز میں بھی یہاں تک احتیاط کرتے کہ صف جماعت میں اپنی [illegible] اپنے خالص اصحاب میں سے کسی کو کھڑا کرتے کیونکہ اگر بیگانہ ہوتا تو فوراً اُس کی غفلت و [illegible] مع خطرات کے آپ کے آئینہ قلب میں منعکس ہوتا۔ ایک روز ایک درویش نے جو لحاف

[1] ہدیہ رد نہیں کرتے۔

کا محتاج تھا۔ آپ کے ساتھ نماز پڑھی اُس کے دل میں لحاف مانگنے کا خطرہ گذرا۔ وہ خطرہ خواجہ پر ظاہر ہو گیا۔ ادائے نماز کے بعد آپ نے فرمایا کہ جس کو لحاف کی ضرورت ہے اُسے دے دو۔ اُس درویش کا بیان ہے کہ میں اُس روز سے ڈرتا رہا کہ مبادا کوئی خطرہ جو حضرت ملالت کا باعث ہو میرے دل پر گزرے۔

طریقہ تلقین:

حضرت خواجہ کا طریق تلقین یہ تھا کہ جس طالب کو اپنے سلسلہ میں داخل فرماتے پہلے اُس سے توبہ کراتے۔ پھر اگر اپنی طرف اُس کا عشق و محبت دیکھتے تو اُسے طریقہ نگہداشت صورت کی تعلیم دیتے۔ اس سے اس طالب کو بہت کشایش حاصل ہوتی۔ خواجہ دہبندی میں سے خواجہ برہان نام جس نے اپنے اکابر سے بہت سی نسبتیں اور اجازتیں حاصل کی آپ کی خدمت میں بغرض استفادہ حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے اپنی صورت کی نگہداشت کی کی۔ وہ حیران ہوا اور اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ یہ شغل تو مبتدیوں کے حال کے مناسب مجھے تو حضرت خواجہ براہ کرم اس سے اعلیٰ مراقبہ کا ارشاد فرمائیں۔ اُس کے دوستوں نے کہا کہ ارشاد کرو۔۔ چونکہ اُس کا عقیدہ درست تھا۔ اسی شغل میں مشغول ہوا۔ دو ہی روز گزرے تھے کہ اس صورت نے اُس پر پرتو ڈالا اور بڑی نسبت اُس پر غالب ہوئی۔ اور اُس کے شُکر کا غلبہ ایسا ہوا کہ باوجود تمکین اور کبر سن کے زمین سے دو دو ہاتھ اوپر اُچھلتا تھا اور دیواروں اور درختوں سے ٹکراتا تھا یہانتک کہ کئی جوان اُسے سنبھال نہ سکتے تھے۔ لیکن زیادہ تر آپ طالبوں کو ذکر قلب جیسا کہ سلسلہ نقشبندیہ میں مقرر ہے تلقین فرماتے۔ اور ایک جماعت کو ذکر نفی و اثبات اور بعضوں کو صرف اثبات یعنی ذکر ذات عزشانہ بتاتے۔

آپ کی تعلیم میں یہ امر بھی قابل غور ہے کہ آپ جس طالب کو ذکر کی تعلیم فرماتے اُس تعلیم کے ساتھ اپنی ہمت و توجہ کو اُس کے شامل حال رکھتے اور اُس کی حقیقت جامعہ کے ادراک پر نقوش کو نیہ کا رستہ بند کر دیتے۔ گویا سرچشمہ نقشبندیہ کو ظہور میں لاتے۔ اُسی وقت اُس کا دل ذاکر ہو جاتا۔ اور حضور و جذبہ اُس کو اپنی آغوش میں لے لیتا۔ بعضے مرغ بسمل کی طرح خاک پر لوٹتے اور بعضے بے خود ہو کر حیرت میں چلے جاتے۔ اور بعضوں کو اُسی حال میں عالم مثال یا عالم

حال منکشف ہو جاتا اور کئی دن یہی حال رہتا۔ پھر آپ کی توجہ سے ہوش میں آتے۔

کا نظارہ دیکھنے میں آتا۔ آپ کی یہ عنایت عام طور پر تھی۔

حضرت خواجہ کی نسبت کا سریان اِس درجہ کا تھا کہ بہت سے طالب آپ کو دیکھتے ہی ہو جاتے تھے۔ چنانچہ ایک دفعہ خطیب منبر پر تھا۔ کہ اُس کی نظر آپ کے جمال پر پڑی۔ گر پڑا۔ ماہ رمضان کی ایک رات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک خادم کے لئے فالودہ بھیجا۔ خادم نے سادہ لوحی کے سبب سے دروازہ خاص جا کھٹکھٹایا۔ نے کسی دوسرے کو نہ جگایا۔ اور بذات خود باہر نکلے۔ فالودہ کا برتن خادم کے ہاتھ پھسلا کہ تمہارا کیا نام ہے۔ اُس نے عرض کیا کہ میرا نام باما ہے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ احمد کے خادم ہو۔ ہمارے ساتھ ہو۔ واپس ہوتے ہی اس خادم پر جذبہ سکر و غالب ہوا۔ وہ شور فغاں کرتا ہوا گرتا پڑتا حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچا۔ پوچھا کہ کیا حال ہے۔ وہ شوریدگی و مستی کی حالت میں کہتا تھا کہ میں حجر و شجر اور زمین ہر جگہ ایک نہایت بے رنگ نور دیکھتا ہوں کہ جسے بیان نہیں کر سکتا۔ حضرت نے فرمایا حضرت خواجہ کے سامنے گیا ہے۔ اُس آفتاب کے مقابلہ سے ایک پرتو اس ذرہ پر پڑ گیا اور روز جو حضرت مجدد نے رات کا قصہ حضرت خواجہ سے عرض کیا تو آپ مسکرا پڑے۔

کا اثر:

ایک روز ایک فوجی افسر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ طہارت کے لئے مسجد کے باہر تشریف لے گئے۔ اس افسر کا خادم گھوڑے کی باگ تھامے دروازے سے باہر کھڑا تھا۔ اس کی نظر کیا اس خادم پر پڑ گئی۔ جب آپ مسجد میں آئے تو خبر آئی کہ وہ بیچارہ جذبہ و بیخودی میں گر پڑا ہے۔ اور گھوڑوں کے درمیان گیند کی طرح ہر طرف لڑھکتا ہے۔ رات کا ایک حصہ تک وہ اُسی طرح بے قرار رہا اور حالت جنون میں بازار کی طرف روانہ ہوا۔ اور اسی عالم میں چلا گیا۔ بعد ازاں کسی کو پتہ نہ لگا کہ وہ کہاں پہنچا۔

ہوتا ہے اور مارتا ہے۔

نگاہ دور بین:

حضرت میر محمد نعمان سلمہ اللہ الرحمن بیان کرتے ہیں کہ میری لڑکی کی ایک انا نے اسے کئی بار کہا کہ حضرت خواجہ کی مرید بن جاؤ۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ ایک روز ایک ہم نے لڑکی کو انا سمیت حضرت خواجہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ نے شیر خوار لڑکی کو بغل کر نہایت شفقت کی۔ لڑکی نے حضرت کی ڈاڑھی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور ایک بال ہاتھ میں رہ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لڑکی ہم سے یادگار لے رہی ہے۔ عجیب نظر دور بین ہی ایام میں حضرت نے انتقال فرمایا۔ اور وہ موئے مبارک بطور تبرک و یادگار باقی رہ گیا۔

مرا از زلف تو موئے بسند است فضولی مے کنم بوئے بسند است

جب وہ انا گھر واپس ہوئی۔ تو تھوڑی دیر کے بعد اُس پر مستی اور جذبات کے ہونے لگے۔ وہ سنبھل نہ سکی۔ یہانتک کہ ایک چیخ مار کر بیہوش ہوگئی۔ اُس کے بائیں پہلو کی حرکت اس زور سے جاری ہوگئی کہ تمام حاضرین نے بچشم خود دیکھ لیا۔ اُس نے کہا کہ خواجہ ساعت بساعت عجیب ہیبت ناک شکلوں میں نمودار ہوتے تھے۔ یہانتک کہ میں ہوگئی۔ اس کے سوا اور میں کچھ نہیں جانتی۔ ہاں اتنا جانتی ہوں کہ میرا دل ذاکر ہوگیا ہے۔ میر محمد نعمان فرماتے تھے کہ ہم نے اس انا کا حال حضرت خواجہ سے عرض کیا۔ آپ نے تبسم اور اُس کو ذکر کی تعلیم کی۔ چنانچہ وہ فیروز آباد دہلی میں صاحب حال عورتوں میں سے ہوگئی۔

کرامات کا بیان

حضرت خواجہ صاحب کرامات تھے۔ یہاں صرف تین خوارق بطور مثال درج کے ہیں۔

(۱) شہر دہلی کے ایک فاضل نے ایک باکرہ عورت سے نکاح کیا۔ کئی سال تک پر قادر نہ ہوا۔ اُس نے دعا و دوا بہت کی۔ کچھ اثر ظاہر نہ ہوا۔ ایک روز حضرت خواجہ سوار جگہ کو جا رہے تھے۔ اُس نے راستے میں آپ کے گھوڑے کی باگ تھام لی۔ اور نہایت سے اپنا قصہ عرض کیا۔ حضرت کو اُس پر رحم آیا۔ آپ نے گھوڑے سے اُتر کر اُس کو بغل میں

کیا اور فرمایا جاؤ فتح ہے۔ فاضل موصوف نے اُسی وقت اپنے جسم میں عجیب قوت کی اور نہایت آسانی سے اپنی عورت پر قادر ہوگیا۔

ہوگیا:

ایک ضعیفہ کا تین چار سال کا لڑکا حصار فیروز آباد کی دیوار پر سے گر پڑا۔ دیوار کے نیچے گرتے ہی اُس کے کانوں سے خون بہنے لگا۔ اور سانس بند ہوگیا۔ گریہ وزاری اور حالت میں ماں کو سوائے اس کے کوئی چارہ نہ سوجھا کہ حضرت خواجہ کے قدم محترم میں زندگی کی التماس کی۔ حضرت کی عادت تھی کہ اپنی توجہ و تصرف کو بہت چھپایا آپ نے طلب کی ایک کتاب طلب کی اور فرمایا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لڑکا نہ مرے نے تعجب کیا کہ کونسی کتاب یہ بات بتا رہی ہے۔ آپ ایک لحظہ خاموش رہے۔ وہ لڑکا اپنی حالت پر آ گیا۔ لوگ حیران رہ گئے۔

کا انجام:

ایک دفعہ ایک فوجی افسر نے حضرت خواجہ کے ایک ہمسایہ پر ظلم کیا۔ آپ وہ ظلم دیکھ کر بیزار ہو گئے اور اُس افسر کو نصیحت کی۔ مگر وہ بد بخت باز نہ آیا۔ حضرت کو اُس مظلوم پر نہایت رحم آیا۔ آپ نے اس افسر سے فرمایا کہ ہمارے حضرات خواجگان بہت غیرتمند ہیں۔ یہ انہیں کے ذمہ رہتا ہے۔ خبردار رہنا۔ دو تین دن ہی گذرے تھے کہ وہ ایک چور کے خون کے مقدمہ مین قتل ہوا۔

مبارک:

جب آپ کی عمر شریف تقریباً چالیس سال کی ہوگئی تو آپ نے اپنی نسبت واقعہ دیکھا کہ غیب میں یہ لکھا ہوا تھا۔ بقیت وحیداً طریداً فریداً۔ ان ہی ایام میں آپ نے اپنی بی صاحبہ سے فرمایا کہ جب میری عمر پورے چالیس سال کی ہوگی تو مجھے ایک واقعہ عظیم پیش آئے گا۔ ان ہی دنوں کا ذکر ہے کہ آپ نے دست مبارک میں آئینہ لے کر اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ تم دونوں آئینہ دیکھیں۔ بی بی صاحبہ کا بیان ہے کہ میں نے آئینہ میں ایک پیر سفید ریش

دیکھا۔ میں ڈر گئی اور عرض کیا کہ آپ مجھے یہ کیسی صورت دکھا رہے ہیں۔ کہ جس کے دیکھنے میں تاب وطاقت نہیں۔ آپ نے تبسم فرمایا اور اپنے تئیں اصلی صورت میں آئینہ ظاہر کیا۔

آپ کی عادت شریفہ تھی کہ اپنے مکشوفات کو خواب سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن کا ذکر ہے کہ آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ بعض خوابوں سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ کا ایک بڑا شخص فوت ہوگا۔ یہ کہہ کر ارشاد فرمایا کہ شہر دہلی کے نواح میں کوئی اختیار کرنی چاہئے۔ جہاں میں تنہائی میں بسر اوقات کروں اور اختتام عمر پر وہیں ہو جاؤں۔ اس بارے میں آپ نے اپنے بعض مخلص اصحاب کو استخارہ کا حکم دیا۔ جب اچھا معلوم نہ ہوئی تو اس ارادے کو ترک کر دیا۔ بعد ازاں ایک روز مقرر فرمایا کہ ایسا دیکھا گیا جس غرض کے لئے تجھے بلایا گیا تھا وہ پوری ہوگئی ہے۔ اب سفر کرنا چاہئے۔ انتقال سے پہلے یہ بھی فرمایا کہ کہہ رہے ہیں کہ قطب زمانہ فوت ہوگیا اور میں اُس وقت اپنے مرثیہ میں ایک شعر پڑھ رہا ہوں جس میں عالی اشارات وکنایات مندرج ہیں۔

غرض ماہ جمادی الاخریٰ ۱۰۱۲ھ میں امراض جسمانی نے آپ پر غلبہ پایا۔ ان دنوں آپ نے فرمایا کہ میں نے حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں پیراہن پہنو۔ یہ خواب بیان کر کے آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ اگر ہم زندہ رہے تو ایسا ہی کریں گے۔ ورنہ کفن بھی ایک طرح کا پیراہن ہے۔ قصہ کوتاہ جمادی الاخریٰ کی پچیسویں تاریخ ہفتہ کا دن تھا کہ احتضار کے آثار نمایاں ہوئے۔ اسی اثنا میں ایک درویش کی زبان سے کلمہ لا الٰہ العالمین آپ نے فوراً اُس کی طرف منہ پھیر کر دیکھا۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ حضرت کی یہ توجہ نام محبوب کے سُننے کے شوق سے ہے۔ اس کلام سے چشم مبارک میں آنسو بھر لائے۔ جب تھوڑا دن باقی رہ گیا۔ تو آپ اسم ذات کے ذکر میں مشغول ہوگئے اور اُسی روز اللہ اللہ کرتے وصال فرمایا۔ دوسرے روز آپ کے مخلص اصحاب کی قرارداد کے مطابق ایک جگہ قبر کھودی گئی لیکن جب دلریش درویشوں نے جنازہ کو اٹھایا تو اُس دیوانگی کی وجہ سے جو حاملان جنازہ پر طاری تھی تابوت کو اس مقام پر نہیں اُتارا جہاں قبر تیار کی گئی تھی۔ بلکہ ایک اور زمین پر جا اُتارا۔ اتارنے کے بعد کیا دیکھتے ہیں کہ یہ وہی زمین ہے جہاں ایک روز حضرت خواجہ نے وضو کر کے دو گانہ ادا فرمایا تھا۔ اُٹھتے وقت وہاں کی کچھ خاک دامن مبارک پر لگ گئی تھی۔ اس پر زبان مبارک

سے فرمایا کہ اس جگہ کی خاک ہماری دامنگیر ہوگئی۔ اس لئے یاروں نے اُسی مکان میں جو جناب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے قدمگاہ کے جوار میں اور شاہراہ کے متصل ہے اِس شاہِ اقلیم ارشاد کو دفن کیا۔

مزار مبارک:

آپ کا مزار مبارک خواجہ حسام الدین کی کوشش سے نہایت زینت سے تیار ہوا۔ آپ کی وصیت کے مطابق مرقد شریف پر گنبد نہیں بنایا گیا۔ صرف ایک بلند چبوترہ بنا دیا گیا۔ حضرت حق کی صرف کو دیکھئے کہ سخت گرما میں بھی پاؤں کو تکلیف وحرارت محسوس نہیں ہوتی۔

بعض فاضلوں اور عارفوں نے آپ کے وصال کی تاریخ لکھی ہے جن میں سے دو یہاں درج کی جاتی ہیں۔ (۱)

خواجہ باقی آن امام اولیاء عارف باللہ اسرار نہفت
گلبن بستاں سرائے انبیاء از نہال جعفری خوش گل شگفت
پرتو بد مشرب فنا اندر بقا محو حق گشتہ دُرّ اسرار سفت
سال تاریخ وصالش خسروے فی البدیہ نقشبند وقت گفت

یہ تاریخ آپ کے مزار مبارک کے جنوبی دروازے پر نہایت خوشنما حرفوں میں کندہ ہے۔ نقشبند وقت مادہ تاریخ ہے۔ (۲)

ارباب معنی کعبۂ اصحاب دیں — مظہر فیضِ الٰہی صاحب علم الیقیں
جانِ دین نبی اکمل امام المتقیں — موردِ فضل گرامی آں ختم المرسلیں
واقف اسرار مطلق واقف عین الیقین — محو ذات اقدس و باللہ باقی بالیقیں
قرۃ اعظم عروۃ الوثقیٰ زرب العالمیں — قطب ارشاد جہاں ہم معنی حق الیقیں
واصل عالی طریقہ مہدیِ راہ متیں — بحر عرفان الٰہی مقتداء العارفیں
راضی مرضی حق بر ذات وشان او مبیں — ایں کرامت ہست از محبوب رب العالمین
ہر زماں از جنبش تافت از حق المبین — شد زیمن ہمتش روشن قلوب المومنیں

کے توانم گفت مدح آں خلاصہ واصلیں — ہست ذات خواجہ باقی مرحمت للعالمیں
نعمت اللہ باقی بود باقی شد یقیں — مرجع اِنس و ملک از فضل رب العالمیں
خواجگی اِمکنہ شد مرشداں شاہِ دیں — لیک بد مشرب اویس وہم بہا احرار
چوں کمالش وصل دائم بود معنی دلنشیں — شد وصال غیب او آخر بہمر ار
واں ز ہجرت بعد الف اثنا عشر بودہ سنیں — از وفات قطب دوراں تکیہ گاہ مسلمی
ہر کہ آید بر مزارش از سر صدق و صفا — حاجتش گرد درواہم مقصد دنیا و
عاجز و عاصی بدرگاہش ہے سایہ جبیں — تا بیاید بد نظر رحمت ہم نجات یوم
باد نازل رحمت رضوان رب العالمیں — بر محمد خواجہ باقی ز اولیاے

مزار مبارک کے سرہانے ایک لمبی سنگ مرمر کی لوح پر یہ اشعار دلربا حرفوں میں ہیں۔

ارشاداتِ عالیہ

سورۂ اخلاص کا مفہوم:

سورہ اخلاص کے معنی کے بیان میں فرمایا۔ کہ اِس کو سورہ اخلاص اِس لئے کہتے ہیں اس کے سننے سے بندہ کا اعتقاد اپنے پروردگار کی نسبت شرک جلی وخفی کے غبار سے خالص ہوجاتا ہے۔ اس کے عمل میں فی الجملہ اخلاص پیدا ہوجاتا ہے۔ اعتقاد کا شرک خفی سے پاک اس طرح ہے کہ الوہیت میں ایسی ذات کا اعتقاد رکھے کہ عرصہ امکان میں کسی طرح کوئی مثل نہ ہو۔ ورنہ اُس کا معتقد ممکن ہوجائے گا۔ اسی وجہ سے اکابر نے فرمایا ہے کہ توحید حادث سے الگ کرنے کا نام ہے۔

مراقبہ کی حقیقت:

مراقبہ کی حقیقت انتظار کرنا ہے اور انتظار کی صفائی مقصود کی طلب میں ہے ایسی میں کہ طالب اپنی قوت وطاقت سے نکل جائے اور مقصود جل ذکرہ کے دیدار کا مشتاق اور

در میں مستغرق ہوجائے۔ قوت وطاقت کی دید کوشش کا غبار ہے۔ اور آستانہ انتظار اس قسم کا مراقبہ سوائے منتہی اور قریب الانتہاء کے دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ اسی جناب نجم الدین کبریٰ قدس سرہ نے ان دس اصلوں کے بیان میں کہ جن پر موت ف ہے۔ اس مراقبہ کو نویں اصل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن مبتدی عاشق کو منتہی کو تقلید کرنی اپنے تئیں قوت وطاقت کی دید سے نکال کر انتظار محض کرنا چاہئے۔ باقی مراقبات جو خیال وخیال وعلم وخیال سے مقید کر کے عرصہ تعقل میں لاتے ہیں اِس مراقبہ سے کم درجہ کے

ہر چہ پیش تو پیش ازاں رہ نیست غایت فہم تست اللہ نیست

تیرے نزدیک وہ جس سے آگے راستہ نہیں ہے وہ تیری سمجھ کی غایت ہے خدا نہیں ہے۔

طریق سلوک:

سلوک کے دس مقاموں کی تحقیق کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص معصیت میں یا دنیا سے کچھ رغبت رکھتا ہے یا سبب پر نظر رکھتا ہے یا بقدر ضرورت معاش پر اکتفا نہیں یا لوگوں سے میل جول رکھتا ہے یا اُس کے اوقات حق سبحانہ کے ذکر سے معمور نہیں یا خدا غیر خدا طلب کرتا ہے یا نفس کے ساتھ مجاہدہ نہیں کرتا یا اپنی ذات اور اپنے احوال پر اور اپنی قوت وطاقت پر بھروسہ کرتا ہے یا اپنے تئیں احکام ازلیہ کے حوالہ نہیں کرتا وہ تحقیق کے سلوک میں ناقص ہے۔ مخفی نہ رہے کہ بعضے منتہی درویش جو اپنی خواہشات و سے نکل چکے ہیں ضروری معاش پر اکتفا کرنے اور لوگوں سے میل جول نہ رکھنے اور مجاہدہ کرنے میں کسی خاص وجہ سے ثابت نہیں رہے ہیں۔ ہر ایک کے لئے ایک جہت اس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے۔

توکل کی کیفیت:

توکل یہ نہیں کہ ظاہری اسباب کو چھوڑ دیں اور بیٹھ رہیں۔ کیونکہ یہ تو بے ادبی ہے۔ شروع مثلاً کتابت وغیرہ کو اختیار کرنا چاہئے۔ اور نظر سبب ہی پر نہ رکھنی چاہئے۔ کیونکہ

سبب مثل دروازے کے ہے جو حق سبحانہ نے مسبب پر پہنچنے کے لئے بنایا ہے۔ اس صو
اگر کوئی شخص دروازے کو بند کر لے کہ خدا اوپر سے پھینک دیگا۔ تو یہ اس کی بے ادبی ہے
دروازہ خدا ہی کا بنایا ہوا ہے اور اس بات پر دلیل ہے کہ کھلا ہے۔ کھلے ہوئے کو بند نہ کرنا
بعد ازاں اُسے اختیار ہے چاہے دروازے سے بھیجے یا اوپر سے پھینک دے۔

توحید کا بیان:

توحید حاصل کرنی چاہئے۔ محققین متکلمین کے نزدیک توحید یہ ہے۔ ''نہیں موثر
میں کوئی شے سوائے اللہ کے۔'' یعنی اپنی ساری قدرت کو خدا سے منسوب کرنا اور اپنے
قدرت سے خالی کرنا۔ اگرچہ متاخرین علماء میں سے بعضے قدرت موثرہ کو فی الجملہ بندہ میں
ثابت کرتے ہیں۔ اور ان کی توحید یہ ہے۔ ''نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے۔'' لیکن زیادہ
مذہب پہلا ہی ہے۔ اور صوفیہ کرام جس طرح فعل وقدرت کو حق سبحانہ سے منسوب کرتے ہیں
سات صفات میں سے باقی علم وسمع وبصر وحیات وارادہ وکلام کو بھی حق سبحانہ سے منسوب کرتے
ہیں۔

تین چیزیں:

مشائخ جو لوگوں کے ارشاد وتربیت میں مشغول ہوتے ہیں اس کا باعث ان
چیزوں میں سے ایک ہوا کرتا ہے۔ حق سبحانہ کا الہام۔ یا پیر کا حکم وامر۔ یا بندگان خدا پر شفقت
یعنی جب وہ لوگوں کو گمراہی میں دیکھتے ہیں اور گمراہی کو ان کے عذاب وضرر کا سبب جانتے ہیں
تو نہایت ترحم سے ان کے عذاب کا دفعیہ چاہتے ہیں۔ پس شفقت کا مقتضا یہ ہے کہ شریعت کے
رواج دینے کو اپنے اوپر لازم کر کے لوگوں کو وعظ ونصیحت سے حفظ آداب اور اقامت شرائع کا حکم
دیں۔ مثلاً فقہ وحدیث کا پڑھنا وپڑھانا۔ اور اس کے مطابق عمل کرنا۔ مگر اُن کو واصل بحق کرنا
شفقت کی شرط نہیں۔ بلکہ وہ ایک زائد امر ہے اس محل پر حضرت خواجہ نے فرمایا کہ اس طریق
تربیت کا ماحصل انجذاب ایمانی ہے جس کی دعوت تمام انبیاء ورُسُل دیتے رہے ہیں۔

واتصال:

ات حق سبحانہ سے بندہ کا نہایت قرب اور اتصال اس سے زیادہ نہیں کہ دوام آگاہی
طرف کھینچتی ہے اس کو حاصل ہو جائے۔ جب یہ نسبت حاصل ہو گئی تو سالک اس نسبت
سے مرتبہ ولایت سے مشرف ہو گیا۔ اور وہ کمالات جو دوسرے طریقوں کے سالکوں کو
ظلال اور تجلیات اسماء وصفات میں بتفصیل حاصل ہوتے ہیں وہ اور شے ہیں۔ ذات حق
قرب واتصال کی نسبت کا یہ حصول ولایت خاصہ کے مرتبہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اس
کے طالبوں کا پہلا داخلہ سرحد فنا میں ہے۔ اور اندراج نہایت در ہدایت جس کی طرف
سلسلہ کے اکابر نے اشارہ کیا ہے یہی ہے۔

فی بعد الموت:

قی بعد الموت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کا قول
اگر کوئی شخص نیت صحیح اور اعتقاد درست کے ساتھ حق سبحانہ کی راہ میں آئے۔ اور شریعت غرا
اب کما حقہ بجالائے اور اُس کو حین حیات میں اس گروہ کے اذواق ومواجید حاصل نہ ہوں تو
کے بعد اُس کو اس گروہ کے احوال واذواق عطا کئے جاتے ہیں۔ حضرت خواجہ روح
نے اس قول کو نقل کر کے تھوڑی دیر تامل کیا اور فرمایا بلکہ ایسے شخص کو اسی جہان میں
موت کے وقت اس دولت سے مشرف کر دیتے ہیں۔ اس کے بعد زبان مبارک سے
اعتقاد درست اور احکام شریعت کی رعایت اور اخلاص اور حق سبحانہ کی جناب میں دائمی
سے بڑی دولت ہے۔ کوئی ذوق ووجدان اس بڑی نعمت کے برابر نہیں۔ ایں داشتہ باشد
کہ گیرد مباش۔

طریق:

انجذاب اور محبت الٰہی کا طریقہ مقصود تک پہنچانے والا ہے۔ اور اس کا رُخ سوائے
حق سبحانہ کے اور کسی طرف کو نہیں ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ اُن کا رُخ انوار کی
طرف بھی ہے۔ ناچار بعضے ان ہی انوار میں رہ جاتے ہیں۔ یہ انجذاب ومحبت تمام افراد انسانی
میں ہے۔ مگر پوشیدہ ہے۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ اسی انجذاب کی تربیت کرتے ہیں۔

رویت باری تعالیٰ:

باری تعالیٰ کی رویت آنکھ کے ساتھ موت کے بعد ہوگی۔ کیونکہ انکشاف تام کا نام ہے۔ جب تک روح اک تعلق اِس بدن کے ساتھ ہے۔ انکشاف ہوسکتا۔ کیونکہ روح خواہ کتنی ہی بے تعلق ہوجائے کم سے کم حیات کا علاقہ باقی رہے گا صرفت اصلی پر رہے۔ خودی کا تعلق باقی ہے۔

سماع:

سماع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ صوفیہ صافیہ میں سے جو لوگ راگ قائل ہیں انہوں نے اس میں یہ حکمت دیکھی ہے کہ راگ سننے کے بعد طبیعت ساکن و برقرار ہے۔ ناچار روح معانی کا ادراک زیادہ کرتی ہے۔ مجوزین سماع کا مقصود معانی ہے۔ وہ نغمہ کے زیور کی مثل سمجھتے ہیں۔ ورنہ وہ نفس نغمہ میں مبتلا نہیں۔ حاضرین میں سے ایک نے شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بیت پڑھی۔ کہ

آواز خوش بہتر از روئے خوش کہ آں حافظ نفس است ایں قوت

حضرت خواجہ نے فرمایا کہ دونوں ایک ہی ہیں۔ یعنی اگر دیکھنے والا اور سننے والا نفس سے ہیں۔ تو وہ دیکھا ہوا اور سنا ہوا دونوں نفسانی ہیں۔ اور اگر اصحاب روح سے ہیں دونوں روحانی ہیں۔ اور فرمایا کہ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات میں مذکور ہے کہ سننے کی شرطوں میں سے ایک شرط یہ ہے کہ سننے والے پر حق سبحانہ کی محبت غالب ہو۔ آپ مخلصوں میں سے ایک نے عرض کیا کہ حق سبحانہ' کی محبت کی کیا علامت ہے؟ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اتباع۔ پھر اُس مخلص نے عرض کیا کہ ممکن ہے کہ متبع کا بہشت ہو یا عذاب دوزخ سے نجات۔ آپ نے فرمایا کہ ایسا شخص متبع تام و کامل نہیں اور اللہ میں شمار نہیں کرتے۔ اتباع ظاہری میں تو ظاہر ہے اتباع باطنی یہ ہے کہ اس کے باطن سوائے حق سبحانہ' کے کوئی مطلوب و مقصود نہ ہو۔

ولایت کی تعریف:

ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) بندہ کے قُرب کو کہتے ہیں۔ جو وہ حق سبحانہ' سے رکھتا ہے اور ولایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) اُس چیز کو کہتے ہیں جو خلق میں مقبول ہونے کا سبب ہے۔ اہل عالم اُس کی طرف گرویدہ ہوتے ہیں اور یہ کمال مخلوقات سے تعلق رکھتا ہے۔ کرامات دوسری قسم میں داخل ہیں۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے سوال کیا کہ جو کرامتیں استعداد کو پہنچتی ہیں۔ وہ کس قسم میں داخل ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا کہ وہ ولایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) کا اثر ہیں۔ اس بیان کے اثنا میں آپ نے طالبوں کے استفادہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جس وقت طالب کا آئینہ مرشد کے آئینہ کے مقابل ہوتا ہے تو جو کچھ مرشد کے آئینہ میں ہوتا ہے وہ طالب کے آئینہ پر بقدر مناسبت اپنا پرتو ڈالتا ہے۔ اِسی موقع پر آپ نے فرمایا کہ بعض کو ولایت کی ان دونوں قسموں میں سے ایک حاصل ہوتی ہے۔ اور بعض کو دونوں قسموں سے کافی حصہ ملتا ہے یا کسی کو دونوں میں سے ایک سے زیادہ اور دوسری سے کم حصہ ملتا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ تعالیٰ میں ہمیشہ وَلایت (واؤ کی زبر کے ساتھ) وِلایت (واؤ کی زیر کے ساتھ) پر غالب رہی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ جب کوئی مقتدا اِس جہان سے انتقال فرماتا ہے تو ولایت (بکسر واؤ) اپنے کسی مخلص کے حوالہ کر جاتا ہے۔ اور وَلایت (بفتح واؤ) اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ کبھی کسی لغزش کے باعث ولی کی وِلایت (بکسر واؤ) زائل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ ابن فارض رحمۃ اللہ تعالیٰ نے پیر بقال کے جنازہ کے امام کا واقعہ بیان فرمایا ہے جو لطائف میں مذکور ہے۔

اعتراض کا جواب:

ایک روز فقراء پر بعض منکرین کے اعتراض کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ اولیا کبیرہ گناہوں سے محفوظ نہیں ہیں۔ اگر اتفاقاً اُن سے اِس قسم کی کوئی حرکت سرزد ہوجائے۔ تو اِس سے ان کو ولایت سے خارج کر دینا جہالت ہے۔ بلکہ دیکھنا چاہئے کہ وہ ہمیشہ یا اکثر کونسی حال میں رہتے ہیں اِس حال میں اگر کبھی بتقاضائے بشریت اُن سے کوئی کبیرہ گناہ صادر ہوجائے تو اس میں اِن کو معذور سمجھنا چاہئے۔

محبت ذات وصفات:

محبت ذات ومحبت صفات کی تحقیق میں سلسلہ سخن شروع تھا۔ زبان مبارک سے [illegible] محبت صفات یہ ہے کہ مثلاً ایک شخص کسی سے اس لئے محبت رکھتا ہے کہ وہ عالم ہے یا شجاع اُس وقت اُس کی محبت موقوف ہوگی۔ صفت علم و شجاعت پر۔ اگر یہ اوصاف اُس [illegible] ہوجائیں تو اُس کی محبت بھی جاتی رہے۔ اور محبت ذاتی یہ ہے کہ کسی شخص کو بغیر لحاظ کسی صفت دوست رکھے۔ یہ نہیں کہ جب وہ کسی صفت کے ساتھ متصف ہو تو اُس وقت محبت میں زیادتی اور جب کسی صفت کے ساتھ متصف نہ ہو تو محبت میں نقصان آجائے۔

طریقہ کا دارومدار:

ہمارے طریقہ کا دارومدار تین باتوں پر ہے۔ اہل سنت و جماعت کے عقائد پر قدم رہنا۔ دوام آگاہی اور عبادت۔ اگر کسی شخص کی ان تین چیزوں میں سے ایک خلل وفتور آجائے تو وہ ہمارے طریقہ سے خارج ہے۔ ہم عزت کے بعد ذلت اور قبول کے بعد ردّ سے خدا کی مانگتے ہیں۔

پیر کی اقسام:

پیر کے متعدد ہونے میں کلام شروع ہوا۔ زبان مبارک سے فرمایا کہ پیر تین طرح ہوتے ہیں۔ ایک پیر خرقہ۔ دوسرے پیر تعلیم۔ تیسرے پیر صحبت۔ واضح ہو کہ پیر خرقہ وہ ہے جس سے خرقہ ارادت پہنا جائے۔ جس بزرگ سے خرقہ تبرک واجازت ملے اُسے اہل تصوف اصطلاح میں پیر خرقہ کہتے ہیں۔ پیر تعلیم ذکر کے معنے ظاہر ہیں۔ پیر صحبت وہ ہے جس سے [illegible] صحبت رکھیں اور اُس کی صحبت سے منافع وترقیات حاصل کریں۔ اسی موقعہ پر فرمایا کہ ہندوستان میں سلسلہ چشتیہ وکبرویہ میں دارومدار خرقہ پر ہے۔ ان سلسلوں کے اصحاب کی اصطلاح میں مطلق پیر خرقہ کو کہتے ہیں۔ اسی واسطے ایک شخص کے لئے کئی پیروں کے ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور پیر تعلیم و پیر صحبت کو مرشد کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ نے اِسی مطلب کے مطابق ایک بزرگ کا نام لے کر فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالوں میں لکھا ہے کہ پیر خرقہ متعدد ہونا مکروہ ہے۔ اور [illegible]

[illegible] کا تعدد مکروہ ہے۔ لیکن پیر صحبت کئی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ پہلا پیر اجازت دے دے [illegible] فوت ہو جائے۔ بعد ازاں آپ نے فرمایا کہ ہاں پیر خرقہ متعدد نہیں ہوتے۔ لیکن [illegible] صحبت کے کئی ہو سکتے ہیں۔ اور یہی سالکوں کا معمول ہے۔

[illegible] کا تسلسل:

صوفیہ کرام کے سلسلوں میں لوگوں نے خرقہ کی سند حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ [illegible] بطریق عنعنہ بیان کی ہے۔ مگر ذکر کو بطریق عنعنہ بیان نہیں کیا۔ مگر سلسلہ نقشبندیہ و [illegible] میں ذکر کی سند بطریق عنعنہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے۔ حضرت [illegible] صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے لے کر آج کے دن تک [illegible] راویوں میں کسی طرح کا خلل نہیں پڑا۔ اس موقع پر حاضرین میں سے ایک نے سوال کیا [illegible] ہیں کہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں طریق رابطہ حضرت صدیق اکبر سے اور طریقہ ذکر [illegible] امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ سے پہنچا ہے کہاں تک درست ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو ذکر [illegible] سلسلہ میں ہے اور جسے وقوف عدد کہتے ہیں مقررہ طریقہ کے ساتھ مثلاً حبس دم اور اُس کے [illegible] رسول اللہ ملانا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ہم تک بطریق عنعنہ پہنچا ہے۔ اور [illegible] صحبت بھی آپ ہی سے پہنچا ہے۔ کیونکہ آپ سفر وحضر میں جناب سرور کائنات صلی اللہ علیہ [illegible] ساتھ رہا کرتے تھے۔ اور بطریق صحبت فیض حاصل کرتے تھے۔ اصل اس کام میں صحبت [illegible] رابطہ اس کا ظل ہے۔ جب صحبت ظاہری مفقود ہو تو اس طریقہ والوں نے رابطہ پر اکتفا کیا [illegible] صحبت معنوی ہے۔

[illegible] کی کیفیت:

ایک روز نقل ذیل نظر مبارک میں آئی کہ حضرت مخدومی جامی قدس اللہ سرہٗ السامی نقد [illegible] میں لکھتے ہیں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ حضور کی حالت میں بغیر اس کے جس سے غائب ہوں [illegible] کے بعض حقائق اس گروہ پر کھل جاتے ہیں اور اسی کو مکاشفہ کہتے ہیں۔ مکاشفہ کبھی [illegible] ہوتا۔ کیونکہ مکاشفہ سے مراد ہے علائق بدن سے مجرد ہونے کی حالت میں روح کا [illegible] کے مطالعہ میں متفرد ہونا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ حضرت مخدومی نے یہ مضمون ترجمہ

عوارف سے نقل کیا ہے۔ اور تحقیق یہ ہے کہ بعضے مکاشفات جن میں خیال کو کچھ دخل ہے اُن خطا بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن علوم یقینی جو مدرکہ پر الہام کئے جاتے اُن میں خطا کو کچھ دخل نہیں موقع پر ایک درویش نے عرض کیا کہ بعض علوم یقینی میں بھی جو بطریق الہام معلوم ہوتے ہیں پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اُس کا سبب یہ ہے کہ صاحب الہام مقدمات مسلّمہ میں سے بعض کو جو اُس کے نزدیک یقینی ہیں ان علوم یقینی کے ساتھ ملا لیتا ہے وجہ سے اُن میں خطا آجاتی ہے۔ ورنہ صرف علوم الہامیہ میں خطا کی گنجائش نہیں۔ علوم عقلیہ علماء جو قوانین منطق کی رعایت کرتے ہیں کبھی اُن کے فکر میں خطا داخل ہو جاتی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اپنے مقدمات مقررہ کو یقینی خیال کر کے اُس میں ملا لیتے ہیں۔ ورنہ منطق تو وہ علم اُس کی رعایت ذہن کو فکر میں خطا سے بچاتی ہے۔ اگر صرف منطق کا استعمال بغیر ملائے مقدمات کے ہو تو ذہن کبھی خطا نہ کرے۔ اس موقع پر حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں ان کو کشف کی کچھ ضرورت نہیں۔ کیونکہ کشف دو قسم کا ہوتا ہے۔ کشف دنیوی جو بالکل کسی کام نہیں آتا۔ دوسرا کشف اخروی جو کتاب وسنت میں بصراحت ہے اور عمل کے لئے کافی ہے۔ کوئی کشف اس کے برابر نہیں۔

اہل اللہ:

اہل اللہ کے بارے میں سلسلہ کلام شروع ہوا۔ فرمایا کہ اہل اللہ تین فرقے ہیں۔ صوفیہ۔ ملامتیہ۔ عباد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے ظاہر عبادت پر اکتفا کیا ہے اور فرائض وسنن بعد نفلی عبادتوں اور خیرات پر قیام کرتے ہیں۔ یہانتک کہ وہ چاہتے ہیں کہ خیرات میں سے کسی کی فروگزاشت نہ ہو۔ اور صوفیہ کے اذواق ومواجید سے بہرہ ور نہیں ہوتے۔ عباد میں سے جو صوفیہ کے اذواق سے بہرہ ور ہو گیا وہ گروہ صوفیہ میں داخل ہو گیا۔ اور اپنے مرتبہ سے نکل صوفیہ وہ فرقہ ہے جو مواجید واذواق سے بہرہ ور ہیں۔ اور اپنے خوارق وکرامات کو مخلوق کی نظر سے پوشیدہ نہیں رکھتے۔ تمام کاموں میں ان کی نظر خدا پر ہے۔ اور مخلوق کو مظاہر حق جانتے ہیں اس فرقہ میں ایک طرح کی رعونت ونخوت رہ گئی ہے۔ ملامتیہ وہ لوگ ہیں جو عام لوگوں کے لباس میں رہتے ہیں اور عوام سے کچھ امتیاز نہیں رکھتے۔ اور ظاہر میں فرائض وسنن موکدہ پر اکتفا کر

اخلاص کی رعایت میں کوشش کرتے ہیں اور اپنے تئیں اپنے خوارق ظاہر کر کے مشہور وظاہر کرتے۔ اس امر میں انہوں نے حضرت حق سبحانہ' کا اتباع کیا ہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ امور کا محل نہیں۔ خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں عام لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ رکھا ہے۔ لہٰذا وہ اپنے تئیں مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھتے ہیں۔ اسی واسطے اکثر لوگ ان کو اپنے جیسا خیال کرتے ہیں۔ یہ جماعت رعونت سے بالکل آزاد وپاک ہے۔ وہ مقام عبودیت کی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے اس جماعت کے کئی سردار ٹھہرائے ہیں۔ سب سے سردار جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاتے ہیں۔ صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر اور سلمان فارسی کو اور مشائخ میں سے بایزید بسطامی اور ابوسعید خراز اور ابوالسعود اور اپنے آپ کو بتاتے ہیں۔ ان کے سوا اوروں سے ساکت ہیں۔ مگر اُن کی نفی نہیں کرتے۔ شیخ کا عقیدہ ہے کہ جو کچھ کسی خاص وقت میں کشف میں آگیا اسے لکھ دیتے ہیں۔ فرقہ ملامتیہ میں سے وہ لوگ اپنے تئیں مخلوق پر بعنوان ملامت ظاہر کرتے ہیں اور بعض ایسی چیزوں کے مرتکب ہوتے ہیں جو باعتبار ظاہر ممنوع ہیں۔ مثلاً سفر میں ماہ رمضان میں دن کے وقت بازار میں کھاتے پیتے ہیں تاکہ مخلوق کی نظروں سے اُن کا اعتبار اُٹھ جائے۔ ایسے لوگ رتبہ ومرتبہ میں صوفیہ سے کم درجہ کے ہیں۔ مخلوق ان کی نظروں سے ساقط نہیں ہوا ہے۔

توحید کی راہ:

(ایام وفات سے پہلے) فرماتے تھے کہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ طریق توحید (وحدت وجود) کے سوا ایک اور وسیع راہ ہے۔ اور توحید کی راہ اُس شاہراہ کے مقابلہ میں محض ایک تنگ کوچہ ہے۔ (زبدۃ المقامات۔ ملفوظات حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ)۔

***

۲۵۔امام ربّانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ

سلسلہ نسب:

آپ کا نسب شریف حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بدیں ترتیب ملتا ہے۔ احمد[1] بن شیخ عبدالاحد[2] بن شیخ زین العابدین[3] بن شیخ عبدالحی[4] بن شیخ محمد[5] بن شیخ حبیب اللہ[6] بن شیخ رفیع الدین[7] بن شیخ نصیر الدین[8] بن شیخ سلیمان[9] بن شیخ یوسف[10] بن شیخ اسحاق[11] بن عبداللہ[12] بن شیخ شعیب[13] بن شیخ احمد[14] بن شیخ یوسف[15] بن شیخ شہاب الدین[16] علی الملقب بہ فرخ شاہ بن شیخ نصیر الدین[17] بن شیخ محمود[18] بن شیخ سلیمان[19] بن شیخ مسعود[20] بن شیخ عبداللہ[21] الواعظ الاصغر بن شیخ عبداللہ[22] الواعظ الاکبر بن شیخ ابوالفتح[23] بن شیخ اسحاق[24] بن شیخ ابراہیم[25] بن شیخ[26] بن شیخ عبداللہ[27] بن امیر المومنین عمر[28] فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

پندرہویں جد کی ہندوستان آمد:

آپ کے اجداد میں سے پندرہویں جد شیخ شہاب الدین علی ملقب بہ فرخ شاہ ہیں۔ سلاطین کابل کے بڑے امراء وزراء میں سے تھے۔ شیخ ممدوح پہلے مسلمان امیر ہیں جنہوں نے غزنی و کابل سے ہندوستان میں آکر دین اسلام کو رواج دیا۔ حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج قدس سرہ کا نسب بھی شیخ موصوف سے ملتا ہے۔

شہر سرہند:

حضرت مجدد کے چھٹے جد امجد امام رفیع الدین ہیں جو علم ظاہر و باطن کے جامع تھے آپ کو خلافت سید جلال الدین بخاری معروف بہ مخدوم جہانیاں سے ہے۔ آپ پہلے شخص ہیں

جنہوں نے ہندوستان میں سکونت اختیار کی۔ شہر سرہند کی بنا آپ ہی سے ہوئی جس کی کیفیت اس طرح ہے۔ کہ اس شہر کی آبادی کی جگہ ایک وحشت ناک جنگل تھا۔ جس میں درندے رہا کرتے تھے۔ اس جنگل کا نام ہندی میں سہرند (سہ بمعنی شیر۔ دند بمعنی جنگل) یعنی بیشۂ شیر تھا۔ اس سرزمین نواح میں کوئی شہر نہ تھا۔ صرف ایک سامانہ شہر تھا۔ جو یہاں سے ۲۴ میل پر تھا۔ لوگ روپیہ خزانہ وغیرہ داخل کرنے کے لئے سامانہ جایا کرتے تھے۔ اس لئے اس نواح کی رعایا بالخصوص رعایا براس جو یہاں سے چھ سات کوس تھا اوچہ میں جا کر حضرت مخدوم جہانیاں کی خدمت میں جو سلطان فیروز شاہ کے مرشد تھے عرض کیا کہ آپ دہلی تشریف لے جائیں۔ اور سلطان سے درخواست کریں کہ یہاں ایک شہر بنایا جائے۔ اس لئے مخدوم جہانیاں اپنے وطن مالوف سے دہلی آئے۔ سلطان نے آپ کا استقبال کیا۔ اور پہلی ہی ملاقات میں منظوری دے دی۔ کہ فلاں مقام پر شہر آباد کیا جائے۔ امام رفیع الدین کا بڑا بھائی خواجہ فتح اللہ جو بادشاہ کا وزیر تھا اس کام کو انجام دینے کے لئے مقرر ہوا۔ خواجہ موصوف دو ہزار آدمیوں کو ساتھ لے کر وہاں آکر عمارت کے کام میں مشغول ہوئے۔ پہلے ۷۶۰ھ میں قلعہ کی بنا اُس ٹیلہ پر رکھی جہاں جنگل تھا۔ مگر ہر روز جتنی دیوار تیار ہوتی۔ اُس سے دون گری ہوئی نظر آتی۔ جب اس امر کی اطلاع بادشاہ کو ہوئی تو اُس نے اس کا علاج سید مخدوم جہانیاں کے سپرد کیا۔ سید موصوف نے اپنے خلیفہ و امام نماز شیخ رفیع الدین کو جو سنام میں رہا کرتے تھے حکم دیا کہ تم اپنے ہاتھ سے قلعہ کی بنیاد رکھو اور اُس شہر میں سکونت اختیار کرو۔ کیونکہ اس کی ولایت تمہارے متعلق ہے۔ چنانچہ حضرت امام اس جگہ آئے اور مکاشفہ سے معلوم کیا کہ اس جگہ ایک خدا دوست شخص کو زبردستی مزدوروں میں شمار کر لیتے ہیں اور وہ رات کو توجہ ڈال کر دیوار گرا دیتا ہے۔ آپ نے منع فرمایا اور اپنے دست مبارک سے بنائے قلعہ کی اینٹ رکھی اور قلعہ اور شہر کی تعمیر حضرت امام کے اہتمام میں انجام کو پہنچی۔ اختتام تعمیر پر حضرت امام نے یہاں کی سکونت اختیار کی۔ منقول ہے کہ حضرت امام کو معلوم ہوا کہ وہ خدا دوست شیخ شرف الدین بوعلی قلندر تھے۔ حضرت امام رفیع الدین قدس سرہ کا مزار مبارک قصبہ سرہند سے باہر قریب ہی اب تک ہے۔ یہ شہر خوب آباد رہا۔ یہاں تک کہ سکھوں نے اسے ۱۰۷۷ھ میں تاخت و تاراج کیا اب تک ویران پڑا ہے۔

والد محترم کا مرتبہ:

حضرت مجدد کے والد شیخ عبدالاحد آغاز جوانی ہی میں شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس
کی خدمت میں حاضر ہو کر اُن کے مرید بن گئے اور ان کی خدمت میں حاضر رہنے کی اجا
طلب کی۔ مگر انہوں نے اجازت نہ دی۔ فرمایا کہ علوم دین وشریعت حاصل کر کے آجانا۔ کیو
کے بغیر درویشی بے لطف ہے۔ عرض کیا کہ مجھے ڈر ہے کہ علوم دینیہ کی تکمیل کے بعد آپ کی
کو نہ پاؤں۔ فرمایا۔ اگر مجھے نہ پاؤ تو میرے فرزند رکن الدین سے حاصل کرنا جو چاہتے ہو۔
تحصیل علوم سے پہلے ہی شیخ قدس سرہ نے وصال فرمایا۔ پس حضرت مخدوم علوم دینیہ کی تحصیل
بعضے بلاد کی سیر وسیاحت کے بعد شیخ رکن الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے
والد بزرگوار کے اشارے کے موافق حضرت مخدوم کی تربیت میں بہت کوشش کی۔ اور خاندان
قادریہ وچشتیہ میں خرقہ خلافت آپ کو عطا کیا اور طالبان خدا کی تربیت وتعلیم کا حکم دیا اور
اجازت نامہ عطا فرمایا جو زبدۃ المقامات میں منقول ہے۔

انتساب باطنی:

حضرت مجدد کا انتساب باطنی ہر چہار خاندان سے ہے۔ چنانچہ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ
مرید وخلیفہ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ کے ہیں جو مرید وخلیفہ مولانا خواجگی امکنگی قدس
کے ہیں۔ اور طریقہ قادریہ میں آپ مرید وخلیفہ شاہ سکندر کیتھلی کے ہیں جو مرید وخلیفہ اپنے
بزرگوار شاہ کمال کیتھلی (متوفی ۱۹ جمادی الاخرے ۹۲۱ھ) کے ہیں۔ اور خاندان چشتیہ صابر
سہروردیہ میں اپنے والد بزرگوار مخدوم عبدالاحد کے ہیں جو مرید وخلیفہ شیخ المشائخ رکن الدین
شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے ہیں۔ ان چار سلسلوں کے علاوہ آپ کو دیگر سلاسل مثل
شطاریہ۔ مداریہ۔ کبرویہ۔ وغیرہ کی تلقین کی اجازت بھی اپنے والد بزرگوار سے حاصل تھی۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت شہر سرہند میں شب جمعہ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ کو ہوئی۔ آپ کے
والد بزرگوار کا بیان ہے کہ آپ کی ولادت سے پہلے میں نے خواب میں دیکھا کہ تمام جہان میں

پھیل گئی ہے۔ سور۔ بندر۔ اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ اسی اثناء میں میرے سینے
سے نور نکلا اور اُس میں ایک تخت ظاہر ہوا۔ اُس تخت پر ایک شخص تکیہ لگائے بیٹھا ہے اور اس
تمام ظالموں، زندیقوں اور ملحدوں کو بکرے کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ کوئی شخص
اس کا سبب پوچھتا ہے۔ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۔ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اس
کی تعبیر حضرت مخدوم نے حضرت شاہ کمال کیتھلی سے دریافت کی۔ انہوں نے بعد توجہ
کہ تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس سے الحاد و بدعت کی تاریکی دور ہوگی۔ یہ تعبیر
بالکل درست نکلی۔

نقل ہے کہ ایک مرتبہ ایام رضاعت میں آپ نہایت علیل ہو گئے۔ آپ کی والدہ ماجدہ
آپ کو شاہ کمال کیتھلی کی خدمت میں لے گئیں۔ حضرت شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ
کے منہ میں دے دی۔ اور آپ اُسے دیر تک چوستے رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ خاطر جمع رکھو۔ یہ
لڑکا بڑی عمر کا ہوگا۔ اور عالم عامل اور عارف کامل ہوگا اور میرے تیرے جیسے بہت سے اس سے پیدا
ہوں گے۔

علم کا حصول:

جب آپ سن تعلیم کو پہنچے تو آپ کو مکتب میں داخل کر دیا گیا۔ تھوڑی مدت میں آپ نے
قرآن مجید حفظ کر لیا۔ بعد ازاں اکثر علوم متداولہ آپ نے اپنے والد بزرگوار سے حاصل کئے۔ اس
کے بعد آپ سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اور وہاں معقولات کی بعض کتابیں عضدی وغیرہ فاضل
جلیل مولانا کمال کشمیری سے اور حدیث کی بعض کتابیں مولانا یعقوب کشمیری سے پڑھیں۔ مولانا
یعقوب نے جو قطب مکرم شیخ حسین خوارزمی کبروی کے اکابر خلفاء میں سے تھے حرمین شریفین میں
بہت سے اکابر محدثین سے تصحیح حدیث کی ہوئی تھی۔ علاوہ ازیں حضرت مجدد نے تفسیر واحدی و دیگر
کتب تفسیر واحدی اور تفسیر بیضاوی اور دیگر مصنفات بخاری ومشکوٰۃ المصابیح وشمائل ترمذی وجامع صغیر
سیوطی اور قصیدہ بردہ وغیرہ کی اجازت عالم ربانی قاضی بہلول بدخشانی سے حاصل کی تھی۔ قاضی
موصوف کو کتب مذکورہ کی اجازت شیخ عبدالرحمن بن مندب سے تھی۔ جن کا گھر آباواجداد سے بیت
الحدیث چلا آتا تھا۔ الغرض آپ سترہ سال کی عمر میں علوم ظاہری کی تحصیل کے سب مرحلے طے

کر کے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہو کر تدریس میں مشغول ہوئے اور طلبہ علوم کو اپنی برکات سے بہرہ ور فرماتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ نے عربی فارسی میں متعدد رسالے نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ تحریر فرمائے۔ چنانچہ رسالہ تہلیلہ۔ رسالہ اثبات نبوت۔ اور رسالہ شیعہ ان ہی رسائل میں سے ہیں۔

تصنیف کی وجہ:

رسالہ ردشیعہ کی تصنیف کا باعث یہ ہوا کہ عبداللہ خاں اوزبک والئی سمرقند و بخارا نے ۹۹۰ھ میں تخت نشین ہوا تھا خراسان پر حملہ کیا اور نو ماہ کے محاصرے کے بعد ہرات کو ۹۹۳ھ میں فتح کر لیا۔ جب خان مذکور نے خراسان کے مشہور شہر طوس یعنی مشہد مقدس کا محاصرہ کر رکھا تھا تو فقہائے مشہد میں سے ایک نے عرضداشت عبداللہ خاں کی خدمت میں بھیجی جس کا ماحصل یہ تھا کہ رعایائے مشہد تو اکثر حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذریت ہیں۔ آپ نے کس دلیل سے مشہد کا محاصرہ کیا اور وہاں کے باشندوں کا قتل اور ان کے مال کا لوٹ لینا جائز رکھا ہے۔ عبداللہ خاں نے وہ تحریر علمائے ماوراء النہر کی خدمت میں پیش کی جو اس محاصرہ میں ہمرکاب تھے۔ اس کے جواب میں علمائے مذکورین نے ایک رسالہ بدیں مضمون لکھا کہ شیعہ کافر ہیں۔ اور ان کا قتل کرنا اور ان کا مال لوٹ لینا مسلمانوں کے لئے مباح ہے۔ اس پر محمد بن فخر الدین علی رستمداری شیعی نے جو مشہد میں روضہ مقدس کی خدمت اور تدریس کا منصب رکھتا تھا اس تحریر کے جواب میں ایک رسالہ لکھا جو کہ مجالس المومنین میں مذکور ہے۔ جب یہ رسالہ شیعہ حضرت مجدد کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے اس کا نہایت مدلل و معقول جواب لکھا۔ اُن دنوں میں اہل تشیع ہندوستان میں ارباب حشمت و جاہ تھے۔ اور دربار شاہی میں تقرب تام رکھتے تھے اور بادشاہِ وقت بھی دین اسلام اور ارباب دین سے نہایت دشمنی رکھتا تھا۔ ان حالات میں حضرت کا تردید شیعہ میں قلم اُٹھانا آپ کی حمیت و غیرت اسلامی کی زبردست دلیل ہے۔

ابوالفضل وفیضی سے ملاقات

آگرہ کے مشاہیر علماء کا شہرہ سُن کر آپ کے دل میں ان حضرات کی ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ اور کچھ عرصہ وہیں قیام کیا۔ اِس عرصہ میں آپ کو کل

ابوالفضل کی مجلس میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہ آپ کی خاص رعایت و تعریف کیا کرتا تھا۔ اس نے فلاسفہ اور ان کے علوم کی توصیف میں نہایت مبالغہ کیا۔ جس سے علمائے دین کی ایذا لازم آتی تھی۔ آپ سے یہ کب برداشت ہو سکتا تھا۔ فرمایا کہ امام غزالی قدس اللہ سرہٗ نے المنقذ من الضلال میں لکھا ہے کہ وہ علوم جن کے واضع فلاسفہ اپنے تئیں بتاتے ہیں مثلاً ہیئت و ریاضی۔ یہ کتب انبیائے سابقین سے سرقہ ہیں۔ اور ریاضی وغیرہ جو فلاسفہ کے طبعزاد ہیں ان میں کس کام آتے ہیں۔ ابوالفضل یہ سن کر خفا ہوا اور کہنے لگا کہ غزالی نے نامعقول کہا ہے۔ آپ یہ سُن کر ناراض ہو گئے اور مجلس سے اُٹھ آئے۔ اُٹھتے وقت فرمایا کہ اگر تو ہم سے صحبت کا ذوق رکھتا ہے تو ایسی دوراز ادب باتوں سے زبان کو بند رکھ۔ آپ کئی روز اُس کے ہاں تشریف نہ لے گئے۔ یہانتک کہ ایک شخص کو اُس نے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ اور بلا کر بلایا۔

علمی قابلیت:

ایک روز آپ ابوالفضل کے بھائی فیضی کے ہاں تشریف لے گئے۔ وہ ان ایام میں سواطع الالہام (مواطع الالہام) لکھ رہا تھا۔ وہ آپ کو دیکھ کر خوش ہوا اور کہنے لگا کہ خوب موقع ہے ایک مقام درپیش ہے کہ جس کی تاویل و تفسیر حروف غیر معجمہ میں دشوار ہے۔ میں نے دماغ سوزی کی ہے۔ مگر دلخواہ عبارت نہیں سوجھتی۔ یہ سُن کر آپ نے قلم برداشتہ اس صفحہ پر قریب کثیرہ حروف بے نقط میں کمال بلاغت میں تحریر فرمائے۔ کہ جس سے فیضی حیران رہ گیا۔ اس واقعہ سے آپ کی زبردست علمی قابلیت ظاہر ہے۔

وطن واپسی:

فرزند دلبند کی دوری والد بزرگوار پر ناگوار گزری۔ اس لئے وہ شوقِ دیدار میں آگرہ آئے اور آپ کو ہمراہ لے کر وطن مالوف کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں بمقام تھانیسر وہاں کے شیخ سلطان کی صاحبزادی سے آپ کا نکاح ہو گیا۔ وطن میں پہنچ کر آپ نے سلوک میں قدم رکھا اور اپنے والد بزرگوار کی صحبت میں بہت سے فوائد باطنی حاصل کئے۔ رسالہ مبدا و معاد میں لکھتے ہیں:۔

''اس درویش کو اصل نسبت فردیت کہ جس سے عروج اخیر مخصوص ہے اپنے والد بزرگوار سے حاصل ہوئی تھی۔ اور والد بزرگوار کو ایک بزرگ (شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ) سے ہاتھ لگی تھی۔ جو جذبہ قوی رکھتے تھے اور خوارق میں مشہور تھے۔ نیز اس درویش کو عبادات نافلہ بالخصوص ادائے نماز نافلہ کی توفیق اپنے والد بزرگوار کی مدد سے ہے۔ اور والد بزرگوار کو یہ سعادت اپنے شیخ (رکن الدین بن شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) سے حاصل ہوئی تھی جو سلسلہ چشتیہ میں تھے۔''

اِن ہی ایام میں ایک مرتبہ آپ بیمار ہو کر بہت کمزور ہو گئے۔ آپ کی حالت آپ کی اہلیہ بیقرار ہو گئی اور اُس نے دوگانہ ادا کر کے رو کر آپ کی صحت کے لئے دعا کی حال میں اُسے نیند آ گئی۔ خواب میں دیکھتی ہے کہ ایک شخص کہہ رہا ہے تسلی رکھو۔ ہمیں اس بڑے کام لینے ہیں۔ جن میں سے ہزار میں سے ایک بھی ظہور میں نہیں آیا۔ چنانچہ آپ تندرست ہو گئے۔ اور اس معاملہ کے تھوڑی مدت بعد حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو

حج کے لیے روانگی:

حضرت شیخ کو حج بیت اللہ شریف اور زیارت روضہ مقدسہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ کا شوق مدت سے دامنگیر تھا۔ مگر اپنے والد ماجد کی کبرسنی کے سبب سے اِس ارادے کو ملتوی ہوا تھا۔ آپ کے والد نے ۲۷ جمادی الاخرے ۱۰۰۷ھ میں اسّی سال کی عمر میں وصال فرمایا لئے انتقال کے دوسرے سال آپ حج کے ارادے سے روانہ ہوئے۔

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت:

راستے میں جب دہلی پہنچے تو مولانا حسن کشمیری نے جو آپ کے دوستوں میں تھے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ کی بہت تعریف کی اور اُن سے ملنے کی ترغیب دی۔ چونکہ آپ نقشبندیہ عالیہ کا شوق پہلے سے تھا۔ اِس لئے آپ حضرت خواجہ کی خدمت میں حاضر ہو مہربانی سے پیش آئے۔ اور آپ کا ارادہ وقصد دریافت کیا۔ آپ نے اپنا عزم ظاہر کیا۔

تھا کہ کسی طالب کو بذات خود اپنے آپ اخذ طریقہ کا اشارہ کریں۔ یا ایسے سفر روک کر اپنی خانقاہ میں سکونت کے لئے ارشاد فرمائیں۔ مگر چونکہ اس شہباز بلند پرواز استعداد بلند پر نظر عالی تھی۔ اس لئے اپنی عادت سے تجاوز کر کے فرمایا کہ اگرچہ تم سفر ارادہ رکھتے ہو۔ لیکن کچھ مدت کم سے کم ایک ماہ یا ایک ہفتہ فقراء کی صحبت میں رہو۔ تو حسب الارشاد آپ نے ایک ہفتہ قیام اختیار فرمایا۔ ابھی دو روز بھی نہ گزرے تھے کشش وتصرف سے آپ پر اخذ طریقہ نقشبندیہ کا شوق غالب ہوا۔ آپ نے سے عرض کیا۔ حضرت خواجہ نے فی الفور بغیر استخارہ کے داخل طریق کر لیا۔ اور خلوت جا کر توجہ شروع کی۔ چنانچہ اُسی وقت آپ کا دل ذاکر ہو گیا۔ اور حلاوت والتذاذ پیدا روز بروز ترقیات وعروج ظاہر ہونے لگے۔

کی باتیں:

ان ایام میں ایک روز حضرت خواجہ نے آپ کے رشد ورشاد اور بلند استعداد کو دیکھ کر طلب میں طلب کیا۔ اور وہ وقائع بیان کئے جو اس سے چند سال پیشتر آپ کے علو حال و کی بہت معائنہ کئے تھے۔ از آنجملہ ایک یہ تھا کہ آپ نے فرمایا کہ جب میرے مخدوم مولانا قدس سرہ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہندوستان میں جاؤ تا کہ یہ سلسلہ شریفہ تمہارے ذریعہ جاری ہو جائے۔ تو میں نے اپنے تئیں اس خدمت کے لائق نہ سمجھ کر عذر کیا۔ آپ نے لئے فرمایا۔ میں نے استخارہ میں دیکھا کہ گویا ایک طوطی شاخ پر بیٹھا ہے۔ میں نے میں نیت کی کہ اگر وہ طوطی شاخ سے اُڑ کر میرے ہاتھ پر بیٹھ جائے تو میرے لئے اس سے فتوح ظاہر ہوں گے۔ اس خیال کا آنا تھا کہ طوطی اُڑ کر میرے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ اور نے اپنا لعاب دہن اُس کے منہ میں ڈالا۔ اور اُس طوطی نے میرے منہ میں شکر ڈالی۔ روز میں نے یہ واقعہ حضرت مولانا خواجگی کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کہ ستان کا جانور ہے۔ ہندوستان میں تمہارے دامن برکت سے ایک بزرگ کا ظہور ہوگا سے ایک جہان روشن ہو جائے گا۔ اور تم بھی اُس سے بہرہ ور ہو گے۔ یہ واقعہ بیان کر کے نے آپ سے فرمایا کہ حضرت مولانا کا اشارہ تمہاری طرف تھا۔ دوسرا واقعہ یہ ہے کہ

آپ سے فرمایا کہ جب میں حضرت مولانا خواجگی قدس سرہ سے رخصت ہو کر ہندوستان
اور تمہارے شہر سرہند میں پہنچا تو واقعہ میں مجھے بتایا گیا کہ تم قطب کے پڑوس میں اُترے
اس قطب کے حلیہ سے بھی اطلاع بخشی گئی۔ صبح کو اُٹھ کر میں شہر کے درویشوں اور گوشہ
ملاقات کے لئے گیا لیکن کسی کو اس حلیہ کے مطابق نہ پایا۔ اور نہ کسی میں قطبیت کے آ
آئے۔ میں نے خیال کیا کہ شہر والوں میں سے کسی میں قطبیت کی قابلیت ہوگی۔ کہ جس
بعد میں ہوگا۔ مگر جس روز میں نے تم کو دیکھا تمہارا حلیہ اس حلیہ کے مطابق پایا۔ اور اس قا
نشان بھی تم میں دیکھا گیا۔ حضرت خواجہ نے یہ بھی فرمایا کہ واقعہ میں دیکھا گیا کہ میں نے
چراغ جلایا ہے۔ جس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی جاتی ہے۔ اور لوگوں نے اس چراغ
بہت سے چراغ روشن کر لئے ہیں۔ میں جو سرہند کے نواح میں پہنچا تو وہاں کے جنگل
مشعلوں سے پُر پایا۔ اس بات کو بھی میں نے تمہارے معاملہ کی طرف اشارہ سمجھا۔ حاصل
کہ خدا تعالیٰ کی عنایت اور حضرت خواجہ کی تربیت کی برکت سے جو کچھ حضرت شیخ نے
میں حاصل کیا وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ ایک طالب کی ترغیب کے لئے خود حضرت شیخ نے
ذکر بطریق اجمال اپنے مکتوبات (دفتر اول۔ مکتوب۔۲۹۰) میں کیا ہے۔ جسے ہم
طوالت یہاں نقل نہیں کرتے۔

روشن چراغ:

حضرت خواجہ نے کئی بار فرمایا ہے کہ شیخ احمد کی سُرعت سیر کا سبب یہ ہے کہ وہ محبو
مراد ہیں۔ حضرت شیخ کو حضرت خواجہ کی خدمت میں کچھ بہت دن نہ گذرے تھے۔ کہ حضر
خواجہ نے اپنے ایک مخلص کو خط میں یوں لکھا۔

"شیخ احمد نام کا ایک شخص سرہند کا رہنے والا کثیر العلم اور قوی العمل ہے۔ وہ
چند روز فقیر کی صحبت میں رہا۔ اُس کے بہت سے عجیب حالات دیکھنے میں
آئے۔ وہ ایسا نظر آتا ہے کہ ایک چراغ ہوگا۔ جس سے جہان کے جہان
روشن ہو جائیں گے۔ الحمد للہ اُس کے احوال کاملہ میرے نزدیک
یقینی ہیں۔ اس شیخ مشار الیہ کے بھائی اور قریبی رشتہ دار ہیں جو سب نیک

اور طبقہ علماء سے ہیں۔ جواہر عالیہ سے سمجھ کر کئی سے میں نے ملاقات کی۔
عجیب لیاقت رکھتے ہیں۔ اس شیخ کے بیٹے جو ابھی بچے ہیں اسرار الٰہی سے
ہیں۔ حاصل کلام شجرہ طیبہ ہیں۔ اللہ اُسے اچھی طرح نشوونما دے۔ اور
فقرائے باب الٰہی ہیں اور عجیب دل رکھتے ہیں۔" (زبدۃ المقامات)۔

غرض کہ حضرت خواجہ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ کہ اُس نے ایسا بلند استعداد مسترشد آپ
میں بھیجا جو آپ کی نظر تربیت کی برکت سے تھوڑے ہی عرصہ میں درجہ کمال و تکمیل کو
گیا۔ اور حضرت شیخ کو اجازت کاملہ کا خلعت پہنا کر وطن مالوف یعنی سرہند کو روانہ کر دیا۔ اور
طالبوں کی ایک جماعت ان کی خدمت میں متعین کر دی۔

وارشاد میں مشغولیت:

حضرت شیخ وطن میں پہنچ کر حسب الارشاد طالبوں کی تربیت میں مشغول ہوئے اور
ہدایت میں ایک بڑی جماعت کو اپنے فیوضات کے چشمہ سے شاداب کر دیا۔ اسی اثنا میں
آپ کی بلند ہمت حاصل شدہ کمال کو قلیل خیال کر کے عروج کی خواہاں ہوئی۔ اور طالبوں کی
ارشاد سے کنارہ کشی کر کے عزلت کی طرف مائل ہوئی۔ مگر اللہ تعالیٰ نے وہ مطلب جسے آپ
طریقت میں حاصل کرنا چاہتے تھے محض اپنے کرم سے عطا فرمایا۔ اور آپ پھر افاضۂ طلاب میں
مشغول ہو گئے۔ چنانچہ آپ اپنے مکتوب میں یوں تحریر فرماتے ہیں۔

"جب حضرت خواجہ نے مجھے کامل مکمل سمجھ کر تعلیم طریقہ کی اجازت دے دی۔ اور
طالبوں کی ایک جماعت میرے سپرد کر دی۔ اُس وقت مجھے اپنے کمال و تکمیل میں کچھ تردد تھا۔
اب وہ تردد کا محل نہیں۔ کیونکہ مشائخ عظام نے ان مقامات کو کامل و تکمیل کا مقام بتایا ہے۔ اگر
اس مقام میں کچھ تردد پیدا ہو جائے تو اُن مشائخ کی کمالیت میں شک لازم آئے گا۔ میں نے
حسب الارشاد طریقت کی تعلیم شروع کر دی اور طالبوں کے کام میں توجہات مبذول کیں۔
توجہ میں بڑے اثر محسوس ہوئے یہانتک کہ سالوں کا کام گھڑیوں پر آ گیا۔ کچھ مدت اس کام
میں گرم رہا۔ آخر کار پھر اپنے ناقص ہونے کا علم پیدا ہوا۔ اور ظاہر کیا گیا کہ تجلی ذاتی برقی جس کو
اکابر مشائخ نے نہایت بتایا ہے وہ اس راہ میں پیدا نہیں ہوئی۔ اور یہ بھی معلوم نہ ہوا کی سیر الی اللہ

اور سیر فی اللہ کیا ہے۔ لہٰذا اس قسم کے کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اپنے [illegible] ہونے کا علم دلائل قاطعہ سے ثابت ہوگیا۔ طالبان خدا نے جو میرے گرد تھے میں نے ان [illegible] کر کے اپنے ناقص ہونے کا حال بیان کیا۔ اور سب سے رخصت چاہی۔ مگر طالبوں نے [illegible] بات کو تواضع پر محمول کیا۔ اور استفاضہ سے باز نہ آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد حضرت حق سبحانہ [illegible] احوال منتظرہ حاصل کرادیئے بطفیل اپنے حبیب پاک علیہ وعلی آلہ الصلوٰت والتسلیمات۔" (دفتر اول۔ مکتوب۔ ۲۹)۔

دہلی میں دوبارہ آمد:

حضرت شیخ کچھ مدت کے بعد اپنے بزرگوار کی زیارت کے لئے پھر دہلی تشریف [illegible] گئے۔ اور دیر تک ان کی صحبت میں رہ کر بہ نسبت سابق درجات و معاملات بلند حاصل کئے۔ [illegible] باایں ہمہ اپنے پیر بزرگوار کا ادب اس درجہ ملحوظ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ متصور نہیں۔ چنانچہ [illegible] صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ باقی باللہ کے مقبولین میں سے ایک نے [illegible] سے بیان کیا کہ جن دنوں ہمارے خواجہ اس خلیفہ عالی درجات یعنی تمہارے شیخ میاں احمد کی طرف [illegible] نہایت التفات فرماتے تھے اور ان کی تعظیم و توقیر میں مبالغہ کرتے تھے ایک روز کسی ضرورت کے [illegible] لئے مجھے ان کے بلانے کو بھیجا۔ جب میں نے حاضر خدمت ہو کر کہا۔ کہ حضرت پیر دستگیر [illegible] تمہیں بلایا ہے۔ یہ سنتے ہی آپ کے رخسار کا رنگ ڈر کے مارے متغیر ہوگیا۔ اور غایت خوف [illegible] سے اضطراب بلکہ رعشہ بدن میں پیدا ہوگیا۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ سبحان اللہ سنا کرتے [illegible] نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔ آج بچشم خود دیکھ لیا۔

مقام و مرتبہ:

حضرت شیخ رسالہ مبدا و معاد میں یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

"ہم چار شخص اپنے خواجہ کی خدمت میں لوگوں کے نزدیک تمام یاروں سے ممتاز تھے۔ حضرت خواجہ کی نسبت ہم میں سے ہر ایک کا اعتقاد علیحدہ اور معاملہ جدا تھا۔ یہ فقیر یقینی طور پر جانتا تھا کہ حضور سرور کائنات علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات کے زمانے کے بعد ایسی صحبت

[illegible] اور ایسی تربیت و ارشاد کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ اور اس نعمت کا شکر بجالاتا تھا کہ اگرچہ [illegible] علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کے شرف سے مشرف نہیں ہوا۔ مگر اس صحبت [illegible] سے محروم نہیں رہا۔ حضرت خواجہ اُن تینوں کا حال یوں بیان فرماتے تھے۔ کہ فلاں [illegible] صاحب تکمیل جانتا ہے لیکن صاحب ارشاد نہیں سمجھتا اور اس کے نزدیک ارشاد کا مرتبہ تکمیل [illegible] سے زیادہ ہے۔ اور فلاں ہم سے کچھ تعلق نہیں رکھتا۔ اور تیسرے کی نسبت فرماتے تھے کہ وہ ہمارا [illegible] کرتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو اعتقاد کے موافق حصہ ملا۔

طالبان کی تعداد میں اضافہ:

اس کے بعد جب حضرت شیخ سرہند واپس آئے تو طالبوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا۔ [illegible] اپنے حالات اور اپنے یاروں اور اپنے پیر بھائیوں کی ترقیوں کا حال بذریعہ عرائض اپنے پیر [illegible] بزرگوار کی خدمت میں عرض کرتے رہے۔ جیسا کہ مکتوبات شریف دفتر اول کے ابتدائی مکتوبات [illegible] سے ظاہر ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ بھی اپنے اصحاب موجودین کی ترقیات و قابلیات کا حال [illegible] اظہار حضرت شیخ سے دریافت کیا کرتے تھے۔ اور کبھی عزیز متوقف کے عنوان سے اپنے واسطے [illegible] حصول مقصد کے لئے دعا و توجہ کی درخواست کرتے تھے۔

استقبال کی کیفیت:

جب تیسری بار حضرت شیخ دہلی تشریف لے گئے تو حضرت خواجہ نے حد سے زیادہ آپ [illegible] کا احترام و اکرام کیا۔ چنانچہ آپ کے استقبال کے لئے قلعہ فیروزی سے پیدل روانہ ہوئے۔ [illegible] دروازہ کابلی پر آپ کا استقبال کیا۔ اور بڑے اعزاز سے آپ کو ہمراہ لے گئے۔ اور اپنے سامنے [illegible] آپ کو اپنے اصحاب کا سر حلقہ اور صبح و شام کے حلقہ مراقبہ کا مقتدا بنایا۔ اور خود اس حلقہ میں اپنے [illegible] مریدوں کی طرح داخل ہوتے۔ جب حلقہ یا اس مجلس سے جس میں حضرت شیخ ہوتے اُٹھتے تو [illegible] ادب کی رعایت سے بطور رجعت قہقری اُلٹے پاؤں واپس ہوتے۔ اسی طرح تحریر میں بھی [illegible] نیازمندی ظاہر کرتے۔ اور اپنے اصحاب کو بھی تاکید کرتے تھے کہ حضرت شیخ کی خدمت [illegible] میں ہماری تعظیم نہ کرو۔ بلکہ اپنی توجہ بھی ہماری طرف نہ رکھو۔ القصہ آپ نے اپنے تمام مریدوں کو [illegible] حضرت شیخ کے حوالہ اور مشیخت و ارشاد کا معاملہ بالکلیہ ان کے سپرد کردیا۔ فرمایا کہ ضعف بدن کے

آثار بہت ظاہر ہوتے ہیں۔ اب زندگی کی امید بہت کم ہے۔ اور اپنے فرزندان گرا
عبداللہ اور خواجہ عبیداللہ کو جو ابھی بچے تھے طلب فرما کر ان کے حق میں حضرت سے توجہ کی
فرمائی بلکہ ان کی والدات کو بھی غائبانہ توجہ کرائی۔ میر محمد نعمان کا بیان ہے کہ جب حضر
نے اپنے تمام اصحاب کو حضرت شیخ کے حوالہ کر دیا۔ تو اُس وقت مجھ سے بھی فرمایا کہ حضر
کی صحبت کو سعادت سمجھ کر ان کی خدمت میں رہا کرو۔ چونکہ پیر بھائی ہونے کی وجہ سے
رعونت متمکن تھی۔ میں نے حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ وہ ہر چند بزرگ ہیں۔ مگر میری تو
تو آپ کی درگاہ ہے۔ یہ سُن کر حضرت خواجہ نے خفا ہو کر فرمایا۔

''میاں شیخ احمد ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے اُن کے ضمن میں گم
کامل اولیائے متقدمین میں سے خال خال ان کی مثل ہوئے ہوں گے۔'' (زبدۃ المقامات)

اس کے بعد درست اعتقاد اور پوری نیازمندی سے حضرت شیخ کی خدمت میں
میر ممدوح ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت شیخ اپنے حُجرے میں چارپائی پر سوئے
تھے کہ ناگاہ حضرت خواجہ اکیلے آپ کی مُلاقات کے لئے حُجرے کے دروازے پر پہنچے۔ خادم
حضرت شیخ کو جگانا چاہا۔ حضرت خواجہ نے بتاکید اُسے منع کیا۔ اور خود بڑی نیازمندی اور
سے دروازے کے باہر انتظار کیا۔ ایک لمحہ گزرا تھا کہ حضرت نے بیدار ہو کر آواز دی کہ دروا
کے باہر کون ہے۔ حضرت خواجہ نے نہایت ادب سے کہا کہ فقیر محمد باقی ہے۔ یہ سُن کر حضر
چارپائی سے اضطراب کی حالت میں اُتر کر باہر آئے۔ اور نہایت نیازمندی وانکساری سے
خواجہ کی خدمت میں بیٹھ گئے۔ غرضیکہ وہ صحبت و معاملہ جوان دونوں پیر و مرید کے درمیان ظہور
آیا ہے موجب حیرت اور عجائب روزگار سے ہے۔ کسی نے دیکھا تو کیا ایسا سنا بھی کم ہوگا۔

خراج تحسین:

حضرت خواجہ نے فقرات مدحیہ جو حضرت شیخ کی شان میں فرمائے ہیں۔ وہ تحریر
نہیں آسکتے۔ ایک روز فرمایا کہ آپ کامل مردوں اور محبوبوں میں سے ہیں۔ دوسرے موقع پر فرما
کہ آج آسمان کے نیچے صوفیہ کرام میں سے کوئی آپ جیسا نہیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ صحابہ اور کا
تابعین و مجتہدین کے بعد اخص الخواص میں سے گنتی کے چند آپ جیسے نظر آتے ہیں۔ حضر

ارشاد ہے۔ کہ ان تین چار سالوں میں ہم نے مشیخت نہیں کی۔ بلکہ چند روز کھیل کھیلا
الحمد للہ والمنۃ کہ ہمارا یہ کھیل اور یہ دوکانداری رائگاں نہیں گئی۔ کہ جس سے ایسا شخص
گیا۔ خود حضرت شیخ کی زبانی سنا گیا کہ طالبوں کی تربیت میں حضرت خواجہ قدس سرہ کی
اس وقت تک تھی کہ میرا معاملہ انتہا کو نہ پہنچا تھا۔ جب میرے کام سے فارغ ہو گئے تو
کیا کہ آپ نے اپنے تئیں مشیخت کے کام سے ہٹالیا اور طالبوں کو میرے حوالہ کر کے فرمایا۔
اس تخم کو بخارا اور سمرقند سے لائے اور ہند کی برکت والی زمین میں بو دیا۔ حضرت خواجہ نے
یہ بھی فرمایا ہے کہ فلاں (حضرت شیخ احمد) کی صُحبت کے اثر سے اخیر میں معلوم ہوا کہ
کو پہنچے ہے اور اس کے اوپر وسیع شاہراہ ہے۔

اور میں آمد:

تیسری دفعہ جب حضرت شیخ وطن واپس تشریف لائے تو اس کے بعد حضرت خواجہ سے
ملاقات نہیں ہوئی۔ سرہند میں آپ نے چند روز قیام کیا۔ پھر لاہور تشریف لے گئے۔
کے اصاغر و اکابر نے آپ کی تشریف آوری کو غنیمت سمجھا اور خواص و عوام میں سے بہت
اقبال طریقہ ہوئے اور بڑی سرگرمی سے ہر جگہ حلقہ و شغل و مراقبہ ہونے لگا۔

لاہور کے اثناء میں ایک روز مولانا جلال تلوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے سوال کیا کہ آپ
علوم ظاہری و باطنی ہیں۔ مسئلہ وحدت وجود میں جو ظاہر شرع سے چنداں موافقت نہیں
اور بہت سے اولیائے کاملین کے مشرب ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس پر آپ نے مولانا
میں چند کلمے کہے۔ جن کو سُن کر مولانا کی آنکھ سے آنسو ٹپک پڑے اور ارباب حال کی
ان کے چہرے پر تغیر پیدا ہو گیا۔ اور مولانا آپ کے زانو پر ہاتھ لگا کر اسی حالت میں
تمام رخصت ہوئے۔ کسی کو معلوم نہ ہوا کہ حضرت نے کیا ارشاد فرمایا اور مولانا نے کیا سنا۔

ندانم چہ گفتی چہ انگیختی کہ گفتی و از دیدہ خوں ریختی

حضرت شیخ کے اصحاب میں سے کسی نے صاحب زبدۃ المقامات سے بیان کیا۔ کہ
نے فرمایا کہ اوائل میں جب نسبت احاطہ و سریان و معیت کا غلبہ تھا۔ ایک روز کسی نے
سامنے قلم پر قط لگایا تو میری انگلی کٹ گئی۔

حضرت خواجہ کے انتقال کی خبر:

قصہ کوتاہ جب لاہور میں ارباب فضل کے ساتھ صحبت گرم تھی۔ ناگاہ حضرت بزرگوار کے انتقال کی خبر پہنچی۔ آپ بحالت اضطراب دہلی کو روانہ ہوئے۔ اور وہاں پہنچ کر مقدس کی زیارت اور صاحبزادگان اور پیر بھائیوں کی ماتم پُرسی کی۔ حضرت خواجہ کے اصحاب کے حلقہ میں بدستور سابق حاضر ہوتے۔ حسب وصیت پیر بزرگوار آپ بھی ان کی طرف دل سے متوجہ ہوتے۔ آپ کی توجہات سے وہی باطنی طراوت وتازگی نظر آنے لگی جو حضرت کی حیات میں تھی۔ مگر بعضے اصحاب نے از راہِ حسد آپ کی مخالفت شروع کی۔ حضرت شیخ کے شکوک وشبہات کے دفعیہ کے لئے بہت کچھ نصیحت فرمائی۔ مگر سود مند نہ ہوئی۔ آپ بعضوں کی نسبتیں بھی سلب فرمائیں۔ مگر وہ روبراہ نہ ہوئے۔ بلکہ سب جمع ہوکر حضرت خواجہ روضہ پر گئے اور توجہ والتجا بجالائے۔ ان میں سے ایک صاحب کشف بھی تھے۔ انہوں نے کہ ان درویشوں میں سے ہر ایک نے چراغ جلایا ہے۔ ایک چمکتی ہوئی بجلی آئی اور اُس نے کے چراغوں کو گل کر دیا۔ وہ چراغ ان درویشوں کی دعا وتوجہ تھی۔ اور چمکتی بجلی حضرت شیخ کی عالی تھی۔ باایں ہمہ انہوں نے آپ کی طرف جیسا کہ استفاضہ کے لئے چاہئے رجوع نہ کیا۔ حضرت وطن کو تشریف لے آئے۔ کچھ عرصہ کے بعد انہوں نے متنبہ ہوکر آپ سے معافی مانگی آپ نے براہِ کرم معاف فرمایا۔ اس کے بعد شیخ ماہ جمادی الاخریٰ میں حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس پر دہلی حاضر ہوتے اور چند روز ٹھیر کر سرہند واپس آجاتے۔ وہ تین مرتبہ آگرہ جانے کا اتفاق ہوا۔ باقی تمام وقت سرہند ہی میں قیام پذیر رہے۔ ہاں اخیر عمر میں کئی سال سلطان وقت کی مزاحمت کے سبب سے لشکر شاہی کے ساتھ بعضے شہروں میں جانا پڑا جیسا کہ آگے بیان ہوگا۔

فضائل ومکاشفات:

(۱) علامہ سیوطی[1] نے جمع الجوامع میں یہ حدیث نقل کی ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[1] حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ میں صلہ بن اشیم کے ترجمہ میں یوں لکھا ہے۔ روی ابو نعیم فی الحلیۃ من طریق ابن المبارک عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر قال بلغنا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یکون فی امتی رجل یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا او کذا

یکون فی امتی رجل یقال له صلة یدخل الجنة بشفاعته کذا او کذا۔ یعنی فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت میں ایک شخص ہوگا جسے صلہ کہا جائے گا۔ اُس کی شفاعت سے اتنے اتنے مسلمان بہشت میں داخل ہوں گے۔ یہ حدیث گویا حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں ہود مسعود کی طرف اشارہ ہے۔ اور آپ خود فرماتے ہیں:۔

''میں اپنی پیدائش سے مقصود جو کچھ سمجھتا تھا۔ معلوم ہوا کہ وہ حاصل ہوگیا۔ اور مسئول بالکل قبول ہوگیا۔ ہر حال میں اکمل حمد اُس خُدا کے لئے ہے جس نے مجھے دو سمندروں کو ملانے والا (صلہ) اور دو گروہوں میں صُلح کرانے والا بنایا۔ اور درود وسلام ہو حضرت خیر الانام پر اور ان کے یاران کرام انبیاء وملائکہ عظام پر۔'' (مکتوبات دفتر دوم۔ مکتوب ۶)۔

حضرت شیخ کے ارشاد میں دو سمندروں سے مراد شریعت وطریقت اور دو گروہوں سے مراد علماء وصوفیہ کرام ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

خواص واشخاص:

صاحب حضرات القدس نے لکھا ہے کہ میں نے مقامات شیخ الاسلام شیخ احمد جام قدس سرہ میں لکھا دیکھا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میرے بعد سترہ آدمی میری مثل اور میرے ہمنام ظاہر ہوں گے۔ اور ان میں کا اخیر شخص بعثت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال کے بعد ظاہر ہوگا۔ اور وہ ان میں سب سے بڑا بزرگ ہوگا۔ یہ پیش گوئی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر صادق آتی ہے۔ ان اشارات حضرت شیخ کی نسبت حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کی زبان مبارک سے صادر ہوئیں وہ پہلے بیان ہوچکی ہیں۔ ان کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔

ولادت:

حضرت شیخ جناب سرور کائنات علیہ الصلوات والتسلیمات کی طینت (خمیر جسم اطہر) کے بقیہ سے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ اس امر کی طرف آپ خود یوں اشارہ فرماتے ہیں:۔

''سُنئے سُنئے۔ اگرچہ اس دولت خاصہ محمدی (یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلقت کا بعد نفس اسم الٰہی ہونا) میں کسی دوسرے کو شرکت نہیں۔ مگر فقیر اس قدر معلوم کرتا ہے۔ کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دولت خاصہ سے آپ کی تخلیق و تکمیل کے بعد بقیہ رہ گیا کیونکہ سخیوں کی ضیافت کی دولت کے خوان میں زیادتیاں ضرور ہوا کرتی ہیں۔ جو بصورت نوکروں کو نصیب ہوتی ہیں۔ وہ بقیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے دولتمندوں میں ایک کو بطور اُلش عطا کیا گیا ہے۔ اور اُس کو خمیر مایہ بنا کر اس امتی کی طینت میں گوندھا گیا اور اسے تبعیت و وراثت کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت خاصہ میں شریک کیا ہے۔ یا کریماں کار ہا دشوار نیست۔ یہ بقیہ حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی طینت بقیہ کی مانند ہے۔ جو درخت خرما کی خلقت کے نصیب ہو گیا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اکرموا عمتکم التحلة فانها خلقت من طينة ادم[1] ہاں یہ پیالہ میں سے زمین کو حصہ ملا کرتا ہے۔'' (مکتوبات۔ دفتر سوم۔ مکتوب ۱۰۰)۔

ایک بزرگ نے کیا خوب کہا ہے۔

نے نے ترا ز تربت یثرب گرفتہ اند پنہاں ز شام و روم بہ سر ہند ہشتہ اند

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ممکن ہے کہ بعضے اولیاء اللہ بعضے کی طینت کے بقیہ سے پیدا ہوئے ہوں۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طینت کے بقیہ بھی پیدا ہوئے ہوں۔ اس کے بعد بعنوان سوال لکھا ہے کہ یہ بات تو عقل میں نہیں آتی۔ کہ ایک شخص اپنے والدین کے نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں۔ کہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو انسان کی عقل سے ثابت نہیں ہوتیں۔ مگر شریعت سے ثابت ہوتی ہیں۔ کشف والہام سے مثلاً نفس ولایت جس سے مراد قرب الٰہی ہے۔

خاک اور نطفہ:

امام محی السنہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر معالم التنزیل میں آیہ کریمہ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى کی تفسیر میں عطا نے خراسانی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نطفہ جو رحم میں قرار پکڑتا ہے فرشتہ کچھ خاک اُس مکان سے لاتا ہے جس میں وہ دفن ہو جائے گا۔ اور اُس نطفہ میں ڈال دیتا ہے۔ پس آدمی خاک و نطفہ سے پیدا ہوتا ہے۔ خطیب

[1] تم اپنی پھوپھی کھجور کی عزت کرو۔ کیونکہ وہ حضرت آدم علیہ السلام کی طینت سے پیدا کی گئی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر کیا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مامن مولود الا فی سرته التربة التی یولد منها فاذا رد الیٰ اول عمره رد الیٰ تربته التی خلق منها و دفن فیها و انی و ابابکر و عمر خلقنا من تربة واحدة وفیها ندفن.

نہیں کوئی مولود جس سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جب وہ ارذل عمر یعنے موت کے وقت پر پہنچتا ہے تو اسی خاک میں لوٹایا جاتا ہے کہ جس سے پیدا ہوا تھا۔ اور اُسی میں دفن ہوتا ہے اور تحقیق میں اور ابوبکر و عمر ایک خاک سے پیدا ہوئے ہیں اور اُسی میں دفن ہوں گے۔

[illegible] خاک:

میرزا محمد بدخشانی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس حدیث کے شواہد ہیں۔ بروایت ابن عمر ابن عباس ابو سعید و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جو ایک دوسرے کو قوت دیتے ہیں۔ شرح صحیح [illegible] کتاب الجنائز میں ابن سیرین کا یہ قول مذکور ہے کہ اگر میں قسم کھاؤں تو سچا ہوں اور [illegible] میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ایک خاک سے پیدا [illegible]۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جعفر سے فرمایا کہ تو میری [illegible] سے پیدا ہوا ہے اور تیرا باپ فرشتوں کے ساتھ آسمان میں پرواز کرتا ہے اور جائز ہے کہ وہ [illegible] حق تعالیٰ نے کسی پیغمبر کے لئے مہیا کی ہو اور آغاز پیدائش سے اُس کی زمین کو انوار [illegible] ازل رحمت سے پرورش کیا ہو اُس میں سے کچھ بقیہ رہ جائے وہ اولیاء اللہ میں سے کسی [illegible] مایہ بنے۔ یہ امر از روئے عقل محال نہیں۔ اور شرع سے مستفاد اور کشف سے ثابت [illegible] اس کو اصطلاح میں اصالت کہتے ہیں۔ (ارشاد الطالبین)۔

حضرت شیخ مد دالف ثانی تھے۔ یعنی سنہ ہجرت کے حساب سے دوسرے ہزار سال کے [illegible] چنانچہ آپ سیادت مآب میر محمد نعمان کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''عین الیقین اور حق الیقین کی نسبت کیا کہوں۔ اگر کہوں تو کون سمجھے گا۔ یہ معارف [illegible] احاطہ سے کارج ہیں۔ ارباب ولایت مثل علمائے ظواہر کے ان کے سمجھنے میں عاجز ہیں [illegible] ان کی دریافت میں قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت کی مشکوٰۃ سے اقتباس کئے گئے ہیں۔

(اربابِ نبوت پر درود وسلام وتحیہ ہو) جو الف ثانی (دوسرے ہزار) کی تجدید کے بعد
وراثت سے تازہ ہوئے ہیں۔ اور تروتازگی کے ساتھ ظہور میں آئے ہیں۔ ان علوم و
صاحب اِس موجودہ الف کا مجدد ہے۔ چنانچہ جو لوگ اُس کے اُن علوم و معارف کو د
ذات وصفات وافعال اور احوال ومواجید وتجلیات وظہورات کے متعلق ہیں ان پر یہ
نہیں اور وہ جانتے ہیں کہ یہ علوم و معارف علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے
ہیں۔ بلکہ علماء اولیاء کے علوم اِن علوم کی نسبت پوست ہیں اور یہ معارف اس پوست کا
اللہ پاک ہادی ہے۔ اور معلوم رہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن صدی کا
ہے اور الف (ہزار) کا مجدد اور۔ سو اور ہزار میں جتنا فرق ہے اتنا ہی بلکہ اس سے بھی
کے مجددوں میں بھی فرق ہے۔ مجدد وہ ہوتا ہے کہ اس مدت میں جو فیوض امتیوں کو پہنچتے ہیں
اس وقت کے قطاب واوتاد اور بدلا ونجبا ہوں۔ اسی کی وساطت سے پہنچتے ہیں۔

خاص کندہ بندۂ مصلحت عام را (خدا مصلحت عامہ کے لئے کسی بندہ کو مخصوص
ہے۔)۔ (مکتوبات۔ دفتر دوم۔ مکتوب ۴)۔

ایک اور مکتوب میں جو آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق کے
ہے اپنی تجدید کی طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

"اے فرزند! اب وہ وقت ہے کہ پہلی امتوں میں ایسے وقت میں جو تاریکی
اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوا کرتا تھا۔ اور وہ نئی شریعت کو زندہ کیا کرتا تھا۔ اس امت میں جو
ہے اور جس کے پیغمبر خاتم الرسل ہیں علیہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات علماء کو بنی اسرائیل
پیغمبروں کا مرتبہ دیا گیا ہے۔ اور انبیاء کے وجود سے صرف علماء کے وجود پر اکتفا کیا گیا
لئے ہر صدی کے سرے پر اس امت کے علماء میں سے ایک مجدد متعین ہوتا ہے۔ جو شریعت
کرتا ہے۔ بالخصوص ہزار سال کے گزرنے کے بعد جو پہلی امتوں میں اولوالعزم پیغمبر مبعوث
کا وقت تھا اور اُس وقت ہر پیغمبر پر اکتفا نہ کیا جاتا تھا۔ ایسے وقت میں ایک عالم عارف تام
درکار ہے۔ جو پہلی امتوں کے اولوالعزم پیغمبر کا قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

"اگر روح القدس کا فیض پھر مدد فرمائے۔ تو دوسرے بھی وہ کر دکھائیں جو حضرت مسیح
کیا کرتے تھے۔"

آخریت کا آغاز:

حضرت مخدوم میر محمد نعمان کو ایک مکتوب میں یوں لکھتے ہیں:۔

"اس اُمت کی آخریت کا آغاز جناب سرور کائنات علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی
تشریف سے دوسرے ہزار سال کے شروع سے ہے۔ کیونکہ ہزار کے گزرنے کو تغیر امور میں
اور تبدیل اشیاء میں زبردست تاثیر ہے۔ چونکہ اِس اُمت میں نسخ وتبدیل نہیں۔
سابقین کی نسبت اُسی تروتازگی سے متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے۔ اور شریعت کی تائید
کی تجدید دوسرے ہزار میں کی گئی ہے۔ اس بات کے سچے گواہ حضرت عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ
السلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ہیں۔

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا مے کرد

بھائی جان! یہ بات آج اکثر لوگوں پر ناگوار اور ان کی سمجھ سے دور ہے۔ لیکن اگر وہ
اس سے کام لیں۔ اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا مقابلہ کریں اور احوال کے صحت
علوم شریعہ کی کسوٹی سے پرکھیں۔ اور دیکھیں کہ شریعت اور نبوت کی تعظیم وتوقیر کس میں زیادہ
ہے تو اس بات کو بعید سمجھنے سے باز آجائیں۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں
میں لکھا ہے کہ کمالات ولایت کو کمالات نبوت سے کوئی نسبت نہیں۔ کاش دریائے
کا ایک قطرہ کی نسبت رکھیں۔ اس طرح کی باتیں بہت لکھی ہیں۔ خصوصاً اُس مکتوب (دفتر
سوم مکتوب ۲۶۰) میں جو میں نے اپنے فرزند محمد صادق کے نام لکھا ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔
جس سے مقصود حضرت حق سبحانہ کی نعمت کا اظہار اور اس طریقت کے طالبوں کی ترغیب ہے۔
دوستوں پر اپنے آپ کو فضیلت دینا۔ خدا عزوجل وعلا کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے
کو دوسرے کی نسبت سے بہتر سمجھے۔ چہ جائیکہ اکابر دین سے اپنے تئیں اچھا سمجھے۔

اے چوں شہ مرا برداشت از خاک سز دگر بگزرانم سرز افلاک
من آں خاکم کہ ابر نوبہاری کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بروید از تن صد زبانم چو سوسن شکر لطفش کے توانم

(مکتوب۔دفتر اول۔مکتوب ۶۱)

طبقہ علماء میں سے مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی جن کا تبحر علمی مشہور ہے پہلے عالم ہیں جنہوں حضرت شیخ کو مجدد الف ثانی لکھا۔اور تجدید الف کے اثبات میں ایک رسالہ دلائل التجدید تصنیف فرمایا۔واضح رہے کہ جمعہ کا دن ربیع الاول کی دسویں تاریخ ۱۰۱۰ھ تھا کہ حضرت شیخ کو یہ خلعت زیب تن ہوا۔

منصب قیومیت:

حضرت شیخ کو اللہ تعالیٰ نے منصب قیومیت عطا فرمایا۔چنانچہ روضہ قیومیہ میں کہ ایک روز آپ نماز ظہر کے بعد مراقبہ میں بیٹھے تھے ناگاہ آپ نے اپنے اوپر ایک خلعت نورانی پایا۔ایسا معلوم ہوا کہ یہ خلعت تمام ممکنات کی قیومیت کا ہے۔جو بوراثت وتبعیت الرسل صلی اللہ علیہ وسلم عطا ہوا ہے۔اتنے میں حضرت سید المرسلین ورحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔اور اپنے دست مبارک سے آپ کے سر پر دستار باندھی اور منصب قیومیت مبارکباد دی۔قیومیت کی کیفیت حضرت کے مکتوبات (دفتر ثالث۔مکتوب۔۷۹،۸۰) میں ہے۔باعث طوالت یہاں نقل نہیں کی گئی۔

واضح رہے کہ دوشنبہ کا دن ۲۷ رمضان المبارک ۱۰۱۰ھ تھا کہ حضرت شیخ کو یہ قیومیت عطا ہوا۔

خرقہ مبارک کا عطا ہونا:

قیومیت کے دوسرے سال شاہ سکندر قادری جو شاہ کمال کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر اور خلیفہ تھے کیتھل سے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور خرقہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ علیہ جو ان کے سلسلہ میں بطور امانت چلا آتا تھا آپ کے کندھے پر رکھ دیا۔آپ اُس وقت یاروں کے ساتھ مراقبہ میں تھے۔جب آپ نے آنکھ کھولی تو شاہ صاحب کو دیکھ کر تواضع معانقہ کیا۔شاہ صاحب نے بیان کیا کہ مجھے معاملہ میں کئی دفعہ میرے دادا شاہ کامل نے حکم دیا

تھا یعنی آپ کو پہنچا دو۔اگر چہ ایسے متبرک خرقہ کو گھر سے نکال کر کسی کو دینا میرے لئے مشکل تھا۔لیکن جب مجھے تاکیدی حکم ملا۔میں نے ناچار تعمیل کی۔حضرت شیخ اس خرقہ کو پہن کر حرم شریف لے گئے۔کچھ دیر کے بعد جو نکلے تو اپنے بعض محرمانِ اسرار سے کہا کہ اس خرقہ کے بعد عجیب معاملہ پیش آیا۔جب میں نے اسے پہنا تو حضرت شیخ الجن والانس شیخ عبدالقادر جیلانی اور ان کے تمام خلفاء حضرت شیخ کمال تک حاضر ہوئے۔حضرت غوث ربانی نے میرے دل کو اپنے تصرف میں کرلیا۔اور خاص نسبتوں کے انوار واسرار سے منور کردیا۔ان کے ملاحظہ میں میرے دل میں یہ بات آئی کہ تو اکابر نقشبندیہ کا تربیت یافتہ ہے۔اب یہ خیال آئی ہے۔اس خیال کا آنا تھا کہ مشائخ سلسلہ نقشبندیہ خواجہ عبدالخالق سے لے کر خواجہ باقی باللہ تک آحاضر ہوئے۔اور مشائخ ہر دو سلسلہ کے درمیان میری نسبت مباحثہ ہوا۔اکابر چشتیہ نے کہا کہ یہ ہمارا تربیت یافتہ ہے۔اور ہماری تربیت سے ذوق وصال وکمال کو پہنچا اکابر قادریہ نے کہا کہ بچپن سے ہماری نظر اس پر ہے اور ہمارے خوان نعمت سے بہرہ ور ہے اور اب بھی ہمارا خرقہ پہنے ہوئے ہے۔دونوں فریق اسی مباحثہ میں تھے کہ مشائخ کبرویہ و سہروردیہ کو اللہ تعالیٰ کی ایک جماعت نے دونوں میں صلح کرادی۔یعنی تمام اکابر نے آپ کو اپنا کمال بنانے میں اتفاق کیا۔اور ہر ایک نے اپنی نسبت سے سرفراز فرمایا۔

اسرار قرآنی سے آگاہی:

حضرت شیخ کو اللہ تعالیٰ نے علماء راسخین سے بنایا۔اور آپ پر اسرار متشابہات قرآنی اور مقطعات فرقانی ظاہر ہوئے۔چنانچہ آپ میاں شیخ بدیع الدین کو یوں تحریر فرماتے ہیں:۔

''بھائی جان! حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو دو قسم بنایا۔محکمات و متشابہات۔پہلی قسم امنخذ ہے علم شرائع واحکام کا۔اور دوسری قسم مخزن ہے حقائق واسرار کا۔الفاظ ید۔قدم۔ساق۔اصابع اور انامل جو قرآن وحدیث میں آئے ہیں سب قسم متشابہات سے اسی طرح حروف مقطعات جو قرآن کی سورتوں کے شروع میں آئے ہیں وہ بھی قسم متشابہات سے ہیں۔کہ جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا کسی کو آگاہی نہیں دی گئی۔آپ یہ نہ سمجھیں کہ تاویل سے مراد قدرت ہے جو لفظ ید سے تعبیر کی گئی ہے یا ذات ہے جو لفظ وجہ سے

تعبیر ہوئی ہے۔ بلکہ ان کی تاویل پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص الخواص کو بتائی گئی ہے۔ مقطعات قرآنی کی بابت کیا لکھوں۔ کہ ان میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے اسرار کا ایک موج زن سمندر ہے۔ اور محب و محبوب کی باریک رمزوں میں سے ایک پوشیدہ ہے۔ محکمات اگرچہ قرآن کے اصول ہیں لیکن ان کے نتائج و ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب مقاصد سے ہیں۔ (یہاں تک کہ فرمایا) مدتوں تک یہ فقیر متشابہات کی تاویل کو حوالہ بعلم حق سبحانہ کرتا رہا۔ اور متشابہات پر ایمان کے سوا علمائے راسخین کا حصہ نہ سمجھتا تھا۔ اور جو تاویلیں کہ علمائے صوفیا نے بیان کی ہیں اُن کو ان متشابہات کی شان کے لائق نہ جانتا تھا۔ اور تاویلوں کو ان اسرار سے تصور نہ کرتا تھا جو پوشیدگی کے قابل ہوں۔ چنانچہ عین القضاۃ نے متشابہات مثلاً الٓمٓ کی تاویل میں کہا ہے کہ اس سے مراد الم درد ہے جو عشق و محبت کو لازم ہے۔ اسی طرح کی کئی تاویلیں بتائی ہیں۔ آخر کار جب حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے محض اپنے فضل متشابہات کی تاویلات کا ایک شمہ اس فقیر پر ظاہر کیا اور اس دریائے محیط سے ایک نہر اس مسکین استعداد کی زمین میں نکال دی تو معلوم ہوا کہ متشابہات کی تاویلات سے علمائے راسخین کو بھی وافر حاصل ہے۔'' (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۷۶)۔

محدث:

حضرت شیخ مُحَدَّث (بفتح دال) تھے۔ چنانچہ آپ خواجہ محمد صدیق کو تحریر فرماتے ہیں:

''بھائی صدیق! جان لے کہ اللہ سبحانہٗ کا کلام انسان کے ساتھ کبھی روبرو ہوتا ہے اور اِس طرح کا کلام احاد انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے لئے ہے۔ اور ایسا کلام کبھی آ انبیاء کے کامل تابعین کے لئے بھی بطور تبعیت و وراثت ہوتا ہے۔ جب اِس قسم کا کلام تابعین میں سے کسی شخص کے ساتھ کثرت سے ہوتا ہے تو اس شخص کو محدث کہتے ہیں۔ جیسا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور اس قسم کا کلام جدا ہے الہام سے اور القاء قلبی سے اور اُس سے، جو فرشتہ کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس کلام کے ساتھ انسان کامل ہی بعد طے امر و خلق و روح و عقل و خیال کے مخاطب کیا جاتا ہے۔ اللہ اپنی رحمت کے ساتھ خاص کرتا ہے جسے چاہتا ہے۔ اللہ بڑے فضل والا ہے۔ تکلم بالمشافہ سے لازم نہیں آتا کہ متکلم دکھائی دے۔ سامع کو۔ کیونکہ

نابینا کمزور بینائی والا ہو۔ جو متکلم کے انوار کی چمک کو برداشت نہ کر سکتا ہو۔ جیسا کہ جب علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات سے شب معراج میں رویت باری تعالیٰ کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا کہ وہ نور ہے میں اُسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔ اور نیز تکلم بالمشافہ شہودی کا خرق ہے نہ کہ حجب وجودی کا پس تو سمجھ لے کیونکہ یہ معرفت شریف وہ ہے کہ جس کو کسی نے اس کے ساتھ لب کشائی کی ہو۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔'' (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۵۱)۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ اسی کی طرف اشارہ ہے وہ جو مخدوم زادہ معصوم مدظلہ نے اپنی بیاض خاص میں لکھا ہے کہ حضرت شیخ کو آپ کے جد مکرم فاروق کی وراثت سے محدث بنایا گیا۔

زمرہ سابقین:

حضرت شیخ بطور تبعیت زمرہ سابقین سے تھے۔ چنانچہ آپ سید عبدالباقی سارنگپوری کو تحریر فرماتے ہیں:۔

''جان لے خدا تجھے نیک راستے چلائے۔ کہ بائیں ہاتھ والے ظلمانی پردوں والے ہیں اور دائیں ہاتھ والے نورانی پردوں والے۔ سابقین وہ ہیں جو ظلمانی پردوں اور نورانی پردوں سے نکل آئے ہیں۔ اور ایک قدم بائیں ہاتھ پر اور دوسرا دائیں پر رکھ کر سبقت کی گیند اصل کے میدان میں لے گئے ہیں۔ اور ظلال امکان اور ظل وجوبی سے اوپر چلے گئے ہیں۔ اور اسم وصفت سے اور شان و اظہار سے ان کا مقصود سوائے ذات خدا تعالیٰ وتقدس کے نہیں۔ بائیں ہاتھ والے کفر و بدبختی والے ہیں۔ اور دائیں ہاتھ والے اہل اسلام ولایت ہیں سابقین بطریق اصالت انبیاء ہیں۔ علیہم الصلوات والتسلیمات اور ان کی تبعیت سے جن کو یہ شرف بخشا جائے یہ دولت بطریق کمال زیادہ تر انبیاء کے اکابر اصحاب میں ہے۔ علیہم الصلوٰت والتسلیمات والتحیات اور بر سبیل قلت وندرت غیر اصحاب میں موجود ہے۔ حقیقت میں یہ شخص (یعنی غیر اصحاب جو اس دولت سے مشرف ہے۔ بھی زمرۂ اصحاب سے ہے اور کمالات انبیاء سے ملحق ہے علیہم الصلوات والبرکات۔ شاید آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے ہی شخص کے حق

میں فرمایا ہے لایدری[1] اولھا خیر ام اخرھا۔ وہ جو آنحضرت علیہ وآلہ وعلیٰ آلہ والسلام نے فرمایا ہے کہ خیر القرون قرنی۔ وہ باعتبار قرون کے فرمایا اور یہ باعتبار اشخاص واللہ اعلم'' (مکتوبات دفتر دوم۔ مکتوب ۳۹)۔

(۱۰) حضرت شیخ کو محض اپنے لطف سے اللہ تعالیٰ نے خزینہ رحمت بنایا۔ جیسا کہ مکتوبات شریف کی جلد اول کے مکتوب ۳۱۱ سے ظاہر ہے۔

(۱۱) یہ درویش ایک روز (تجدید کے بارہویں سال) اپنے یاروں کے حلقہ میں بیٹھا ہوا اور اپنی خرابیوں پر نظر تھی۔ اور یہ نظر یہانتک غالب تھی کہ اپنے تئیں اس طریق سے بالکل مناسبت پاتا تھا۔ اس اثنا میں بحکم حدیث من[2] تواضع للہ رفعہ اللہ۔ اس دور افتادہ کو اس کی خاک سے اٹھایا گیا اور یہ ندا اس کے باطن میں کی گئی۔ کہ میں نے بخش دیا تجھ کو اور ان کو بالواسطہ یا بلا واسطہ قیامت تک میری طرف تیرا واسطہ پکڑیں گے۔ بار بار یہ بشارت دی گئی یہاں تک کہ شک کی گنجائش نہ رہی۔ والحمد للّٰہ سبحانہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ و کما یحب ربنا ویرضی والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ سیدنا محمد و الہ کما یحبّ۔ بعد ازاں اس واقعہ کے اظہار کا حکم دیا گیا۔

اگر پادشہ بروز پیر زن' بیاید تو اے خوجہ سہلت مکن
ان ربک واسع المغفرۃ۔ (رسالہ مبدأ معاد)۔

مجتہد علم کلام:

حضرت شیخ کو بشارت دی گئی کہ تم مجتہدین علم کلام سے ہو۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اس فقیر کو توسط احوال میں حضرت پیغمبر علیہ وآلہ وعلیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے واقعہ میں فرمایا ہے کہ تو علم کلاں کے مجتہدوں سے ہے۔ اس وقت سے مسائل کلامیہ میں سے ہر مسئلہ میں

[1] قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی کمثل المطر لایدری اولھا خیر ام اخرھا۔ (ترمذی)
رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کا حال بارش کے حال کا سا ہے معلوم نہیں اس کا اول بہتر ہے یا آخر۔

[2] جس نے اللہ کے لئے تواضع کی۔ خدا نے اُس کو بلند کر دیا۔

خاص رائے اور مخصوص علم ہے۔ وہ مسائل جن میں تریدیہ واشاعرہ اختلاف رکھتے ہیں اکثر میں سرسری نظر سے حقیقت اشاعرہ کی طرف سمجھ میں آتی ہے۔ مگر جب فراست تیز نظر سے دیکھا جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ حق ماتریدیہ کی طرف ہے۔ علم کلام کے مسائل اختلافیہ میں اس فقیر کی رائے علما ماتریدیہ کی رائے کے موافق ہے۔'' (مبداء و

رسول کا غلبہ:

حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا غلبہ اس قدر تھا کہ ایک روز درویشوں کی میں فرمایا:۔

آنسرور بہ نہجے مستولی شدہ است کہ حق سبحانہ وتعالیٰ را بواسطہ آں دوست آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اس طرح غالب آگئی ہے کہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ (رسالہ مبدأ ومعاد)۔

کی کیفیت:

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے حضرت شیخ کی دنیا کو آخرت کر دیا تھا۔ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ تعالیٰ اس بشارت کی شرح میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت دی گئی تھی۔ کہ میں نے تیری دنیا کو آخرت کر دیا۔ اس عبارت عالی کی شرح اور اس مکاشفہ غیبی کے حل میں چند عبارتیں لکھی جاتی ہیں۔ گوش ہوش سے سنئے۔ معلوم رہے کہ جو کچھ اس دنیا میں نظر آتا ہے ظلمت کی آمیزش کے بغیر نہیں۔ کیونکہ دنیا ظلمت کی آمیزش کے بغیر اصل کے ظہور کے تاب نہیں رکھتی۔ اور اصل کے ظہور کا مقام آخرت ہے۔ جب حضرت کی دنیا آخرت کے حکم میں ہوگئی۔ تو ناچار آخرت کا اثر اس دنیا میں جلوہ گر ہوگیا۔ اور ظلمت کی آمیزش کے بغیر اصل کا نصیب حاصل ہوگیا۔ اور یہ بھی مراد ہو سکتی ہے کہ اس فانی دنیا کے بعضے تمتعات (منافع) جو آخرت کے درجوں کی کمی کا باعث ہیں۔ وہ حضرت کے حق میں ایسے نہ ہوں بلکہ درجات کی ترقی کا باعث ہوں جیسا کہ

آخرت کی نعمت سے بہرہ ور ہونا ترقی کا باعث ہے۔ اس کا بیان یوں ہے کہ بہشت کے اور نہریں اور اسی طرح وہاں کی حور و غلمان حضرت حق سبحانہ کے معانی تنزیہی و تحمیدی مظاہر ہیں۔ وہی معانی اس دنیا میں کلمات کی صورتوں اور حرفوں کے لباس میں ظاہر ہو گئے سبحان اللہ اور الحمد اللہ۔ جس طرح ان کلمات کا ورد اس دنیا میں ترقی کا باعث ہے اسی طرح میں ان میوہ جات سے حظ اُٹھانا اور ان لذتوں اور نعمتوں سے بہرہ ور ہونا درجات کے بلند اور مقامات کی ترقی کا باعث ہے۔ جب خدا تعالیٰ عم احسانہ کے کرم سے حضرت شیخ کی دنیا آخرت ہوگئی تو ناچار دنیا کی نعمت سے لذت اُٹھانا آخرت کی لذتوں سے حظ اُٹھانے کی مثل ٹھیرا۔ خواجہ نے اور احتمالات بھی بیان کئے ہیں۔ (دیکھو مکتوبات معصومیہ۔ جلد اول۔ مکتوب ۱۸۹)۔

مقام ذات بحت:

حضرت شیخ کو اللہ تعالیٰ نے حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت کے اس مقام سے مشرف فرمایا جو مقام رضا سے اوپر ہے اور جسے مقام ذات بحت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا ذکر مکتوبات کی جلد ثانی کے مکتوبات ۷، ۳۳ میں ہے۔ حضرت شیخ نے مرض موت میں اس مقام کی توضیح و تصریح فرمائی۔ چنانچہ خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

''حاصل کلام حضرت شیخ نے فرمایا کہ وصال لایزال کے داعی نے میرے دل میں آواز دی۔ کہ تجھے بادشاہ بلاتا ہے۔ میری ہمت کا بلند پرواز مرغ آشیان قدس کی طرف ہوا۔ یہانتک کہ پہنچا جہاں پہنچا۔ اُس بارگاہِ عالی جاہ سے یہ آواز سنی کہ بادشاہ گھر میں نہیں۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ یہ حقیقت کعبہ ربانی کا مقام ہے۔ میں اس سے پرے کی طرف چلا اور چلا گیا۔ یہانتک کہ صفات حقیقت کے مقام پر پہنچا۔ جو وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ مقام صفات صور علمیہ صفات سے پرے ہے جو تعین علمی کے مرتبہ میں موجود ہے۔ اور صور صفات سے پرے ہے جو تعین وجودی اور تعین جمی کے مرتبہ میں ہیں۔ میں اس مقام سے بھی اوپر کی طرف متوجہ ہوا۔ یہانتک کہ میں ان صفات کے اصول سے جو شیون ذاتیہ اور ذات عز شانہ میں محض اعتبارات ہیں داخل ہو گیا۔ اور تم دونوں بھائی ہر مقام میں میرے ساتھ ہو۔ وہاں سے مجھے لے گئے۔ اور ذات بحت تک جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی ہے پہنچا دیا (چند سطر بعد)

مرض موت میں اُسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں فرمایا کہ اس درجہ کمال کا حصول اور اس رتبہ کا وصول کلام مجید سبحانی کے تعلق پر موقوف ہے۔ قرآن کے طفیل و توسط سے میں اس مرتبہ کے لائق ہوا ہوں۔ حروف قرآنی میں سے ہر حرف کو میں ایک دریا پاتا ہوں جو کعبہ مقصود تک پہنچنے والا ہے۔'' (مکتوبات معصومیہ۔ جلد اول۔ مکتوب ۱۸۳)۔

حوالہ:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں اوائل حال میں دیکھتا ہوں کہ ایک مکان میں طواف کر رہا ہوں۔ اور ایک اور جماعت بھی اسی طواف میں میرے ساتھ شامل ہے۔ لیکن اُس جماعت کی رفتار اس قدر سُست ہے کہ جتنی دیر میں میں طواف کا ایک دور پورا کر لیتا ہوں وہ دو تین قدم طے کرتے ہیں۔ اسی اثناء میں معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکان عرش کے اوپر ہے۔ اور طواف کرنے والی جماعت بزرگ فرشتے ہیں۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات۔ اللہ اپنی رحمت سے مخصوص کرتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ (رسالہ مبدأ و معاد)۔

نسبت کی فوقیت:

حضرت شیخ نسبت خاصہ مجددیہ کی فوقیت کا اظہار کرتے ہوئے یوں تحریر فرماتے ہیں:

''میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت مہدی موعود جن کے لئے اکملیت ولایت کا عہد کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی نسبت پر ہوں گے۔ اور اسی سلسلہ عالیہ کی تتمیم و تکمیل کریں گے۔ کیونکہ ساری ولایتوں کی نسبت اِس نسبت علیہ سے کم ہے۔ وجہ یہ کہ باقی ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات کا کم حصہ ملا ہے۔ اور یہ ولایت حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب ہونے کے سبب سے اُن کمالات سے حظ وافر رکھتی ہے جیسا کہ ابھی گذرا۔ یہ بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔ (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۵۱)۔

رسالہ مبدا و معاد میں لکھتے ہیں۔ دایں نسبت بایں خصوصیت فرد اور حضرت مہدی ظہور خواہد یافت انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۸) حضرت شیخ کو بشارت دی گئی کہ جس جنازے پر آپ حاضر ہوں گے وہ میت بخشی جائے گی۔

عذاب کا اٹھایا جانا:

حضرت شیخ کی دعا سے سرہند شریف کے قبرستان سے عذاب اُٹھالیا گیا۔ چنانچہ قیومیہ میں لکھا ہے کہ تجدید کے تیرھویں سال ایک روز حضرت قیوم اول رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیر سرہند کے بانی امام رفیع الدین قدس سرہ کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ فاتحہ امام صاحب کے مزار پر قبرستان کی مغفرت کے لئے جناب الٰہی میں عاجزی والتجا کی۔ الہام کہ ہم نے ایک ہفتہ کے لئے اِس قبرستان پر سے عذاب اُٹھالیا۔ پھر التماس کی کہ اے تیری رحمت کی کوئی انتہا نہیں۔ مغفرت اور زیادہ کر۔ پھر الہام ہوا کہ ایک مہینے کے لئے قبرستان سے عذاب اُٹھالیا۔ حضرت نے پھر التجا کی تو الہام ہوا کہ اچھا ایک سال کے لئے قبرستان پر سے ہم نے عذاب اُٹھالیا۔ پھر التماس کی تو جناب باری سے بفضل وکرم حکم ہوا کہ نے اپنے فضل سے تمہاری خاطر اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اُٹھالیا۔

اسی سال ایک روز حضرت قیوم اول رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد بزرگوار مخدوم عبداللہ قدس سرہٗ کے مزار پر زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ اُس وقت آنجناب کے دل میں حدیث شریف کے مضمون کا خیال آیا کہ جب کسی عالم کا گزر قبر پر سے ہوتا ہے تو چالیس روز صاحب قبر کو عذاب نہیں ہوتا یہ خیال آتے ہی الہام ہوا کہ آپ کی تشریف آوری کے سبب اس قبرستان سے قیامت تک عذاب اُٹھالیا۔ آیندہ بھی جو شخص اس قبرستان میں دفن کیا جائے ہم اپنے فضل وکرم سے بخش دیں گے۔ شہر سرہند کا تمام قبرستان اسی مقام پر ہے جس کی آنحضرت کو خوشخبری ملی تھی۔ اِس قبرستان کے مرکز میں حضرت کے والد بزرگوار کا مزار مبارک ہے۔ انتہٰی۔

سلسلہ میں داخل ہونے والوں کا علم:

حضرت شیخ کا ارشاد ہے کہ زن ومرد جو بالواسطہ یا بلاواسطہ ہمارے طریقہ میں داخل ہیں یا قیامت تک ہوں گے وہ سب ہمیں دکھائے گئے ہیں۔ اور ہر ایک کا نام ونسب اور مولد ومسکن ہمیں بتایا گیا ہے۔ اگر ہم چاہیں تو ایک ایک کو بیان کر دیں۔

ہندوستان میں پیغمبر:

حضرت شیخ کو مبادی سلوک میں علوم لدنی حضرت خضر علیہ السلام کی روحانیت سے حاصل ہوئے جیسا کہ رسالہ مبداء ومعاد میں ہے۔

(۱۱) حضرت شیخ پر ظاہر کیا گیا کہ ہندوستان میں بھی پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔ ''پہلی امتوں میں جو فقیر ملاحظہ کرتا ہے تو ایسی جگہ کم پاتا ہے کہ جہاں کوئی پیغمبر مبعوث نہ ہوا ہو۔ یہاں تک کہ ہند کی زمین میں بھی جو اس معاملہ سے دور معلوم ہوتی ہے معلوم ہوا کہ اہل ہند میں سے پیغمبر مبعوث ہوئے ہیں۔ جنہوں نے خدا جل شانہ کی دعوت دی ہے اور کے بعض شہروں میں محسوس ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے انوار شرک کی ظلمتوں میں مشعلوں کی مثل روشن ہیں۔ فقیر اگر چاہے تو ہند کے ان شہروں کا پتہ بتا سکتا ہے۔ اور معلوم ہوا کہ ان پیغمبروں میں کوئی ایسا ہے کہ اُس پر کوئی ایمان نہیں لایا۔ اور اُس کی دعوت کو کسی نے قبول نہیں کیا۔ اور کوئی ایسا ہے کہ اُس پر ایک شخص ایمان لایا ہے۔ اور کسی پر دو اور کسی پر تین شخص ایمان لائے ہیں۔ یہ نظر نہیں آیا کہ ہند میں تین آدمیوں سے زیادہ کسی پیغمبر پر ایمان لائے ہوں۔ تاکہ چار آدمی ایک پیغمبر کی امت ہوں۔'' (مکتوبات دفتر اول۔ مکتوب ۲۹۵)۔

حضرت الیاس وحضرت خضر علیہم السلام:

ایک روز صبح کے حلقہ میں حضرت الیاس وخضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوات والتسلیمات حضرت شیخ کی خدمت میں بصورت روحانیاں حاضر ہوئے۔ حضرت خضر علیہ السلام نے تبلقی فرمایا کہ ہم عالم ارواح سے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے ہماری روحوں کو یہ قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام کرتی ہیں۔ جو جسموں سے وقوع میں آیا کرتے ہیں مثلاً حرکات وسکنات جسمانی اور طاعات وعبادات بدنی۔ اُس وقت دل میں آیا کہ ان دو بزرگواروں سے کچھ مانگوں۔ انہوں نے فرمایا کہ عنایت ایزدی جس شخص کے شامل حال ہو ہمیں اس میں کیا دخل ہے۔ حضرت الیاس علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اِس گفتگو میں خاموش رہے۔ (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۸۳)۔

(۱۲) خدا تعالیٰ کے محض کرم سے حضرت شیخ کے سینہ بے کینہ سے خناس ووسواس دور کیا گیا۔

اجازت نامہ:

حضرت شیخ نے خواب میں دیکھا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے ایک اجازت نامہ لکھا ہے۔ جیسا کہ مشائخ اپنے خلیفوں کو لکھ دیا کرتے ہیں۔ اس میں ظاہر ہوا کہ اِس اجازت نامہ کے اجراء میں کچھ تاخیر ہے۔ خادم اُس اجازت نامہ کو گویا دربارِ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گیا ہے اور حضور انور نے اس اجازت نامہ کی پشت پر ایک اور اجازت نامہ لکھا ہے یا لکھوایا ہے۔ اور اُسے اپنی مُہر سے مزین فرمایا ہے۔ اس دوسرے اجازت نامہ کا مضمون یہ ہے کہ دنیا کے اجازت نامہ کے عوض میں آخرت کا اجازت نامہ دیا ہے۔ اور مقام شفاعت سے نصیب عطا فرمایا ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو مکتوبات دفتر ثالث۔ مکتوب ۱۰۶)۔

طریقہ جدیدیہ:

اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ کو طریقہ جدیدہ عطا فرمایا۔ آپ سے پہلے سالکین کی صرف ولایت صغریٰ یعنی قلب میں منحصر تھی۔ اور شاذ و نادر کسی کو ولایت کبریٰ میں ہوا کرتی تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضرت شیخ پر ولایت کبریٰ ولایت ملاء اعلیٰ۔ کمالات نبوت و رسالت و اولوالعزم۔ حقیقت ابراہیمی۔ حقیقت موسوی۔ حقیقت محمدی و احمدی۔ حب صرف و تعین اور نیز حقیقت کعبہ۔ حقیقت قرآن۔ حقیقت صلوٰۃ و معبودیت مطلقہ سب منکشف فرمائے اور آپ نے ان کمالات کی سیر بالتفصیل اپنے صاحبزادوں خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کو کرائی اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ کے خاندان میں آج تک جاری ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گی۔

حضرت شیخ طاہر لاہوری:

ایک روز حضرت شیخ حلقہ ذکر سے اُٹھے۔ اور فرمایا کہ اِس حلقہ میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ حاضرین میں سے ایک یار مرتد ہو جائے گا۔ میں نے اُس کی پیشانی پر لفظ شقی لکھا ہوا دیکھا ہے۔ یہ سُن کر تمام یاروں پر ہیبت طاری ہوگئی اور ہر ایک خوف کے مارے کانپنے لگا۔ وہ یار شیخ

طاہر لاہوری تھا۔ جو صاحبزادگان خواجہ محمد سعید و خواجہ محمد معصوم کا استاد تھا۔ چند روز کے بعد ویسا ہی واقعہ ظاہر ہوا۔ شیخ طاہر ایک کافرہ عورت پر عاشق ہو کر مرتد ہو گیا۔ صاحبزادوں نے اپنے والد بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا کہ شیخ طاہر کے لئے دُعا کیجئے تاکہ وہ پھر مسلمان ہو جائے۔ آپ نے بہت عجز و نیاز سے دُعا کی اور وہ دُعا قبول ہو گئی۔ شیخ طاہر عشق مجازی چھوڑ کر آپ کی خدمت میں آیا اور مشرف باسلام ہو کر آپ کی صحبت میں تھوڑے ہی عرصہ میں مراتب عالیہ پر پہنچا۔ آپ نے شیخ طاہر کے اجازت نامہ میں اِس قصے کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور مکتوب ۲۱۷ جلد اول میں بھی اسے ذکر کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ جب میں اس بلا کے دفعیہ کے لئے متوجہ ہوا تو میں نے لوح محفوظ میں اس کے دفعیہ کو کسی امر پر معلق نہ دیکھا اور اُسے مُبرم سمجھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آثار و اخبار و اجماع امت سے مجھے معلوم تھا کہ قضائے مُبرم میں تغیر نہیں ہو سکتا۔

قضائے معلق کی دو اقسام:

اسی اثناء میں مجھے حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول یاد آ گیا کہ میرے سوا کسی کو قضائے مُبرم میں تصرف حاصل نہیں۔ میں نے عرض کی کہ الٰہی جب تیرے اولیاء میں سے ایک کو یہ دولت حاصل ہے میں بھی امیدوار ہوں۔ میں نے بہت عجز و نیاز ظاہر کیا میری دعا قبول ہوئی۔ اور اس راز کی معرفت بھی مجھے عطا کی گئی اور بتا دیا گیا کہ قضائے معلق دو قسم کی ہے۔ ایک معلق تو وہ ہے جس کی تعلیق لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے اور ایک معلق ایسی ہے کہ اُس کی تعلیق علم الٰہی میں ہے۔ شیخ طاہر کا قضیہ اور حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا قول دوسری قسم میں داخل ہے۔ اس میں پہلی قسم کی مانند تبدیلی کا احتمال ہے۔ چونکہ یہ قسم ثانی لوح محفوظ میں صورت قضائے مُبرم کی لکھی ہوئی ہے۔ اس لئے حضرت غوث اعظم نے اسے مُبرم سے تعبیر فرمایا ہے۔

غوث اعظم کی زیارت:

جان محمد جالندہری کا بیان ہے کہ ایک بزرگ درویش نے جسے میں حسب ارشاد حضرت شیخ باغ حافظ رخنہ سے لایا تھا حضرت سے میرے حالات دریافت کرنے کے بعد پوچھا۔ کہ آپ نے اس کو کس سلسلہ میں مرید کیا ہے۔ حضرت نے فرمایا کہ سلسلہ قادریہ میں۔ اس نے کہا کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ جان محمد کو حضرت غوث الثقلین سید محی الدین عبدالقادر جیلانی کی

زیارت کرادیں۔ اِس پر حضرت نے میرا ہاتھ پکڑ کر قطب ستارہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اسے خوب دیکھو۔ میں نے دیکھا کہ ایک سیاہ گدڑی والے بزرگ اس میں سے نکلے۔ اسی طرح ایک لحہ میں اس مقام پر آ گئے۔ حضرت نے فرمایا کہ حضرت غوث الثقلین یہی ہیں۔ قدمبوسی کرو۔ چنانچہ میں نے قدم بوسی کی۔ بعدازاں حضرت غوث الثقلین رخصت ہوئے ستارہ قطب کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اس میں غائب ہو گئے۔

علوم کی مقبولیت:

جب حضرت شیخ کے مکتوبات کی جلد اول تیار ہوگئی۔ اور جلد ثانی کے شروع کرنے کی اجازت طلب کی گئی تو آپ جواب فرمایا کہ میں اس فکر و حیرت میں ہوں کہ تمام علوم جو تو لکھ آچکے ہیں خدا تعالیٰ کے نزدیک مقبول و پسندیدہ بھی ہیں یا نہیں۔ دوسرے روز فرمایا:۔

''کل رات آواز آئی اور ظاہر کیا گیا کہ یہ تمام علوم جو تو نے لکھے ہیں بلکہ جو کچھ گفتگو میں آگیا ہے سب مقبول و پسندیدہ ہے۔ اور میری تحریرات کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ یہ سب ہمارا قول اور ہمارا بیان ہے۔ اُس وقت اُن تمام علوم کو میری نظر میں لایا گیا۔ میں نے ایک کو بطریق اجمال و تفصیل دیکھ رہا تھا۔ خصوصاً اُن علوم کو کہ جن میں ایک وقت مجھے کچھ تردد تھا سب کو میں نے اُسی حکم میں داخل پایا۔ **الحمد للہ علی الاحسان**۔'' (دیباچہ دفتر مکتوبات)۔

اس کے بعد آپ نے جلد ثانی کے مکتوبات کو لکھنا شروع کیا۔

مکتوبات شریف کی جلد اول مکتوب ۲۳۴ کے خاتمہ پر فرماتے ہیں۔

''اے فرزند! یہ معارف جو لکھے گئے ہیں امید ہے کہ الہامات رحمانی سے ہوں کہ میں وساوس شیطانی کی آمیزش کی بالکل مجال نہیں۔ اِس امر کی دلیل فقیر کے پاس یہ ہے کہ میں ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا اور اللہ جل شانہ کی بارگاہ قدس میں ملتجی ہوا۔ تو میں نے دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام اُس مقام کے اطراف سے شیطان کو دور کر رہے ہیں۔ اور اُسے اُس مکان کے گرد رہنے نہیں دیتے۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ چونکہ ان نعمتوں کا ظاہر کرنا اعظم محامد سے ہے۔ اس لئے ان بڑی نعمتوں کے اظہار کی جرأت کی گئی۔

کرادہ بنی کے مظنہ سے خالی ہوگی۔ خود بینی کی گنجائش کس طرح ہو سکتی ہے جبکہ اللہ سبحانہ کی [illegible] اپنا نقص و شرارت ذاتی ہر وقت نصب العین ہے اور کمالات سب کے سب اللہ تعالیٰ [illegible] ہیں۔''

(۲۱) ایک روز حضرت شیخ نے فرمایا کہ ہم پر ایسا ظاہر کیا گیا ہے کہ ہماری تمام تحریرات حضرت [illegible] الزمان علیہ الرحمۃ والرضوان کی نظر سے گزریں گی اور آپ کے نزدیک مقبول ہوں گی۔

علم الافلاک:

حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ تشریف لائے [illegible] فرماتے ہیں کہ میں تجھ کو علم افلاک سکھانے آیا ہوں۔

(۲۲) حضرت شیخ نے ایام وصال کے قریب فرمایا کہ سوائے نبوت کے جو کمالات نوع انسان [illegible] ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو جناب سید البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت اور وراثت سے [illegible] فرمائے ہیں۔

[illegible] اللہ کی کیفیت:

روضہ قیومیہ میں سال اول تجدید الف ثانی کے تحت میں لکھا ہے کہ حضرت قیوم اول [illegible] علیہ کو ہمیشہ کعبہ کی زیارت کا شوق رہا۔ لیکن بعض موانع کی وجہ سے زیارت کعبہ میسر نہ ہو [illegible] اس سال وہ شوق بہت زیادہ ہوگیا۔ چنانچہ آنجناب اسی شوق سے بے قرار رہنے لگے۔ [illegible] روز اسی بیقراری کی حالت میں بیٹھے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ انسان فرشتے جن وغیرہ تمام [illegible] نماز ادا کر رہی ہے۔ اور آنجناب کی طرف رخ کر کے سجدہ کر رہی ہے۔ جب آنجناب [illegible] کی تو معلوم ہوا کہ کعبہ معظمہ خود آنجناب کی ملاقات کے لئے آیا ہے اور آپ کو گھیر لیا ہے۔ [illegible] ہے کہ جو شخص کعبہ کی طرف سجدہ کرتا ہے وہ آپ ہی کو کرتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ اسی اثناء میں [illegible] ہوا کہ تم ہمیشہ کعبہ کے مشتاق تھے۔ ہم نے کعبہ کو تمہاری زیارت کے لئے بھیجا ہے۔ تمہاری [illegible] زمین بھی کعبہ کا حکم رکھتی ہے۔ جو نور کعبہ میں تھا وہی نور ہم نے تمہاری خانقاہ کی زمین میں [illegible] ہے۔ بعدازاں کعبہ نے آنحضرت کی خانقاہ میں حلول کیا۔ اور خانقاہ کی زمین کعبہ کی زمین

سے مل گئی۔ اور اس مسجد کو بیت اللہ کی زمین سے پوری پوری فناء بقا حاصل ہوئی۔ اور آ
خانقاہ کی زمین میں تمام حقائق کعبہ متحقق ہو گئے۔ فرشتہ غیب نے آواز دی۔ کہ حضرت
ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ مسجد تمام مسجدوں سے افضل ہے۔ جو ثواب ان تمام مسجدوں میں
کرنے سے ہوتا ہے وہ اس ایک ہی مسجد میں نماز ادا کرنے سے حاصل ہو جاتا ہے۔

حضرت قیوم ثانی معصوم زمانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وقت میں اس مسجد کو وسیع
اور اس متبرک زمین کو جہاں پر کعبہ نے حلول کیا تھا تبرک کے طور پر حوض مسجد کے مشرقی
کی طرف باقی زمین سے اونچا رکھا گیا۔ آج کل وہ صفہ خاص و عام کی زیارت گاہ ہے۔

قطب ارشاد کی خلعت:

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ مقام اقطاب پر پہنچنے کے بعد جناب سرور کائنات
الصلوات والتسلیمات نے مجھے قطب ارشاد کی خلعت سے سرفراز فرمایا۔ بعد ازاں
خداوندی جل شانہ ترقی کرتے کرتے اصل الاصل تک پہنچا۔ اس اخیر عروج میں حضرت
اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ الاشرف کی روحانیت سے مدد پہنچی۔ (رسالہ
مغاد)۔ غرض کہاں تک لکھا جائے۔ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اس طرح غالب آ گئی
کہ میں حق سبحانہ وتعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے۔ (
مبدأ و معاد)۔

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

خوارق و کرامات

حضرت شیخ کے خوارق بکثرت ہیں۔ ہم یہاں ان میں سے صرف بعض کا ذکر
ہیں۔

مکتوبات و تصانیف:

حضرت شیخ کی سب سے بڑی کرامت آپ کے مکتوبات و دیگر تصانیف ہیں
وہ نادر علوم و معارف الہامیہ درج ہیں جو سنت و شریعت کے عین موافق ہیں۔ چنانچہ آپ

صاحبزادے خواجہ محمد صادق کو لکھتے ہیں:۔

''اے فرزند! یہ علوم و معارف کہ جن پر اہل اللہ میں سے کسی نے نہ صراحۃً نہ اشارۃً
اطلاع کی ہے اشرف معارف اور اکمل علوم میں سے ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد منصۂ شہود پر
جلوہ گر آئے ہیں۔ اور واجب تعالیٰ و تقدس کی حقیقت اور ممکنات کے حقائق کو جیسا کہ ممکن و لائق
بیان کرتے ہیں۔ نہ کتاب و سنت کے مخالف ہیں اور نہ اہلِ حق کے قول سے مخالفت رکھتے
حضرت نبی کریم علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی (یا اللہ حقائق
اشیاء کو کما جیسا کہ وہ ہیں) سے جو آپ نے گویا امت کی تعلیم کے لئے فرمائی ہے۔ شاید یہی
حقائق مراد ہیں۔ جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور مقام عبودیت کے مناسب ہیں
جس ذلت و انکسار پر دلالت کرتے ہیں جو حال بندگی کے موافق ہے۔ عاجز بندہ جو اپنے تئیں
مولائے قادر کا عین سمجھے۔ اس میں کونسی لطافت ہے۔ بلکہ اس سے تو اُس کی کمال بے ادبی
ظاہر ہوتی ہے۔'' (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۳۴)۔

اسی طرح آپ شیخ محمد چتری کو لکھتے ہیں:۔

خوارق کی اقسام:

''بھائی جان! سنئے۔ خوارق کی دو قسمیں ہیں۔ اول علوم و معارف الٰہیہ ہیں جو ذات و
صفات و افعال واجب تعالیٰ سے متعلق ہیں۔ اور نظر عقلی کے طریقہ سے الگ اور عرف و عادت
بشریہ کے خلاف ہیں۔ اس قسم سے اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کو ممتاز کیا ہے۔ قسم دوم کشف
امور و واقعات اور اشیائے غائبہ کی خبر دینا ہے۔ جو عالم کون سے متعلق ہے۔ پہلی قسم اہل حق و ارباب
معرفت کے لئے مخصوص ہے اور دوسری قسم اصحاب حق و اصحاب باطل میں مشترک ہے کیونکہ یہ قسم
اہل استدراج کو بھی حاصل ہے۔ پہلی قسم خدا کے نزدیک شریف و معتبر ہے۔ کیونکہ اُس نے اِسے
اپنے اولیاء کے لئے مخصوص کیا ہے اور اپنے دشمنوں کو اس میں شریک نہیں فرمایا۔ اور دوسری قسم عوام
کے نزدیک معتبر اور ان کی نظروں میں معزز و محترم ہے۔ اگر اہلِ استدراج سے یہ قسم ظہور میں آئے
تو قریب ہے کہ عوام نادانی کے سبب سے اُس کی پوجا کرنے لگ جائیں اور ہر رطب و یابس میں جو
ان کو ملتائے اُس کے تابع و فرماں بردار ہو جائیں۔ بلکہ یہ محجوب (عوام) پہلی قسم کو خوارق و

کرامات میں شمار نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک خوارق دوسری قسم میں منحصر ہیں اور ان کے گمان کرامات صرف صُور مخلوقات کے کشف اور مغیبات کی خبر دینے کا نام ہے۔ یہ لوگ کیسے بے ہیں۔ وہ علم جو مخلوقات حاضر یا غائب کے حالات سے تعلق رکھتا ہے اُس میں کونسی شرافت و کرا پائی جاتی ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس لائق ہے کہ جہل سے مبدل ہو جائے۔ تاکہ مخلوقات اور اُس احوال سے نسیان حاصل ہو۔ واجب تعالیٰ کی معرفت ہی وہ شے ہے جو سزاوار شرافت و کرامت شایانِ اعزاز و اکرام ہے۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

(مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۱۹۳)

غیبی امداد:

ایک صاحب دل سید رحمت اللہ نام جو حضرت شیخ کے مریدوں میں سے تھا بیان کرتا ہے کہ میں اور دو تین درویش اطراف ملک دکن میں ایک صحرا میں جا رہے تھے کہ ایک بتخانہ نظر میں نے حضرت سے سنا ہوا تھا کہ مسلمانوں سے بتوں اور بت پرستوں کی توہین جس قدر ہو اُس میں کوتاہی نہ کرنی چاہئے۔ کیونکہ اس سے غازی فی سبیل اللہ کا ثواب ملتا ہے۔ میں حضرت کی نصیحت پر کاربند ہو کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اِس صحرا میں کوئی اس بتخانہ کا نگہبان نہیں آتا۔ آؤ۔ اس بتخانہ کو جہانتک ہو سکے ویران کر دیں۔ چنانچہ ہم نے ایک بُت توڑ دیا۔ بعضی دیواروں کے گرانے کے لئے کمر بستہ ہوئے۔ اس اثناء میں ہندو کاشتکاروں میں سے ایک شخص نے دُور سے اس صحرا میں بتخانہ کا یہ حال دیکھ لیا۔ وہ دوڑ کر گاؤں والوں کے پاس گیا۔ اُس بتخانہ میں بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اور ان سے یہ ماجرا کہہ سُنایا۔ ہم ناگاہ کیا دیکھتے ہیں کہ قریباً ایک ہزار بُت پرست لاٹھیاں، پتھر اور ہتھیار لئے بڑے غیظ و غضب کی حالت میں ہماری طرف آ رہے ہیں۔ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر حیرت و دہشت نے غلبہ کیا۔ بھاگ جانا دشوار تھا۔ ہم نے شہید ہونے کی ٹھان لی۔ اس حال میں میں حضرت شیخ کی طرف متوجہ ہوا اور عرض کی۔

"اے دین کے بزرگ! ہم نے آپ کی نصیحت پر کاربند ہو کر یہ کام کیا تھا۔ ہمیں کافروں

کے ہاتھ سے بچائیے۔" اس تضرع و نیاز میں میرے کان میں حضرت شیخ کی یہ آواز آئی۔

"اطمینان رکھو۔ تمہاری حفاظت کے لئے ابھی اسلام کا لشکر بھیج رہا ہوں۔" میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ عجیب معاملہ ہے۔ حضرت کی یہ آواز تو میرے کان میں آ گئی۔ مگر لشکر کہاں سے آئے گا۔ کفار تو آ پہنچے۔ ایک تیر کا فاصلہ رہ گیا تھا کہ اچانک ٹیلہ پر سے تیس چالیس سوار اس طرف گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے نظر آئے۔ جب کافروں نے سواروں کو دیکھا تو بھاگ گئے۔ سواروں نے ان میں سے بعضوں کو تازیانے لگائے اور بعضوں کو ڈانٹ بتائی۔ اور اپنی حمایت میں ہمراہ لے لیا۔ معلوم ہوا کہ وہ سوار مسلمان تھے جو اس نواح کے ایک گاؤں میں پہنچ پر آئے ہوئے تھے۔ جب وہ کفار قتل کے ارادے سے آئے تھے تو ان کے گاؤں کے کسی انسان نے اُس گاؤں میں جہاں سوار تھے خبر کر دی تھی۔ لہٰذا وہ فوراً موقع پر پہنچ گئے اور ہم کو بچا لیا۔ اس میں شک نہیں کہ یہ حضرت شیخ ہی کا تصرف تھا۔

بچا لیا:

سید جمال جو حضرت شیخ کے مقبولین سے تھا بیان کرتا ہے کہ ایک جنگل میں اچانک ایک شیر میرے آگے آیا۔ تنہائی کی وحشت اور اُس ڈرنے کی ہیبت سے میں سخت ہراساں ہوا۔ بھاگنا بھی ممکن نہ تھا۔ ناچار میں نے حضرت شیخ کی طرف توجہ کی کہ بچائیے۔ میں نے اُسی معاملہ میں دیکھا کہ حضرت عصا ہاتھ میں لئے دوڑے آ رہے ہیں۔ آپ نے آتے ہی زور سے عصا اُس شیر کے منہ پر مارا جب اِس معاملہ سے میری آنکھ کھلی تو میں نے نہ شیر کو دیکھا اور نہ جنگل میں شیر کا کوئی نشان پایا۔

بیماری دفع ہو گئی

محمد صادق کابلی جو حضرت شیخ کے بڑے مخلصوں میں سے تھا مرض جذام میں مبتلا ہوا۔ اٹھنے بیٹھنے اور کھانے پینے میں یار اُس کی مشارکت سے پرہیز کرنے لگے۔ یہانتک کہ مجلس میں اُس کے ایک خاص یار نے اُس کے ساتھ کھانا کھانے سے علانیہ انکار کیا۔ وہ بیچارہ شرمندہ و غمگین ہوا۔ اور حضرت سے توجہ کی درخواست کی۔ آپ مرض کے دفعیہ کی طرف

متوجہ ہوئے اور آپ نے مرض کو اپنے اوپر لے لیا۔ چنانچہ اُس کا اثر مریض کے بدن کے پاؤں پر منتقل ہونے سے سب غمگین و بے چین ہو گئے۔ جب حضرت نے صاحبزادے اور یاروں کی بے چینی دیکھی تو دعا کہ یہ مرض آپ سے بھی دُور ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی سے وہ بیماری آپ سے بھی جاتی رہی اور سب خدا کا شکر بجالائے۔

بارش کا برسنا:

حضرت شیخ کے عادل اصحاب سے سنا گیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت بیابان و جنگل کی نکلے۔ اثنائے راہ میں دھوپ کی شدت اور گرد و غبار کی کثرت سے بڑے صاحبزادے اور پر جو پیادہ ہمرکاب تھے پیاس نے غلبہ کیا۔ مگر بپاس ادب حضرت کی خدمت میں عرض کی جرات نہ کر سکے۔ اس اثناء میں خود حضرت نے مولانا محمد یوسف سمرقندی سے جو آپ کے پیر بھائی بھی تھے۔ ارشاد فرمایا کہ دھوپ کی شدت اور غبار کی کثرت سے یاروں کو تکلیف ہے۔ مولانا نے کہا۔ کہ حضرت کو معلوم ہے یاروں کے عرض کرنے کی حاجت نہیں۔ اس نے آسمان کی طرف آنکھ اُٹھائی اور زیر لب کچھ کہا۔ چند قدم بھی آگے نہ بڑھے تھے کہ بادل کا ٹکڑا ظاہر ہوا جس نے حضرت کے یاروں پر سایہ ڈالا۔ اور ترشح ہوا مگر اسی قدر کہ غبار کیچڑ نہ ہوا اور معتدل ہوا چلنے لگی حالانکہ وہ بارش کا موسم نہ تھا۔

عقیدہ درست کر دیا:

ایک سید طالب علم کا بیان ہے کہ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے اُن سے بالخصوص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نفرت اور بدظنی تھی ایک روز میں احمدیہ کا مطالعہ کر رہا تھا کہ ان میں یہ لکھا دیکھا کہ امام مالک حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کرنے والے پر جو حد لگاتے تھے وہی حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر شتم کرنے والے کرتے تھے۔ میں نے یہ نقل دیکھ کر غصہ کی حالت میں کہا کہ یہ کیسی بے مزہ نقل ہے (حضرت شیخ) نے یہاں ذکر کی ہے۔ یہ کہہ کر میں نے مکتوبات کو زمین پر پھینک دیا اور خواب میں دیکھا کہ حضرت شیخ غصہ کی حالت میں آئے اور اپنے ہاتھوں سے میرے دونوں کر فرمانے لگے۔ اے طفل نادان! تو بھی ہماری تحریر پر اعتراض کرتا ہے اور اسے زمین پر

قول کو معتبر نہیں سمجھتا تو آ تجھے حضرت علی مرتضیٰ ہی کے پاس لے چلوں۔ جن کی خاطر تو بھائیوں یعنی صحابہ کرام کو بُرا کہتا ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ مجھے کشاں کشاں ایک باغ میں اور مجھے اُس باغ کے کنارے ٹھیرا کر خود ایک محل کی طرف جو اُس باغ میں نظر آ رہا تھا میں نے دیکھا کہ وہاں ایک نہایت نورانی شکل بزرگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ نے ان کو سلام کہا وہ بھی بڑی خوشی سے آپ کو ملے۔ اس کے بعد حضرت شیخ نے اُٹھ کر بلایا۔ اور فرمایا کہ یہ بزرگ جو بیٹھے ہوئے ہیں حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔ سُنو ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ حضرت امیر نے زبان گوہر فشاں سے فرمایا کہ خبردار! حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے کوئی کدورت دل میں نہ رکھو اور ان کی ملامت زبان پر نہ لاؤ۔ ہیں اور ہمارے بھائی کہ کن نیک نیتوں سے ہمارے اور ان کے درمیان جھگڑا ہوا تھا۔ اور شیخ کا نام لے کر فرمایا کہ ان کی تحریر سے ہرگز سر نہ پھیرنا۔ باوجود اس نصیحت کے میں نے دل کی طرف جو رجوع کیا تو اصحاب کرام کی دشمنی و نفرت بدستور پائی۔ حضرت امیر یہ معلوم ناراض ہوئے اور حضرت شیخ سے فرمایا۔ کہ اس کا دل ابھی بھی صاف نہیں ہوا۔ اور تھپڑ کے لئے اشارہ کیا۔ چنانچہ حضرت شیخ نے اپنی ساری قوت سے ایک تھپڑ میری گدی پر مارا۔ میں نے اپنے دل کو کدورت سے صاف پایا۔ اس اثنا میں میری آنکھ کھل گئی اب میں اسی کو کینہ سے پاک پاتا ہوں۔ اور حضرت شیخ کے کلام کی نسبت میرا حُسن اعتقاد سَو گنا زیادہ

بے ادب کا انجام:

حضرت شیخ کے اصحاب بلکہ آپ کے صاحبزادے بھی حکایت کرتے ہیں کہ ایک کی نیل کی بوری چوری ہو گئی۔ صاحب مال نے حضرت کے رشتہ داروں میں سے ایک پر سے مہتم کیا۔ وہ جوان اہانت و تکلیف کے ڈر سے بھاگ گیا۔ سرہند کے کوتوال نے تو حضرت کو طلب کیا۔ آپ نے اُن یاروں کو جن کی نسبت آپ کو علم تھا کہ وہ آپ کا اس کو گوارا نہ کر سکیں گے ہر طرف کسی نہ کسی کام پر روانہ کر دیا۔ اور خود ایک خادم کے ساتھ تشریف لے گئے۔ وہ بے ادب کوتوال سخت باتیں زبان پر لاتا تھا۔ اور آپ بڑی نرمی سے

جواب دیتے تھے۔ اس اثنا میں مولانا طاہر بدخشی آپہنچے اور اُس کوتوال پر ناراض ہو کر کہنے لگے ارے۔ ایسے تیسے! تجھے معلوم بھی ہے کہ تو نے کیسے شخص کو طلب کیا ہے۔ حضرت نے مولانا کو گفتگو سے روکا کوتوال نے آپ کو رخصت کر دیا۔ اس بے ادبی پر زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ کوتوال اور اُس علاقہ کے کروری کے درمیان بڑی لڑائی ہوئی۔ کوتوال بیس تیس بیٹوں اور درباروں سمیت ایک بالا خانہ پر چڑھ گیا جو بارود سے پُر تھا۔ اچانک اُس بارود میں کہیں سے آگ لگ گئی۔ جس نے کوتوال کو ساتھیوں سمیت جلا کر ان کا نشان تک نہ چھوڑا۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

جان بچادی:

ایک امیر زادہ کو سلطان وقت نے کسی تقصیر کے سبب سے لاہور سے طلب کیا۔ سلطانی کے مشاہدے سے حاضرین کو یقین تھا کہ اُس امیر زادے کو آتے ہی ہاتھی کے پاؤں تلے ڈال دیا جائے گا۔ جب وہ سرہند پہنچا تو حضرت شیخ کی خدمت میں جان بخشی کے لئے التجا کی۔ حضرت نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو۔ انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں کوئی تکلیف نہ پہنچے گی۔ بلکہ سلطان تم پر مہربانیاں کرے گا۔ اُس نے نہایت اضطراب میں عرض کیا کہ آپ جو کچھ زبان مبارک سے فرما رہے ہیں وہ مجھے لکھ کر دے دیجئے تا کہ پورا پورا اطمینان ہو جائے۔ حضرت نے اُس کے اصرار پر یہ لکھ کر دے دیا۔ کہ چونکہ فلاں امیر زادے نے غضب سلطانی کے خوف سے جو ظل الٰہی کا نمونہ ہے فقراء کی طرف رجوع کیا ہے اس لئے فقراء نے اُسے اپنی پناہ میں لے لیا اور اس مہلکہ سے اُسے رہائی دے دی۔ کئی دن کے بعد اچانک خبر آئی کہ اُس کو سلطان نے اذیت کر قید خانہ میں بھیج دیا ہے۔ جب حضرت نے یہ سُنا تو مُسکرا کر فرمایا کہ فقیر کی نظر میں صبح کی روشنی کی طرح واضح ہے کہ وہ سلطان کی طرف سے شفقت وعنایت ہی دیکھے گا۔ اور یہ خبر جو آئی ہے۔ دو تین روز کے بعد معلوم ہوا کہ سلطان اُس امیر زادے کو دیکھتے ہی ہنس پڑا۔ اور نصیحت کے طور پر چند کلمے زبان پر لایا۔ پھر بڑی عنایت سے خلعت دے کر رخصت کیا۔

[illegible] سے شفا:

مولانا محمد امین جو خواجہ دیوانہ سورتی کے مریدوں سے تھے مرض شدید میں مبتلا ہو گئے۔ [illegible] تک بیمار رہے۔ نہ دوا سے بیماری میں تخفف ہوتی تھی نہ دعا سے۔ حضرت شیخ کی شہرت [illegible] نے ایک عریضہ خدمت شریف میں ارسال کیا اور دعائے صحت اور جامہ تبرک کیلئے [illegible] کی۔ حضرت نے ترس کھا کہ ایک عنایت نامہ مع پیراہن تبرک بھیجا۔ اس عنایت نامہ میں [illegible] کے ازالہ کی تاکید فرما کر آپ نے یوں تحریر فرمایا:۔

"دیگر آنکہ آپ ظاہر کے ضعف کے سبب سے اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ [illegible] صحت وعافیت سے بدل جائے گا۔ فقیر کا دل اس طرف سے مطمئن ہے۔ آپ نے فقیروں [illegible] طلب کیا تھا۔ پیراہن بھیج دیا گیا۔ آپ اسے پہن کر نتائج وثمرات کے منتظر رہیں۔ کیونکہ یہ [illegible] کت والا ہے۔

ہر کس افسانہ بخواند افسانہ است و آنکہ دیدش نقد خود مردانہ است

(مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۱۶۶)۔

[illegible] مولانا نے وہ پیراہن پہن لیا۔ اور سالوں کی بیماری سے صحت پائی۔ اور حاضر خدمت ہو کر [illegible] شیخ کے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہوئے۔

[illegible] مغفرت:

علاقہ سرہند کے ایک فاضل مخلص کا بیان ہے کہ حضرت شیخ سے میری ارادت کا باعث [illegible] کہ میرا ایک رشتہ دار تھا جس سے مجھے بڑی محبت تھی۔ وہ ایک مرض شدید میں مبتلا ہو گیا اور [illegible] دوا کے لئے فقراء واطباء کی خدمت میں بہت پھرا۔ مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک شخص نے مجھ [illegible] حضرت شیخ کی تعریف کی۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر توجہ کی التماس کی۔ آپ نے فاتحہ پڑھی [illegible] میں داخل ہوئے۔ ایک لمحہ کے بعد حجرے سے نکل کر آواز دی۔ کہ فلاں شخص جس نے [illegible] مریض کے لئے فاتحہ شفا کی درخواست کی تھی کہاں ہے۔ میں حاضر ہوا۔ تو فرمایا کہ ہم فاتحہ [illegible] پڑھتے ہیں۔ میں حیران وغمگین ہو کر اپنے مکان کی طرف جو سرہند سے چند فرسنگ کے

فاصلہ پر تھا روانہ ہوا۔ میں نے راستے میں اپنے دل میں کہا کہ حضرت کی یہ دوسری فاتحہ صریح خبر ہے۔ جب میں گھر پہنچا تو اُس مریض کو دفن کر چکے تھے۔ میں نے جو حساب لگایا ہوا کہ جس وقت حضرت نے مجھے بُلا کر فاتحہ مغفرت پڑھی تھی وہ اُسی وقت فوت ہوا تھا۔ دیکھ کر میں آپ کا مُرید ہوگیا۔

خانخاناں کی مدد:

نواب خانخاناں صوبہ دار دکن جو محب الفقراء اور حضرت شیخ کا معتقد تھا اس امر مامور تھا کہ ممالک دکن کو تصرف میں لائے۔ ایک مدت درازیوں ہی گزر گئی۔ معتمدان نے سلطان سے عرض کیا کہ خانخاناں نے پوشیدہ دشمن سے صُلح کر لی ہے۔ اور بظاہر جنگ مشغول ہے۔ بادشاہ نے فوراً خانخاناں کو معزول کر دیا۔ اور اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں اُ کرادے۔ سیادت مآب میر مُحمد نعمان نے جو خانخاناں کے آشنا تھے یہ معاملہ حضرت شیخ خدمت میں لکھا اور توجہ کی التماس کی۔ حضرت نے میر موصوف کے عریضہ کو پڑھ کر لکھا کہ کے خط کے مطالعہ کے وقت خان موصوف بہت عالیشان نظر آئے آپ اُس کے معاملہ میں رہیں۔ جب یہ جواب سید صاحب کی خدمت میں پہنچا تو سید صاحب نے بجنسہٖ خانخاناں پاس بھیج دیا۔ اُس نے شکریہ ادا کیا اور کہا کہ بزرگوں کی توجہ سے ایسا ہو جانا تعجب کی بات نہیں بظاہر بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ سلطان وقت میرے حق میں نہایت بدگمان ہوگیا ہے اور لوگ ہر طرف سے ضرر پہنچانے کی فکر میں ہیں۔ حضرت شیخ کے مکتوب کو دس بارہ روز بھی نہ تھے کہ بادشاہ کا دل خانخاناں کی طرف سے صاف ہوگیا اور ملک دکن کی صوبہ داری پر کر دیا۔

فراست:

ایک سجادہ نشین شیخ بڑی محبت واشتیاق سے فاصلہ دراز سے حضرت شیخ کی خدمت حاضر ہوا۔ مگر آپ نے خلاف عادت اُس پر چنداں عنایت نہ فرمائی۔ آپ کے بعض مُخلصوں عرض کیا کہ یہ شیخ مشاہیر مشائخ سے ہے اور بڑے اخلاص سے فاصلہ دراز سے حاضر خدمت ہے۔ آپ اُس کے حق میں کرم فرمائیں۔ ہاں میں ایسا ہی گُمان کرتا تھا مگر میں اِس کی پیشانی

پر اس انکار لکھا ہوا دیکھتا ہوں۔ کیا کیا جائے۔ یہ سن کر یاروں کو تعجب ہو۔ کچھ مدت کے فراست کے آثار ظہور ہوئے۔ اتقوا فراسة المومن فانه ينظر بنور الله۔

ولادت:

جن دنوں میں حضرت شیخ اجمیر شریف تشریف رکھتے تھے رمضان کا مہینہ عین برسات آیا حضرت حسب عادت ختمات قرآنی میں مشغول ہوگئے۔ پہلی رات نماز تراویح میں بیس نے ایک مسجد میں جو نہایت تنگ تھی نماز ادا کی۔ تعفن سے حضرت کو اور درویشوں کو تکلیف نماز ادا کرنے کے بعد حضرت کو اور درویشوں کو تکلیف پہنچی۔ نماز ادا کرنے کے بعد حضرت مبارک سے نکلا۔ کہ جو ختمات ہم نے قرار دیئے ہیں ان کے اختتام تک اگر بفضل الٰہی بارش نہ ہوتا کہ مسجد کے باہر تراویح پڑھی جائیں۔ تو یہ بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ستائیسواں رات تک چار ختم ہوگئے اور کسی رات بارش نہ ہوئی۔ اور اٹھائیسویں تاریخ سے پانی برسنا شروع ہوا۔

عمارت گری:

وہی مسجد جس کا اوپر ذکر ہوا اُس کی ایک بنیاد کی دیوار کمزور ہوگئی تھی۔ اور وہ ایک طرف کو جھک گئی تھی کہ اکثر نمازی اور آنے جانے والے خیال کرتے تھے کہ آج نہیں تو کل گر جائے گی۔ ایک روز حضرت شیخ نے خوش طبعی کے طور پر فرمایا کہ جب تک فقراء یہاں ہیں۔ ان کی خاطر نہ گرے گی۔ بقول اکابر کہ ھزلنا جدٌ" ایسا ہی وقوع میں آیا۔ جس روز حضرت نے وہاں سے کوچ کیا۔ آپ کا اس مسجد کے محاذات سے اوجھل ہونا تھا کہ وہ دیوار یکبارگی گر پڑی۔

اولاد کی بشارت:

ایک امیر نے حضرت شیخ سے عرض کیا کہ میں جوانی سے گزر کر بڑھاپے کو پہنچ گیا۔ مگر کوئی فرزند نہ پیدا ہوا۔ جو میرے بعد صفحہ روزگار پر میری یادگار رہتا۔ اس بارے میں آپ توجہ فرمائیں۔ حضرت کچھ دیر تک مراقب رہے۔ پھر فرمایا کہ لوح محفوظ میں اِس موجودہ بیوی سے تمہاری قسمت میں کوئی اولاد نہیں ہے۔ اگر دوسری شادی کرو تو اولاد ہوگی۔ اور تمہارے بعد

تمہاری یادگار رہے گی۔ اتفاقاً اُس کی بیوی نے وفات پائی۔ اور دوسری بیوی سے اُس کی ہوگئی جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اور یہ دونوں اُس کے بعد یادگار رہے۔

جنات کو بھگا دیا:

شیخ نور محمد اناری جو حضرت شیخ کے قدیم مرید اور صاحب اجازت تھے اور آ
حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو چکے تھے۔ بیان کرتے
میرے بھائی کے گھر میں جن رہتا تھا جو ہمیشہ اُس سے دشمنی کرتا تھا۔ یہانتک کہ اُس کی
سے میرے بھائی نے انتقال کیا۔ میں بھی اُسی گھر میں رہتا تھا۔ بھائی کے انتقال کے بعد
ناک صورتیں میرے سامنے آنے لگیں۔ اور پھولوں کی خوشبو مہکتی محسوس ہونے لگی۔ میرے
کی بھی ابتدائی حالت یہی ہوئی تھی۔ میرے اقرباء یہ سُن کر میری زندگی سے نا اُمید ہو گئے
رات میں اپنی بیوی سے ہم بستر تھا اور ابھی فارغ نہ ہوا تھا کہ وہ جن آ گیا اور ہم دونوں کے
چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اور ہمیں ایسا دبایا کہ ہم ہاتھ اٹھانے سے عاجز آ گئے۔ لحاف کو بھی اپنے اوپر
نہ اُٹھا سکے۔ ہم اسی بیقراری میں تھے کہ حضرت شیخ نمودار ہوئے۔ اور آواز دی کہ نور محمد
خوف نہ کر۔ یہ جن ابھی بھاگ جائے گا۔ کیونکہ شیطان کا مکر کمزور ہوتا ہے۔ جن نے حضرت
آواز سنتے ہی ہم کو چھوڑ دیا۔ میں اُٹھا اور حضرت غائب ہو گئے۔ اِس کے بعد میرے گھر میں کسی
جن کا آسیب نہ ہوا۔ اور جنات وہاں سے جلاوطن ہو گئے۔ میں دیکھتا تھا کہ وہ اپنے ساز و سامان
لے کر میرے گھر سے جا رہے ہیں۔ اور یہ کہہ رہے ہیں کہ حضرت نے ہم کو جلاوطن کر دیا۔ اب
موضع شادیوال میں جا کر ٹھیریں گے۔

وصال کی خبر:

جب حضرت شیخ کی عمر گرامی پچاس کے قریب ہوگئی تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنی
کے پچاس اور ساٹھ کے درمیانی زمانہ میں اپنے اُوپر ایک عظیم حادثہ پاتا ہوں۔ اور اُس وقت
میری وفات کی نسبت قضائے معلق مشہود ہوتی ہے۔ مگر ساٹھ سال کے بعد جس میں اب بارہ
باقی ہیں میرے انتقال کی نسبت قضائے مبرم و قطعی محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ ایسا ہی واقع
کیونکہ پچاس اور ساٹھ سال کے درمیانی زمانہ میں سلطان وقت نے آپ کو قلعہ گوالیار میں

وصال بھی ساٹھ سال کے بعد ہوا۔

وصال:

ایک روز آپ نے اپنے خالص احباب سے فرمایا کہ مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ میری عمر کے
قضائے مبرم تریسٹھ سال ہے۔ ماہ ذی الحجہ ۱۰۳۲ھ کے پہلے عشرہ میں آپ نے اجمیر
صاحبزادوں کو سرہند میں لکھا کہ اس دنیا سے انتقال کے قُرب کے آثار دکھائی دے رہے
اس کے ایک سال تین ماہ اور چند روز بعد حضرت کا انتقال وقوع میں آیا۔

شب برات:

حضرت شیخ نے ماہ شعبان ۱۰۳۳ھ میں شب برات کو خلوتخانہ میں شب بیداری کی۔
اسی رات گزرنے کے بعد آپ گھر میں آئے۔ مخدوم زادوں کی والدہ کی زبان عصمت پناہ
نقل کی کہ آج آجال اور ارزاق کے تقدیر کی رات ہے۔ خُدا جانے کس کا نام ورق ہستی
کیا گیا اور کس کا ثابت رکھا گیا۔ یہ سُن کو حضرت شیخ نے فرمایا کہ آپ تو بطور شک و تردُد کے
کہتی ہیں۔ اُس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے۔ کہ اُس کا نام اِس دنیا کی
کے صحیفہ سے محو کر دیا گیا اور اشارہ اپنی طرف فرمایا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ اس بات کے
سات چھ ماہ بعد آپ نے وفات پائی۔

ہم نے حضرت شیخ کے خوارق کو ذکر کرنے میں نہایت اختصار سے کام لیا ہے۔ اور جو
وہ بھی بطور مشتے نمونہ از خروار ہیں۔ وجہ یہ کہ کثرت خوارق سے کسی ولی کی شان نہیں
ولایت سے کر شان ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ خود تحریر فرماتے ہیں:۔

"خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ ایک
سے کوئی خارق ظہور میں نہ آئے دوسرے ولی سے افضل ہو جس سے خوارق و کرامات ظہور
ہوں۔ (مکتوبات۔ دفتر اول۔ مکتوب ۲۹۳)۔

اسی طرح آپ میر محمد نعمان رحمہ اللہ تعالیٰ کو لکھتے ہیں:۔

"آپ کو معلوم رہے کہ خوارق و کرامات کا ظاہر ہونا ولی ہونے کی شرط نہیں جس طرح

علماء خوارق وکرامات کے حصول کے ساتھ مکلف نہیں۔ اولیاء بھی خوارق کے ظہور کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ ولایت سے مراد قربِ الٰہی ہے جل سلطانہ جو خدا تعالیٰ اپنے ماسوا کے نسیان اپنے اولیاء کو عطا فرماتا ہے ایک شخص کو یہ قرب عطا کیا جاتا ہے اور اُسے مخلوقات کے مغیبات اطلاع نہیں دی جاتی۔ ایک دوسرا شخص ہے جس کو قرب بھی دیا جاتا ہے اور مغیبات پر مطلع جاتا ہے۔ ایک تیسرے شخص کو قرب سے کچھ نہیں دیا جاتا مگر مغیبات پر مطلع کیا جاتا ہے شخص اہل استدراج سے ہے۔ نفس کی صفائی نے اُس کو مغیبات کے کشف میں مبتلا کیا گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ آیہ کریمہ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ[1]۔ (سورہ مجادلہ) ایسے ہی لوگوں کے حال میں وارد ہیں۔ پہلا شخص جو دولت قرب سے مشرف ہیں۔ اولیاء اللہ سے ہیں۔ نہ کشف مغیبات ان کی ولا زیادتی کرتا ہے اور نہ عدم کشف ان کی ولایت میں نقصان پیدا کرتا ہے۔ ان کا فرق باعتبار قرب کے ہے۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ شخص جسے صُورِ غیبی کا کشف حاصل نہ ہو قرب الٰہی زیادتی کے سبب سے اُس شخص سے افضل و پیش قدم ہوتا ہے جسے کشف صُور حاصل ہو۔ (مکتوبات۔ دفتر دوم۔ مکتوب ۹۲)۔

درس وتدریس:

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ حضرت شیخ نے سترہ برس کی عمر میں علوم ظاہری سے فارغ درس وتدریس اور تصنیف رسائل کے ذریعہ سے تبلیغ کا کام شروع کر دیا تھا۔ بعد ازاں حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ سے اجازت ارشاد پا کر تلقین طلاب میں مشغول ہو گئے تھے۔ اور اشارہ پیر بزرگوار لاہور میں اشاعت طریقہ فرما رہے تھے کہ حضرت خواجہ نے وفات پائی۔ کے وصال کے بعد ان کے مسترشدین نے آپ سے تجدید بیعت کر کے استفادہ باطنی رکھا۔ آپ کے کمالات عالیہ کی برکت اور انوارِ صُحبت کے فیض سے سلسلہ نقشبندیہ تھوڑے عرصہ

[1] اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ کچھ بھلی راہ پر ہیں۔ خبردار رہو۔ تحقیق وہی ہیں جھوٹے۔ غالب آیا اُن پر شیطان پس بھلا دی اُن کو یاد خدا کی۔ یہ لوگ گروہِ شیطان ہیں۔ خبردار رہو گروہِ شیطان زیان پانے والے ہیں۔

ہندوستان میں دور دور شائع ہو گیا۔ اس کے بعد سلسلہ عالیہ مجددیہ ہندوستان سے باہر دیگر ممالک میں پھیلنے لگا۔ چنانچہ تجدید قیومیت کے چھٹے سال شیخ طاہر بدخشی۔ شیخ احمد برکی۔ خواجہ شیخ حسن برکی۔ مولانا یار محمد قدیم طالقانی۔ مولانا صالح گولامی۔ شیخ عبدالحق شادمانی اپنے شہروں سے دُور دراز سفر طے کر کے سرہند شریف میں حاضر ہوئے۔ اور سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ یہ سب خلافت سے سرفراز ہو کر ذریعہ اشاعت طریقہ بنے۔ تجدید کے سال بہت سے جن بھی حضرت کے سلسلہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ چنانچہ جنوں کا بادشاہ اپنے کامُرید ہو گیا۔

ممالک تبلیغی مشن:

تجدید کے چودھویں سال حضرت شیخ نے اپنے خلیفے بغرض ہدایت خلق دنیا کے اطراف میں روانہ کئے۔ چنانچہ ستر اہل ارادت کی بسر کردگی مولانا یار محمد قدیم طالقانی ملک بدخشاں وچاچ کو بھیجے اور چالیس ارادت مندیمن شام وروم کی طرف بسر کردگی مولانا فرخ حسین فرمائے۔ اور اپنے دس معتبر یار مولانا صادق کابلی کے تحت میں کاشغر کی طرف روانہ کئے۔ اور بڑے بڑے خلیفوں کو بسر کردگی مولانا شیخ احمد برکی توران بدخشان اور خراسان کی طرف مامور کیا۔ ان خلفاء کی ہر جگہ بڑی عزت ہوئی اور ان ملکوں کے چھوٹے بڑے امیر وزیر بادشاہ حضرت کے خلفاء کے مرید بن گئے۔ خراسان بدخشان اور توران میں تو طریقہ عالیہ احمدیہ کا اس قدر رواج ہوا کہ وہاں کا کوئی شہر یا قصبہ ایسا نہ تھا جہاں اس سلسلہ کے خلفاء نہ ہوں۔ یہاں تک عبداللہ خان اوزبک جو وہاں کا بادشاہ تھا حضرت کا ایسا معتقد ہو گیا کہ کوئی کام آپ کے خلفاء کے مشورے کے بغیر نہ کرتا۔

مکتوبات کی اشاعت:

خلفاء کے علاوہ حضرت کے مکتوبات کے ذریعہ سے بھی تبلیغ واشاعت ظہور میں آئی۔ مکتوبات کی پہلی جلد ۱۰۲۵ھ میں تمام ہوئی۔ جسے حضرت کے خلیفہ خاص شیخ یار محمد جدید طالقانی جمع کیا تھا۔ لوگوں نے اس کی نقلیں حاصل کیں اور ایران توران بدخشان ماوراء النہر میں شائع ہوئی۔ اور اس کا بہت اچھا اثر پڑا۔ چنانچہ تجدید کے بائیسویں سال ایک درویش بلخ سے

ہندوستان آیا۔ اُس کی وساطت سے وہاں کے اکابر نے مثلاً مشائخ میں سے سیادت پناہ میرک شاہ اور شیخ المشائخ کبروی میر محمد اور میر مومن بلخی نے اور علماء میں سے مولانا رہائی قنادانی اور مولانا نولک نے درخواستیں بھیج کر غائبانہ بیعت کی۔

آگرہ میں خلیفہ کو روانہ کرنا:

اس مقام پر یہ بیان کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی تجدید و قیومیت کے پندرہویں سال اپنے خلیفہ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کو سلطان ہند جہانگیر کے لشکر کی خلافت دے کر بغرض اشاعت طریقہ آگرہ میں بھیجا جہاں اس سلسلہ عالیہ کا کوئی ظاہر نہ تھا۔ اور اُسے تاکید کر دی کہ مستقل مزاج رہنا۔ اور ہماری اجازت کے بغیر وہاں سے نہ آنا چنانچہ شیخ صاحب لشکر سلطانی میں تشریف لے گئے اور وہاں ان کو قبولیت عامہ نصیب ہوئی ارکان سلطنت میں سے خانخاناں۔ اعظم خاں۔ خانجہاں لودھی۔ سکندر خاں۔ سید صدر جہاں اسلام خاں اور مہابت خاں وغیرہ داخل سلسلہ ہو گئے اور مجلس حلقہ گرم ہونے لگی۔

آصف جاہ کی مخالفت:

حضرت شیخ نے رد روافض میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور اپنی دیگر تحریرات میں بھی روافض کے عقائد باطلہ کی تردید فرمایا کرتے تھے۔ اس لئے شیعہ آپ کے جانی دشمن ہو گئے تھے۔ جہانگیر کا وزیر آصف جاہ شیعی تھا۔ اُس نے جب خلیفہ بدیع الدین کے ارشاد کا حال سُنا تو بہت پیچ و تاب کھایا اور بادشاہ سے کہہ دیا کہ آج کل شہر سرہند میں ایک شخص شیخ احمد نام ہے جس کے بہت سے مرید ہیں۔ غیر ممالک کے بادشاہ تک اُس کے نیاز مند مرید ہیں۔ غیر ممالک کے بادشاہ تک اُس کے نیاز مند و مُرید ہیں۔ اُس کا ایک خلیفہ یہاں لشکر میں بھی آیا ہوا ہے۔ آپ کے لشکر کے اراکین اُس کے مُرید ہو گئے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ شیخ سرہندی آپ کی سلطنت پر ہاتھ ڈالے۔ شاہ اسماعیل صفوی نے مُریدوں ہی کے ذریعہ سلطنت ایران پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس اثناء میں شیخ صاحب بغرض اصلاح بعضے امور وطن چلے آئے۔ حضرت شیخ کو جب خبر لگی تو خفا ہوئے کہ ہماری اجازت کے بغیر کیوں آئے۔ انہوں نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی کہ میں بھی بغرض ارشاد آگرہ چلا جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وقت وہی تھا۔ اگر اب تم جاتے ہو

تمہارا اختیار ہے۔ غرض شیخ صاحب پھر آگرہ پہنچے۔ اور وہاں مخالفین کی ایک جماعت کو راہ راست پر لے آنے کی کوشش کیں۔ اور اپنے بلند احوال گوش گزار کئے بلکہ بعض ایسے وقائع و کشوف ذکر کئے جن کا ظاہر کرنا موجب فتنہ تھا اب مخالفین نے بادشاہ کو یہ پٹی پڑھائی کہ شیخ بدیع الدین کا تو جانا اور پھر آنا خالی از علت نہیں اور حضرت مجدد کے خلاف بہت کچھ کہا۔ جن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ حضرت شیخ اپنے تئیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے افضل جانتے ہیں کہ میرا مقام ان کے مقام سے اوپر ہے۔ اور انہوں نے اپنے زعم فاسد میں اس کے متعلق حضرت کا مکتوب ۱۱ جلد اول پیش کیا جس میں آپ نے اپنا حال اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں یوں تحریر فرمایا ہے:

"جب مقام سابق سے اوپر کے مقام تک رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت ذوالنورین کا ہے اور دوسرے خلفاء کا بھی اِس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ اسی طرح آپ کے دو اور مقام بھی جن کا ذکر آتا ہے۔ مقام تکمیل و ارشاد مقام ذوالنورین سے اوپر ایک اور مقام نظر آیا۔ جب اُس مقام تک رسائی ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ مقام حضرت فاروق کا ہے۔ اور دوسرے خلفاء کا بھی وہاں عبور ہوا ہے۔ اور اُس مقام سے حضرت صدیق اکبر کا مقام ظاہر ہوا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اُس مقام پر بھی رسائی ہوئی اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ الاقدس کو ہر مقام میں اپنے ساتھ پاتا اور خلفائے دیگر کا بھی اُس مقام میں عبور واقع ہوا ہے فرق صرف عبور و اقامت اور سرور و ثبات کا ہے اور اس مقام سے اوپر کوئی مقام مفہوم نہیں ہوتا سوائے مقام حضرت خاتم المرسلین کے علیہ من الصلوٰۃ اتمہا و من التحیات اکملہا اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام کے مقابل ایک عجیب نورانی مقام ظاہر ہوا۔ کہ ایسا کبھی نظر نہ آیا تھا۔ یہ مقام حضرت صدیق اکبر کے مقام سے کچھ اونچا تھا جیسا کہ چبوترے کو روئے زمین سے اونچا کر لیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا ہے اور وہ رنگین و منقش تھا۔ میں نے اپنے تئیں اس مقام کے عکس سے رنگین و منقش

القصہ بادشاہ جو سیر و سلوک صوفیہ کرام سے بالکل بے خبر تھا مخالفین کے دام فریب میں آگیا۔ اُس نے یہ حکم امتناعی نافذ کر دیا کہ لشکریوں میں سے کوئی خلیفہ کے پاس نہ جائے اور

عقیدتمند اراکین کو مختلف جگہ پر تبدیل کر دیا۔ چنانچہ خانخاناں کو ملک دکن۔ مہابت خاں سید صدر جہاں کو بنگال۔ خانجہاں لودھی کو ملک مالوہ اور خانِ اعظم کو گجرات بھیج دیا۔ حاکم سرہند کو لکھا کہ شیخ مجدد کو خود لے کر حاضر ہو۔ اس طرح جب آپ بارگاہِ سلطانی میں آپ نے بادشاہ کو سجدہ تحیہ نہ کیا۔ وزیر یہ دیکھ کر حیران ہوا کہ بادشاہ نے خلافِ عادت کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اور بادشاہ سے کہنے لگا کہ وہی شخص ہے جو اپنے تئیں حضرت صد سے افضل سمجھتا ہے۔ حضرت شیخ نے اس کا نہایت معقول و مدلل جواب دیا۔ پھر آپ کو کہا گیا۔ اور ہر چند کوشش کی گئی کہ آپ ذرا سر ہی جھکا لیں۔ مگر آپ نے ہرگز نہ مانا۔ بادشاہ نے وزیر کی تحریک پر آپ کے لئے قید کا حکم دیا۔ اور آپ قلعہ گوالیار میں بھیج دیے گئے۔

تزک جہانگیری کے مطابق:

بادشاہ نے اس واقعہ کو تزک جہانگیری میں یوں لکھا ہے:۔

''دریں ایام (جمادی الاول ۱۰۳۸ھ) بعرض رسید کہ شیخ احمد نام شیادے درسم زرق و سالوس فروچیدہ بسیارے از ظاہر پرستان بے معنی را صید خود کردہ۔ و بہ ہر شہرے و یکے از مریدان خود را کہ آئین دکان آرعائی و معرفت فروشی و مردم فریبی را از دیگراں پا خلیفہ نام نہادہ فرستادہ۔ و از مزخرفاتے کہ بمریدان و معتقدان خود نوشتہ کتابے فراہم مکتوباتے نام کردہ۔ و دراں جنگ مہملات بسا مقدمات لاطائل مرقوم گشتہ کہ بکفر و زندق شود۔ از انجملہ در مکتوبے نوشتہ کہ در اثنائے سلوک گزرم بمقام ذوالنورین افتاد۔ مقامے بغایت عالی و خوش بصفا۔ از آنجا درگزشتم۔ بمقام فاروق پیوستم و از مقام فاروق بمقام صد عبور کردم۔ و ہر کدام را بعر یفے درخور آن نوشتہ واز آنجا بمقام فاروق محبوبیت واصل شدہ مشاہدہ افتاد بغایت منور و ملون۔ خود را بانواع انوار و الوان منعکس یافتم۔ یعنی استغفر اللہ از خلفاء درگزشتہ بعالی مرتبت رجوع نمودم۔ و دیگر گستاخیہا کردہ کہ نوشتن آں طولے دارد ادب دوراست۔ بنابریں حکم فرمودم کی بدرگاہ عدالت آئیں حاضر سازند۔ حسب الحکم بملا پیوست۔ واز ہر چہ پرسیدم جواب معقول نتوانست سامان نمود۔ و باعدم خرد و دانش بغایت خود پسند ظاہر شد۔ صلاح حال او منحصر دریں دیدم کہ روزے چند در زندان ادب محبوس باشد

و از غرور و آشفتگی دماغش قدرے تسکین پزیرد۔ و شورش عوام نیز فرونشیند۔ لاجرم بانے حوالہ شد کہ در قلعہ گوالیار مقید دارد۔''

اس عبارت فارسی سے ظاہر ہے کہ بادشاہ نے جو حضرت شیخ اور آپ کے مکتوبات اور علماء کی نسبت دریدہ دہنی کی ہے وہ کسی دوسرے کے کہنے سے کی گئی ہے۔ مکتوب ۱۱ جلد ۱ کا حوالہ دیا ہے۔ اگر ہم بنظر انصاف غور کریں تو اُس سے یہ امر ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ آپ کا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقام سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ کسی مقام پر وصول و رسائی اور اس مقام کا حصول و یافت اور سلاطین اپنے ادنیٰ خادم کو خدمت کے لئے اپنے پاس اور وہ امراء کے مقام سے گزر کر پیشی میں حاضر ہوتا ہے۔ پھر اپنے مقام پر واپس جا کر جاتا ہے۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس نوکر کا مرتبہ امراء کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔ دیگر نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے تئیں اُس مقام کے عکس سے رنگین و منقش پایا۔ یہ نہیں اس مقام پر پہنچ گیا۔ دیکھئے سورج چوتھے آسمان پر ہے۔ اور اُس کا عکس زمین پر روشن اس سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ زمین مقامِ آفتاب پر پہنچ گئی۔ خود حضرت شیخ کے ارادتمندوں سے عبارت ذیل کا حل دریافت کیا ہے اور آپ نے ان کو کافی جواب دیئے ہیں۔ (دیکھو جلد اول مکتوبات ۱۹۲، ۲۰۲، ۲۰۸۔ اور جلد ثانی مکتوب ۹۹)۔ بادشاہ کا یہ لکھنا کہ حضرت معقول جواب نہ دے سکے بالکل غلط ہے۔

اس پر دین کا ردِ عمل:

حضرت شیخ کی قید کی خبر سُن کر اراکین سلطنت میں سخت بے چینی پیدا ہوئی۔ چنانچہ خانِ اعظم۔ سید صدر جہاں۔ اسلام خاں۔ مرتضےٰ خاں۔ مہابت خاں۔ خانجہاں لودھی خاں۔ حیات خاں اور دریا خاں وغیرہ جو حضرت کے مُرید تھے باہم خط و کتاب کر بغاوت پر آمادہ ہو گئے۔ بالآخر حضرت نے ان سب کو تسلی تشفی کے خط لکھ کر بغاوت کرنے سے روک دیا۔ آپ ایامِ حبس میں بھی تبلیغ فرماتے تھے۔ کہ اگر بادشاہ مجھے نظر بند نہ کرتے تو اتنے لوگ فوائد دینی سے مستفید ہوئے محروم رہ جاتے۔ اور ہماری ترقی مقامات جو نزول بلا پر موقوف تھی وقوع میں نہ آتی جیسا کہ ان مکتوبات سے ظاہر ہے جو آپ نے اُن ایام میں

صاحبزادگان اور دیگر ارادتمندوں کو لکھے ہیں۔

قید سے رہائی:

دو سال کے بعد بادشاہ اپنے کئے پر نادم ہوا۔ حضرت شیخ کو اعزاز و اکرام سے پاس بلا کر معذرت کی۔ اور آپ کا ایسا محب بن گیا کہ آپ کو لشکر میں اپنے ساتھ رکھتا تھا۔ شہزادہ خرم کو جو ملقب بہ شاہجہاں ہوا آپ کے مریدین کے زمرہ میں داخل کر دیا۔ بعد ازاں عالمگیر اورنگزیب بھی اسی سلسلہ میں داخل ہوا اور امراء وزراء کثرت سے سلسلہ مجددیہ میں داخل ہوئے۔ القصہ حضرت شیخ لشکری زندگی میں بھی اپنی بے اختیاری کا خوب ذوق و لطف اٹھاتے رہے اور بدستور تبلیغ میں مشغول رہے۔ سنہ ۱۰۳۲ھ میں آپ اجمیر شریف میں تشریف رکھتے تھے آپ کو قرب موت کے آثار محسوس ہوئے۔ آپ کو لشکر سے رخصت مل گئی۔ وطن میں آکر آپ نے گوشہ اختیار فرمایا۔ اور ارشاد کا کام اپنے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم کے سپرد کر دیا۔

صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کے بعد بادشاہ اس امر سے پشیمان ہوا اور اُس نے بہت سے عذر کئے۔ مگر یہ بے ادبی اُس کے لئے نامبارک ہوئی۔ اس سلطنت میں بہت شور و فتور پیدا ہوا۔ اُس کے بعضے بڑے علاقوں کو ایرانیوں نے غلبہ پا کر قبضہ میں کر لیا۔ اور وہ خود مہلک کمزوریوں میں مبتلا ہو گیا۔ یہانتک کہ اُسی حال میں اس دنیا سے چل بسا۔

اخلاق و عادات:

صبر و شکیب، رضا و تسلیم۔ حسب حال ہر ایک کی تعظیم۔ لوگوں پر شفقت۔ صلہ رحم ارباب حقوق کی رعایت۔ مریضوں کی عیادت۔ سلام میں سبقت۔ کلام میں نرمی۔ آپ کا ہر فعل حسنہ تھا۔ آپ کا طریقہ عمل برعزیمت تھا۔

ادب و احتیاط:

عبادات و عادات میں نہایت احتیاط اور سنت کا کمال اتباع ملحوظ تھا۔ چنانچہ ایک ذکر ہے کہ آپ معارف کے لکھنے میں مشغول تھے۔ بول کے واسطے جو جلدی سے اُٹھے تو بیت

الخلا میں داخل ہوئے۔ پھر جلدی سے واپس نکل آئے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ کیوں اتنی جلدی چلے آئے ابھی آپ نے پانی منگا کر انگوٹھے کو دھویا اور پھر بیت الخلا میں گئے۔ جب وہاں سے واپس آئے تو فرمایا کہ جب میں بیت الخلا میں داخل ہوا تو دیکھا کہ میرے انگوٹھے پر سیاہی کا داغ ہے جو کہ روشنائی کی کتابت کا سامان ہے۔ اس واسطے مناسب نہ سمجھا کہ سیاہی سمیت وہاں بیٹھوں۔ اگرچہ اس کی اشد ضرورت تھی۔ لیکن ترک ادب کے مقابلہ میں آپ نے اُسے روک رکھا۔ اسی طرح ایک روز جو بیت الخلا میں جو داخل ہوئے تو غلطی سے پہلے دایاں پاؤں اندر رکھ دیا۔ اُس حال پر بند رہے۔

قول کی رعایت:

ایک روز مولانا صالح ختلانی علیہ الرحمۃ کو فرمایا کہ تھیلی میں سے چند ایک لونگ نکال دو وہ چند دانے نکال لائے۔ آپ نے جھڑک کر فرمایا۔ کہ دیکھو یہ بھی صوفی ہیں۔ اس نے اتنا بھی نہ جانا کہ اللہ وتر یحب الوتر۔ عدد طاق کی رعایت مستحب ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ قول کے عوض تمام دنیا و آخرت بھی دے دیں تو بھی سمجھو کہ کچھ نہیں دیا۔

ادب کی بات:

ایک روز آپ اپنے تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ جھٹ پٹ نیچے اُترے۔ اور فرمایا کہ تخت تلے ایک کاغذ دکھائی دیا ہے۔ معلوم نہیں اس میں کچھ لکھا ہے یا نہیں۔ آپ نے اتنی دیر بھی تخت پر بیٹھنا جائز نہ سمجھا کہ کسی کو حکم دیں کہ تخت تلے سے کاغذ نکال لے۔ گویا آپ نے ایسی حالت میں تخت پر بیٹھنا بے ادبی سمجھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک حافظ جس کے تلے فرش تھا قرآن شریف پڑھنے میں مشغول ہوا۔ جب حضرت شیخ نے نگاہ کی۔ تو دیکھا کہ جہاں پر خود تشریف رکھتے ہیں۔ وہاں فرش ہے۔ جھٹ اپنے تلے سے نکال دیا۔ تاکہ اس حافظ سے اونچے نہ بیٹھیں۔

حضرت شیخ کے دن رات کے احوال کو مع ورد و وظائف حضرت خواجہ محمد معصوم اور دیگر فضلاء نے شرح و بسط کے ساتھ لکھا ہے جس کے ایراد کی اس مختصر میں گنجائش نہیں۔

وصال مُبارک:

حضرت شیخ ایام مرض میں تنہائی بہت پسند کرتے تھے۔ ایک روز حرم سرا کی میں لیٹے ہوئے تھے فرمایا کہ اِس سرما میں جو دو مہینے کے بعد آئے گی ہم اس گھر میں گے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ آپ شاید خلوتخانہ میں آرام فرمائیں گے۔ فرمایا کہ وہاں اور نہ ان گھروں میں سے کسی میں۔ عرض کیا کہ پھر کس جگہ فرمایا کہ میں دیکھ رہا ہوں ولا ہے۔ ماہ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ کے وسط میں عارضہ ضیق النفس نے غلبہ پایا۔ ان دنوں میں حق سبحانہٗ کے شوق میں آپ رو پڑتے تھے۔ چند روز صحت بھی رہی۔ اسی اثناء میں صدقات بکثرت وقوع میں آئے۔ بتاریخ ۱۲ محرم الحرام ۱۰۳۴ھ فرمایا کہ ابھی مجھے بتایا چالیس پچاس دن کے درمیان تجھے اِس جہان سے اُس جہان میں جانا پڑے گا۔ اور میری دکھائی گئی۔ بتاریخ ۲۳ صفر روز پنجشنبہ آپ نے درویشوں میں کپڑے تقسیم کئے۔

اگرچہ آپ پہ ضعف غالب آگیا تھا مگر عبادات و وظائف کے اوقات میں سر نہ آیا۔ بدستور ذکر شغل مراقبہ دن رات کے اور ادا نماز با جماعت ادا کرتے رہے اور شریعت طریقت کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ روز وصال کی شب کو آپ نے ان خادموں کو جو آپ کی خدمت کرتے رہے۔ فرمایا۔ تم نے بہت محنت کی۔ صرف آج کی رات اور محنت تمہاری خلاصی ہو جائے گی۔ اِس رات آپ بار بار یہ ہندی مصرعہ پڑھتے تھے

اج ملاوا کنت سوں سکھی سب جگ دینواں وار اے محرم! آج وصالِ دوست ہے۔
میں تمام جہان نثار کرتا ہوں۔

اِسی رات آپ نے وہ تمام دعائیں پڑھیں جن کا ذکر صحیحین میں ہے۔ رات آخری تیسرے حصہ میں اُٹھ کر وضو کیا۔ تہجد کی نماز کھڑے ہو کر ادا کی اور فرمایا کہ یہ ہماری آخر نماز تہجد ہے۔ اور واقعی ایسا ہی ہوا۔ جب صبح ہوئی تو فجر کی نماز با جماعت ادا کی۔ حسب مراقبہ کیا۔ بعد ازاں اشراق بڑی دلجمعی سے ادا کی اور اُس وقت کی ادعیہ ماثورہ پڑھیں۔ اس بعد فرمایا کہ بول کے واسطے تھال لاؤ۔ خادم نے تھال حاضر کیا لیکن اُس میں ریت نہ تھی نے فرمایا کہ تھال میں ریت نہیں احتمال ہے کہ پیشاب کے قطرے لباس پر لگیں۔ اس

بڑی احتیاط سے کام لیا۔ جب تھال میں ریت ڈال کر حاضر کیا تو فرمایا۔ اب اتنی کہ بول کروں اور تازہ وضو کروں۔ اب تو میں وضو سے ہوں۔ اس تھال کو لے جاؤ اور ڈال پر لاؤ۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ جب آپ بستر پر سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق سر شمال کی طرف، رخ مبارک قبلہ کی طرف اور دایاں ہاتھ رخسار مبارک کے تلے تھا۔ حالت میں ذکرِ الٰہی میں مشغول ہوئے۔ جب حضرت خازن الرحمت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا اس جلدی جلدی آرہا ہے تو پوچھا کہ مزاج مبارک۔ فرمایا۔ اچھا ہے۔ دو رکعت نماز جو ہم ہے وہ کافی ہے۔ یہ آخری الفاظ تھے جو آپ نے فرمائے۔ اس کے بعد پھر کسی سے بات کی۔ صرف ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ القصہ آپ نے بروز سہ شنبہ وقت چاشت ایک پہر ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ میں تریسٹھ سال کی عمر میں تریسٹھ دن بیمار رہ کر اس جہانِ فانی سے وصال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

روضہ مبارک:

اُس قبہ منورہ میں جو خود آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے خواجہ محمد صادق رحمہ اللہ کے تعمیر فرمایا تھا مدفن ہوئے۔

اس روضہ مقدسہ کی نسبت حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ یوں تحریر فرماتے

"مخفی نہ رہے کہ ہمارے حضرت مجدد الف ثانی کو بھی حضور سرور دنیا و دین کے کمال اتباع کے سبب سے یہ بشارت دی گئی تھی کہ روضۂ متبرک جس میں حضرت کی قبر ہے اور اُس روضہ مقدسہ کا صحن قدیم ریاض جنت میں سے ایک روضۃ ہے۔ فرماتے تھے کہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ اگر اِس روضۃ مبشرہ کی خاک کی ایک مٹھی کسی شخص کی قبر میں ڈال دی جائے تو بڑی دشواریاں ہیں پس اُس شخص کا کیا حال جو اِس روضہ میں مدفون ہو۔" (مکتوبات معصومیہ۔ دفتر اول مکتوب ۷۰)۔

اس روضۂ مقدسہ کی نسبت حضرت شاہ ابوسعید مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے شاہ عبدالغنی صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷ محرم الحرام ۱۲۹۶ھ نے یہ چند ابیات نہایت پُر لطف لکھی ہیں۔

اے خاک پاک روضہ عبیری و عنبری — کہ اہلِ جہاں ز بوئے تو مدہوش گشتہ اند
ساقی فشاند بر تو خوش آبے کہ اہلِ دہر — عاقل بہ پیشت آمدہ مخمور رفتہ اند
سرے ز خاک خُلد تو داری کہ اہلِ ارض — یک نفحہ از تُو یافتہ بر چرخ رفتہ اند
نے نے ترا ز تُربتِ یثرب گرفتہ اند — پنہاں ز روم و شام بسر ہند ہشتہ اند
ایں خاکِ احمدی است بذات احد نگر — نے یک کہ صد ہزار زیں خاک جستہ اند
اہلاً و مرحباً پے زوار تو بسے — اقفال بُعد برزخ اعدات بستہ اند
یا رب مکُن خلاص ازیں خاکِ در مرا — بد حال آنکساں کہ ازیں خاک رستہ اند
شیرے بخواب ناز بہ پہلوے دو شبل — یا رب چہ راز ہاست کہ اینجا نہفتہ اند
تنہا غنی نہ نغمۂ مدحِ تو ساز کرد — کرّ و بیانِ عرش ہم اینگو نہ گفتہ اند

اس روضہ مقدسہ کو حاجی سیٹھ ولی محمد حاجی ہاشم خلف حاجی دادا ساکن دورانی کاٹھیاوار نے دوبارہ بنوایا ہے۔ قبہ قدیمہ کو بحال خود رکھ کر اُس کے اوپر سنگ مرمر کا نہایت عالیشان خوبصورت گنبد ایسا بنا ہے کہ دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشتا ہے۔ اِس جدید عمارت ایک لاکھ پینتالیس ہزار روپے صرف ہوئے ہیں اور پانچ سال میں تیار ہوئی ہے۔ دروازے پر یہ عبارک لکھی ہوئی ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
مزارِ پُر انوار حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی
نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ
ایں روضہ منورہ بتاریخ ۱۳۴۴ھ بمطابق ۱۹۲۵ء
تعمیر یافت

شاعرِ حال ڈاکٹر سر محمد اقبال مرحوم نے اِس روضہ کی نسبت یوں لکھا ہے

حاضر ہوا میں شیخِ مجدد کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلع انوار

اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے — اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردوں نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایہ ملت کا نگہباں — اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
(بالِ جبرائیل)

آپ کے حالات:

حضرت شیخ کے وصال کے بعد آپ کے صاحبزادے خواجہ محمد معصوم رحمہ اللہ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ منکر نکیر کا سوال کس طرح گزرا۔ فرمایا کہ حق سبحانہٗ نے کمال رحمت سے پہلے مجھے الہام کیا۔ کہ اگر تُم اجازت دو تو منکر نکیر تمہارے پاس آئیں۔ میں نے عرض کیا کہ میرے مہمانوں کے پاس نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی نہایت رحمت و رافت سے میرے پاس نہ بھیجے۔ پھر میں نے ضغطہ قبر کی نسبت پوچھا۔ فرمایا کہ ہوا۔ مگر اقل قلیل۔ خواب ہی میں معلوم ہوا کہ ایک شخص کہہ رہا ہے کہ آپ اقلِ قلیل بطور تواضع فرما رہے ہیں۔ ورنہ اتنا بھی نہیں ہوا۔

حلیہ مبارک:

آپ کا حلیہ مبارک یہ ہے۔ دراز قد۔ نازک بدن۔ گندم گوں۔ کشادہ پیشانی۔ پیشانی اور رخسار پر نور درخشان آنکھیں بڑی بڑی۔ ناک بلند و باریک۔ دہن مبارک نہ دراز نہ کوتاہ۔ دندان مبارک ایک دوسرے سے متصل اور درخشاں مثل لعل بدخشاں۔ ریش مبارک خوب گھنی اور دراز و مدور۔ ہاتھ مبارک بڑے بڑے۔ انگلیاں باریک۔ پاؤں نہایت لطیف۔

لباس مبارک:

طریقہ کی طرح آپ کا لباس بھی صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سا تھا۔ ایک بڑا عمامہ سر پر۔ مسواک دستار کی کور میں۔ شملہ دونوں کندھوں کے بیچ تک۔ قمیض کے گریبان کا شگاف دونوں کندھوں پر۔ پاجامہ شرعی ٹخنوں سے اوپر تک بلکہ نصف پنڈلی تک۔ کفش مبارک پاؤں میں۔ عصا ہاتھ میں۔ سجادہ کندھے پر۔ اور سجدے کا نشان پیشانی پر۔

ارشاداتِ عالیہ

حضرت شیخ کی تصانیف مکتوبات کی تین جلدیں اور چند رسائل ہیں۔ جلد اول ۱۰۲۵ھ میں اور دوسری جلد ۱۰۲۸ھ میں اور تیسری جلد ۱۰۳۱ھ میں اختتام کو پہنچی۔ ذیل میں ہم ان تصانیف میں سے چند مقامات بطور تبرک نقل کرتے ہیں:۔

قرب بخشنے والے اعمال:

قُرب بخشنے والے اعمال فرائض ہیں یا نوافل۔ فرائض کے مقابل نوافل کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرائض میں سے ایک فرض کا ایک وقت میں ادا کرنا ہزار سال کے نوافل کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ خالص نیت سے ادا ہوں اور خواہ کوئی نفل ہوں نماز وزکوٰۃ وروزہ وذکر وفکر اور مثل ان کے۔ بلکہ کہتا ہوں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے ایک سنت اور آداب میں سے ایک ادب کی رعایت یہی حکم رکھتی ہے۔ (یعنی ادائے نوافل سے بدرجہا بہتر ہے۔)

نقل ہے کہ ایک دن امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز باجماعت کے ساتھ ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کی طرف نگاہ کی۔ اُس وقت اپنے اصحاب میں سے ایک کو نہ پایا۔ فرمایا کہ فلاں صاحب جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کیا کہ وہ اکثر شب جاگتا رہتا ہے۔ احتمال ہے کہ وہ اِس وقت سو گیا ہو۔ فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سو رہتا اور فجر کی نماز باجماعت کے ساتھ ادا کرتا۔ تو یہ بہتر تھا۔ پس ایک ادب کی رعایت کرنی اور ایک مکروہ سے خواہ مکروہ تنزیہی ہو تحریمی کا تو کیا ذکر پرہیز کرنا ذکر وفکر ومراقبہ وتوجہ سے بدرجہا بہتر ہے۔ ہاں اگر کوئی ان امور کو رعایت آداب اور مکروہات سے اجتناب کے ساتھ جمع کرے تو وہ بڑا کامیاب ہے۔ اور بغیر اس رعایت واجتناب کے کانٹے دار درخت پر ہاتھ ملنا ہے۔ مثلاً جس طرح زکوٰۃ کے حساب میں ایک دانگ کا صدقہ کرنا سونے کے بڑے بڑے پہاڑ بطور نفل صدقہ دینے بدرجہا بہتر ہے۔ اسی طرح اس دانگ کا صدقہ دینے میں آداب میں سے ایک ادب کی رعایت کرنا مثلاً اُسی رشتہ دار فقیر کو دینا اس سے بدرجہا بہتر ہے۔ پس نماز عشا کو رات کے نصف

میں ادا کرنا اور اس تاخیر کو نماز تہجد کا وسیلہ بنانا بہت بُرا ہے۔ کیونکہ حضرات حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک اُس وقت نماز عشا پڑھنا مکروہ ہے۔ (مکتوبات۔ جلد اول مکتوب ۲۹)۔

دوست اور دشمن کی کیفیت:

جاننا چاہئے کہ اِس دنیا میں جو کہ آزمائش وامتحان کا مقام ہے دشمن دوست کو ملا دیا گیا ہے اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا گیا ہے۔ آیہ کریمہ۔ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیءٍ (اور میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے) اسی بات کو ظاہر کرتی ہے۔ قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دیں گے جیسا کہ آیت کریمہ وَامْتَازُوْا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔ (جدا ہو جاؤ آج اے گنہگارو) سے ظاہر ہے۔ اُس وقت رحمت کا قرعہ دوستوں کے نام پر پھینکیں گے۔ اور دشمنوں کو محروم مطلق اور ملعون ثابت کریں گے۔ اور آیت کریمہ فَسَاَکْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ الزَّکٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ اس بات پر شاہد ہے۔ یعنی تحقیق ہم ثابت کریں گے۔ اُس رحمت کو اس جماعت کے واسطے جو کفر وگناہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے کرم ورحمت کو آخرت میں نیکوں اور نیک کردار مسلمانوں کے لئے مخصوص کیا۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لئے خاتمہ بالخیر ہونے کی صورت میں رحمت سے حصہ ہے۔ اگرچہ دراز زمانوں کے بعد وہ عذاب دوزخ سے نجات پائیں۔ لیکن گناہوں کی تاریکیاں اور آسمان سے نازل کئے ہوئے احکام کی بے پروائی ایسا کب ہونے دیتی ہے کہ نور ایمان کو سلامت لے جائے۔ عالموں نے فرمایا ہے کہ گناہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ العیاذ باللہ سبحانہ۔ (جلد اول۔ مکتوب ۹۶)۔

نبوت اور ولایت:

بعضے مشائخ نے سکر کی حالت میں کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور بعض اوروں نے اِس ولایت سے مُراد نبی کی ولایت لی ہے۔ تاکہ نبی پر ولی کی افضلیت کا وہم دُور ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں معاملہ اِس کے برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت اُس کی ولایت سے افضل ہے۔ ولایت میں تنگی سینہ کے سبب سے خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ اور نبوت میں سینہ کی کمال کشادگی کے سبب سے نہ حق سبحانہٗ کی توجہ خلق کی توجہ کے مانع ہے اور نہ خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی

توجہ کے مانع ہے۔ نبوت میں تنہا توجہ خلق کی طرف نہیں تا کہ ولایت کو جس میں توجہ حق کی طرف ہوتی ہے اس پر ترجیح دیں العیاذ باللہ سبحانہٗ۔ تنہا خلق کی طرف توجہ چوپایوں جیسے عوام کا مرتبہ شانِ نبوت اس سے برتر ہے۔ سُکر والوں کو اس بات کا سمجھنا دُشوار ہے۔ صحو والے اکابر معرفت کے ساتھ ممتاز ہیں۔ مصرعہ۔ نعمتوں والوں کے لئے جنت کی نعمتیں خوشگوار ہوں۔ (جلد اول۔ مکتوب ۱۰۸)۔

عقیدہ کی درستگی:

مکلفین کے لئے پہلی ضروری بات یہ ہے کہ وہ اپنے عقیدوں کو علمائے اہلسنت جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم) کی رایوں کے موافق درست کریں۔ کیونکہ نجات اُخروی ان بزرگوں کی صواب نمارایوں کی پیروی سے وابستہ ہے۔ اور فرقہ ناجیہ یہی بزرگوار اور ان کے پیرو ہیں اور یہی حضور سرور کائنات اور آپ کے اصحاب (صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہم اجمعین) کے طریق پر ہیں۔ وہ علوم جو کتاب سنت سے مستفاد ہیں۔ اُن میں سے وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب وسنت سے اخذ کئے اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر ایک بدعتی وگمراہ اپنے عقائد فاسد میں کتاب وسنت ہی سے اخذ کرتا ہے۔ پس کتاب وسنت کے معانی مفہومہ میں سے ہر ایک معنی معتبر نہیں ہوتا۔ (جلد اول۔ مکتوب ۱۹۳)۔

اپنے کام کی طرف توجہ کرنا:

موت کے آنے سے پہلے اپنا کام کرنا چاہئے۔ اور یا شوق کہتے ہوئے مرنا چاہئے۔ اوّل اعتقاد کی درستی سے چارہ نہیں۔ اور جو کچھ بطریق ضرورت وتواتر دین سے معلوم ہے اُس کی تصدیق ضروری ہے۔ دوم جاننا اور عمل کرنا اس پر جو علم فقہ سے متعلق ہے نیز ضروری ہے۔ سوم سلوک طریق صوفیہ بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور انوار اور رنگوں کو دیکھیں۔ یہ خود لہو ولعب میں داخل ہے۔ صور وانوار حسّی میں کیا نقصان ہے کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضات ومجاہدات سے صور وانوار غیبی کا لالچ کرے۔ صور انوار غیبی اور حسّی دونوں حق سبحانہٗ کی مخلوق ہیں اور اُس کے صانع ہونے پر دلالت کرنے والی نشانیوں سے ہیں۔ سورج اور چاند کا نور جو عالم شہادت ہے کئی طرح اُن انوار پر فضیلت رکھتا ہے جو عالمِ مثال میں

لیکن چونکہ یہ دید دائمی ہے اور خواص وعوام اس میں شریک ہیں اس لئے نظر اعتبار سے انوار غیبی کا لالچ کرتے ہیں۔ ہاں مصرعہ۔ جو پانی تیرے دروازے کے آگے جاری ہے وہ معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود اعتقادیات شرعیہ میں یقین کی دولت حاصل کرنا ہے۔ تا کہ استدلال کی تنگ جگہ سے کشف کی فراخ زمین میں آجائیں اور تفصیل کی طرف آجائیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا وجود اور اُس کی وحدت پہلے استدلال کے طریق سے معلوم ہوئی تھی اور اُس کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا حاصل ہو جاتا ہے وہ استدلال وتقلید کشف وشہود سے بدل جاتا ہے اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ باقی اعتقادیات کا یہی حال ہے۔ اور نیز سلوک سے مقصود احکام فقہیہ کے ادا کرنے کی حالی کا حاصل کرنا اور اُس دُشواری کا دُور کرنا ہے جو نفس کی سرکشی سے پیدا ہوتی ہے۔ فقیر کا مذہب یہ ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے نہ کہ شریعت کے خلاف کوئی امر۔ فقیر نے اس مضمون کو اپنی کتابوں اور رسالوں میں تحقیق کیا ہے۔ اور اِس غرض کے حصول کے لئے طریق کے تمام طریقوں میں سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا اولےٰ اور انسب ہے۔ کیونکہ اس بزرگوں نے سنت کی پیروی کا التزام رکھا ہے اور بدعت سے پرہیز کیا ہے۔ (جلد اول۔ مکتوب ۲۱۰)۔

اولیاء کے اعتقادات کی کیفیت:

جاننا چاہئے کہ صوفیوں کے اعتقادات آخرِ کار منازل سلوک کے پورا ہونے اور ولایت کی نہایت کو پہنچنے کے بعد وہی ہیں جو علمائے اہلِ حق کے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ علماء کا علم یا استدلال سے حاصل ہوئے ہیں اور صوفیوں کو کشف یا الہام سے۔ اگرچہ صوفیہ میں سے بعض کو اثنائے راہ میں سکر وغلبہ کے سبب سے ان اعتقادات کے خلاف امور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر اُس کو ان مقامات سے گزر کر نہایت کار کو پہنچا دیں۔ تو وہ امور نیست ونابود ہو جاتے ہیں۔ ورنہ وہ اسی مخالفت پر باقی رہتے ہیں۔ لیکن اُمید ہے کہ اُس کو اِس مخالفت پر مؤاخذہ نہیں کرتے۔ اُس کا معاملہ خطا کرنے والے مجتہد کا سا ہے۔ کہ جس نے استخراج احکام میں خطا کی۔ اور اُس صوفی نے کشف میں خطا کی (یہانتک کہ فرمایا) پس سالک کو چاہئے کہ

حقیقت کار پر پہنچنے سے پہلے باوجود اپنے کشف والہام کی مخالفت کے علماء اہل حق کی
جانے۔ اور علماء کو حق بجانب اور اپنے تئیں خطا کرنے والا خیال کرے۔ کیونکہ علماء کی
علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے۔ جو قطعی وحی کے ساتھ موید اور خطا اور غلط سے معصوم
سالک کا کشف اور الہام جو وحی کے ساتھ ثابت شدہ احکام کا مخالف ہو خطا اور غلط
اپنے کشف کو علماء کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں احکام قطعیہ منزلہ پر مقدم رکھنا ہے
گمراہی اور محض خسارہ ہے اور نیز جس طرح کتاب وسنت کے موجب اعتقاد ضروری
طرح ان کے متقضا پر عمل کرنا اُس طریقہ پر کہ مجتہدین نے کتاب وسنت سے استنباط کیا
ان سے احکام نکالے ہیں۔ یعنی حلال وحرام وفرض وواجب وسنت ومکروہ مشتبہ اور ان کا
بھی ضروری ہے۔ مقلد کے لئے جائز نہیں کہ مجتہد کی رائے کے خلاف کتاب وسنت
اخذ کرے اور ان پر عمل کرے۔ اُسے چاہئے کہ عمل میں اس مجتہد کے مذہب سے کہ جس کا
ہے قول مختار کو اختیار کرے۔ اور رخصت سے بچ کر عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک
مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں بہت کوشش کرے۔ تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو۔
شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں۔ پس وہ بغیر نیت کے وضو نہ کرے۔ اس
امام موصوف اعضاء کے دھونے میں ملنے کو فرض کہتے ہیں۔ پس اعضاء کو ضرور مل کر دھو
طرح عورتوں سے مس کو اور آلہ مخصوص کے مس کو وضو کا توڑنے والا کہا گیا ہے۔ پس ایسی
میں وضو از سرِ نو کرے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ اِن دو اعتقادی وعملی بازوؤں کے حصول کے بعد
قربِ الٰہی جل شانہٗ کے مدارج پر عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اور منازل ظلمانی اور
نورانی کے طے کرنے کا طالب ہونا چاہئے۔ لیکن اُسے معلوم رہے کہ یہ قطع منازل اور
مدارج شیخ کامل مکمل راہِ داں راہ ہیں۔ رہنما کی توجہ وتصرف پر موقوف ہے۔ کیونکہ اُس
قلب کی بیماریوں سے شفا دینی والی اور اُس کی توجہ سے اُسے شیخ معلوم کرا دیں۔ تو شیخ کی
بہت بڑی نعمت تصور کرے اپنے تئیں اُس کی صحبت میں حاضر رکھے۔ اور بالکل اُس کے
کا مطیع ہو جائے۔ (جلد اول۔ مکتوب ۶۸۲)۔

اور شیخ:

اب کوئی طالب کسی شیخ کے پاس آئے تو چاہئے کہ شیخ پہلے اُس کو استخارہ کا حکم دے۔
استخارہ سے سات استخارہ تک تکرار کرائے۔ استخاروں کے بعد اگر طالب میں شیخ کی نسبت
پیدا ہو۔ تو شیخ اُس طالب کے کام کو شروع کرے۔ پہلے اس کو طریق توبہ کی تعلیم دے
نماز توبہ پڑھنے کا حکم دے۔ کیونکہ بغیر توبہ کے اس راہ میں قدم رکھنا مفید نہیں۔ لیکن
توبہ کے حصول میں اجمال پر کفایت کرے اور تفصیل کو بہت دنوں کے گزرنے پر چھوڑ
کیونکہ اس زمانہ میں ہمتیں بہت کوتاہ ہیں۔ اگر پہلے توبہ کی تفصیل حاصل کرنے کی تکلیف
دی جائے گی۔ تو ناچار حصول توبہ کے لئے ایک مدت درکار ہوگی۔ شاید اس مدت میں طالب کی
میں سستی ظاہر ہو جائے اور وہ طلب سے باز رہے۔ بلکہ توبہ کو بھی سرانجام نہ دے۔ حصول
کے بعد طالب کو اُس طریق کی تعلیم دے۔ جو اُس کی استعداد کے مناسب ہو۔ اور وہ ذکر
تلقین کرے جو اُس کی قابلیت کے مناسب ہو اور اُس کے معاملہ میں توجہ کو کام فرمائے۔ اور اس
حال پر التفات کو ملحوظ رکھے۔ اور راہِ سلوک کے آداب وشرائط اُس سے بیان کرے اور اسے
دے کہ قرآن وحدیث وآثار سلف صالحین کی متابعت کرے اور اُسے معلوم کرا دے کہ اس
کے بغیر مطلوب تک پہنچنا محال ہے۔ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی آراء کے موافق
عقائد کو درست کرے۔ اور تاکید کرے کہ ضروری احکام فقہ سیکھے اور ان کے بموجب عمل
کرے۔ کیونکہ اس راہ میں اعتقاد وعمل کے ان دونوں بازوؤں کے بغیر اُڑنا حاصل نہیں ہوتا۔ اور
دے کہ حرام اور مشتبہ لقمہ میں احتیاط کی بہت رعایت کرے۔ اور یہ نہ کرے کہ جو کچھ مل
کھا جائے۔ اور جس جگہ سے ملے تناول نہ کرے جب تک کہ اس بارے میں شریعت عزا کا
حاصل نہ کرے۔ حاصل کلام تمام امور میں آیہ کریمہ وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا
عَنْهُ فَانْتَهُوْا (اور جو کچھ رسول تم کو دیں اُسے لے لو اور جس چیز سے تم کو روکیں رک جاؤ)
نظر رکھیں۔

طالبوں کا حال دو امر سے خالی نہیں۔ یا اہل کشف ومعرفت سے ہیں یا اصحاب جہل و
سے ہیں۔ لیکن منازل کے طے کرنے اور پردوں کے دور کرنے کے بعد دونوں گروہ

واصل ہیں۔ نفس وصول میں ایک کو دوسرے پر کوئی فضیلت نہیں جیسا کہ دو شخص لمبی منزلیں کرنے کے بعد کعبہ میں پہنچتے ہیں۔ ایک تو راستے کی منزلوں کو شوق سے دیکھتا گیا اور ہر منزل تفصیل کو اپنی لیاقت کے موافق سمجھتا گیا۔ اور دوسرا راستے کی منزلوں سے آنکھ بند کر کے تفصیل پر مطلع نہ ہو کر کعبہ میں پہنچا۔ دونوں نفس وصول میں برابر ہیں اور اِس وصول میں دوسرے پر کوئی زیادتی نہیں۔ اگرچہ منازل کی معرفت میں دونوں میں تفاوت ہے اور مطلق پہنچنے کے بعد دونوں کو جہل لازم ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں معرفت جہل اور عجز از معرفت ہے۔

مقامات عشرہ کا طے کرنا:

جاننا چاہئے کہ منازل سلوک کے قطع کرنے سے مراد مقامات عشرہ کا طے کرنا ہے۔ مقامات عشرہ کا طے کرنا تجلیات ثلاثہ سے وابستہ ہے۔ یعنی تجلی افعال اور تجلی صفات اور تجلی اور ان مقامات میں سے سوائے مقام رضا کے سب تجلی افعال و تجلی صفات سے وابستہ ہیں۔ مقام رضا وابستہ ہے تجلی ذات تعالیٰ و تقدس سے اور محبت ذاتیہ سے جو محبّ کے نزدیک محبوب ایلام و انعام کی مساوات کو مستلزم ہے۔ پس ناچار رضا ثابت ہوگی اور کراہت جاتی رہے گی۔ طرح اِن تمام مقامات پر بحدِ کمال پہنچنا تجلی ذاتی کی حصول کے وقت ہے کہ جس سے فنا وابستہ ہے۔ لیکن نفس مقامات تسعہ کا حصول تجلی افعال و تجلی صفات میں ہے۔ مثلاً سالک وقت خدائے پاک کی قدرت کو اپنے اُوپر اور تمام اشیاء پر مشاہدہ کرتا ہے۔ بے اختیار توبہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور خائف و ہراساں ہوتا ہے۔ اور تقویٰ کو اپنی عادت بناتا ہے۔ اور کی تقدیروں میں صبر اختیار کرتا ہے اور بے طاقتی کو چھوڑ دیتا ہے اور جب نعمتوں کا آقا اُسی کو ہے اور عطا کرنا اور روکنا اُسی کی طرف سے پہچانتا ہے۔ ناچار شکر اختیار کرتا ہے اور توکل مضبوط قدم رکھتا ہے۔ اور جب عطوفت و مہربانی جلوہ گر ہوتی ہے تو اُمید کے مقام میں آ ہے۔ اور جب اُس کی عظمت و کبریائی کا مشاہدہ کرتا ہے اور دنیائے دنی اُس کی نظر میں خوار اعتبار ہو جاتی ہے۔ ناچار دُنیا سے بے رغبتی حاصل ہو جاتی ہے اور فقر اختیار کرتا ہے۔ اور زہد طریق بناتا ہے۔ لیکن جاننا چاہئے کہ ان مقامات کا تفصیل و ترتیب مخصوص سے حصول سالک

کے ساتھ مختص ہے اور مجذوب سالک کے لئے اِن مقامات کا طے کرنا بطریق اجمال کہ اُس کو عنایت ازلی نے محبت میں گرفتار کر لیا ہے کہ جس کے سبب سے وہ ان مقامات تفصیل میں مشغول نہیں ہو سکتا۔ اِس محبت کے ضمن میں ان مقامات اور اِن منازل کا خلاصہ اُس کو حاصل ہے جو صاحب تفصیل کو حاصل نہیں ہوا۔ والسلام علیٰ من اتبع الہدیٰ۔ (مبدا و معاد)۔

حقوق:

جاننا چاہئے کہ پیر کے حقوق تمام حقوق والوں کے حقوق سے زیادہ ہیں۔ بلکہ پیر کے حق سبحانہٗ کے انعامات اور اُس کے رسول علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات کے احسانات دوسروں کے حقوق سے نسبت نہیں رکھتے۔ بلکہ سب کے پیر حقیقی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اگرچہ ظاہری ولادت والدین سے ہے۔ مگر ولادت معنوی پیر کے ساتھ مخصوص ہے ظاہری ولادت کی زندگی چند روزہ ہے اور ولادت معنوی کی زندگی ابدی ہے۔ پیر ہے جو ولی کمالات معنویہ کو اپنے قلب و رُوح سے صاف کرتا ہے۔ اور اُس کے معدہ کو پاک کرتا ہے اُن توجہات میں جو بعضے طالبوں کی نسبت وقوع میں آتی ہیں۔ محسوس ہوتا ہے کہ اِن کی باطنی کثافتوں کے پاک کرنے میں صاحب توجہ کو بھی کچھ آلودگی پہنچتی ہے اور کچھ دیر تک مکدر رکھتی ہے کہ جس کے وسیلہ سے خُدائے عزوجل تک پہنچتے ہیں جو دُنیا و آخرت کی تمام سعادتوں کا سرچشمہ ہے۔ پیر ہے کہ جس کے وسیلہ سے نفس امّارہ جو بذاتِ خُود خبیث ہے پاک ہو جاتا ہے اور امّارگی سے اطمینان تک پہنچتا ہے۔ اور کفر ذاتی سے اسلام حقیقی میں آجاتا ہے۔ مصرعہ۔ گر ایں طرح ایں بیحد شود۔ پس اپنی سعادت کو پیر کے قبول کرنے میں جاننا چاہئے اور اپنی بدبختی کو رد کرنے میں۔ العیاذ باللہ۔ حق سبحانہٗ کی رضا کو پیر کی رضا کے پردے کے پیچھے رکھا ہے۔ پس مرید اپنے تئیں اپنے پیر کی پسندیدہ چیزوں میں گم نہ کرے حق سبحانہٗ کی مرضیات میں پاتا۔ مرید کی آفت پیر کی ایذا میں ہے اس کے سوا جو لغزش ہو اس کا علاج ممکن ہے لیکن ایذا کا علاج کسی چیز سے نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مرید کے لئے آزار پیر بدبختی کی جڑ ہے۔ العیاذ اعتقادات اسلامیہ میں خلل اور احکام شرعیہ کی بجا آوری میں سستی آزار پیر کے نتائج و

ثمرعات میں سے ہے۔ احوال ومواجید کو جن کا تعلق باطن سے ہے ان میں جس قدر خلل واقع ہوتی ہے اسے کیا ذکر کروں اگر باوجود آزار پیر کے احوال میں کچھ اثر باقی رہے استدراج سمجھنا چاہئے کیونکہ انجام خراب ہوگا اور سوائے ضرر کے اور نتیجہ نہ ہوگا۔ والسلام اتبع الہدٰے۔

مرید یا مراد:

جان لے کہ اس راستے کے سالک دو حال سے خالی نہیں۔ مرید ہیں یا مراد ہیں تو خوبی ہے ان کے لئے کشش ومحبت کے طریق سے ان کو کھینچ کھینچ کر لے جائیں گے اعلیٰ مطلب تک پہنچا دیں گے اور جو ادب کہ درکار ہوگا۔ بوساطت یا بلا وساطت ان جائے گا۔ اگر کوئی لغزش واقع ہوگی تو ان کو آگاہ کر دیں گے اور اس پر گرفت نہ کریں گے پیر ظاہر کی حاجت ہوگی تو ان کی کوشش کے بغیر اس دولت کی طرف رہنمائی کریں گے کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے حال کی کفیل ہے۔ بذر بے سبب ان کے کام کو پورا کر دیں گے۔ اللہ چن لیتا ہے اپنی طرف جسے چاہتا ہے۔ اور ہیں تو ان کا کام بغیر واسطہ پیر کامل مکمل کے دشوار ہے۔ ان کے لئے ایسا پیر چاہئے جو ہذ کی دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور سیر الی اللہ۔ سیر سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا اللہ کو تمام کیا ہو۔ اور اگر اُس کا جذبہ اس کے سلوک پر مرادوں کی تربیت سے پرورش پائی ہو تو کبریت احمر یعنی اکسیر ہے اس کا کلام دوا اور اس کی ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے اور پژمردہ جانوں کی تازگی اس کی التفات وابستہ ہے۔ اگر اس طرح کا صاحب دولت پیر نہ ملے۔ تو سالک مجذوب بھی غنیمت ناقصوں کی تربیت اس سے بھی ہوتی ہے اور اس کی وساطت سے فنا و بقا کی دولت کو ہیں۔

آسماں نسبت بہ عرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تو

کے وجود کو غنیمت جانے:

اور اگر خدا جل شانہ کی عنایت سے کسی طالب کو اس طرح کے پیر کامل کی طرف رہنمائی چاہئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت سمجھے اور اپنے تئیں بالکلیہ اس کے حوالہ کر دے۔ عادت کو اس کی مرضیات میں جانے اور اپنی بدبختی کو اس کی مرضیات کے خلاف میں حاصل کلام یہ کہ اپنی نفسانی خواہش کو اس کی رضا کے تابع کر دے۔ حدیث نبوی علیہ وعلیٰ والتسلیمات میں ہے۔ کہ تم میں سے کوئی ایمان نہیں لاتا یہانتک کہ اس کی نفسانی دین وشریعت کے تابع ہو۔ اور جان لے کہ آداب صحبت کی رعایت اس راہ کی ہے تاکہ فائدہ اٹھانے اور فائدہ پہنچانے کا راستہ کھل جائے اور بغیر ان کے محبت کا نہیں اور نہ مجلس کا کوئی ثمرہ ہے۔ آداب وشرائط سے بعضے بیان کئے جاتے ہیں۔ گوش سے سننے چاہئے۔

طرف توجہ کرے:

جان لے کہ طالب کو چاہیے کہ اپنے دل کی توجہ تمام طرفوں سے پھیر کر اپنے پیر کی کرلے اور باوجود پیر کے اس کی اجازت کے بغیر نوافل واذکار میں مشغول نہ ہووے۔ اور حضور میں سوائے نماز فرض وسنت کے نہ پڑھے۔ سلطانِ وقت کی نسبت نقل کرتے ہیں اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا اتفاقاً اس اثنا میں اس کی نظر اپنے جامہ پر پڑی اور دیکھا کہ طرف متوجہ ہے۔ زبانِ عتاب سے فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو اور سامنے جامہ کے بند کی طرف توجہ کرے۔ سوچنا چاہیئے کہ جب ناچیز دنیا کے وسائل کے آداب دقیقہ ضروری ہیں تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت بدرجہ اتم و لازم ہے۔ اور جہانتک ہو سکے مرید ایسی جگہ نہ کھڑا ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا پیر کے پڑے۔ اور پیر کے مصلا پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں وضو نہ کرے۔ اور اس کو استعمال نہ کرے۔ اور اس کے سامنے پانی نہ پیئے اور کھانا نہ کھائے اور کسی کے ساتھ کرے۔ بلکہ کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور پیر کی غیر حاضری میں جس طرف کہ وہ ہو طرف پاؤں دراز نہ کرے۔ اور لعاب دہن اس جگہ نہ پھینکے اور جو کچھ پیر سے صادر ہوا سے